



188

مجموعه

درس قرآن مجید

بابت سال اول

وَلَقَدْ لَخِّنَّا الْقُرْآنَ لَعْنَةً وَأَنزَلْنَاهُ حَقًّا

بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے۔
کیا کوئی نصیحت حاصل کر نہیو لایا ہے؟

درس قرآن مجید مدلل

پہلا سالانہ مجموعہ



قاسمی محمد زاہدا

مشیرانہ
شائع کردہ

دارالانشاد کیمیلپور پاکستان

قیمت چار روپیہ

(منظوم عام پریس پشاور)

DATA ENTERED

مقدمہ

از محمد عثمان عینی ربی لے، منتظم و سکرٹری قرآن و احادیث

قرآن مجید وہ مصحف مقدس ہے جس کی بندے حفاظت کریں یا نہ کریں اس کا محافظ خود اللہ جل شانہ ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے **إِنَّا نَحْنُ مُخْتَلِفُونَ** الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندے قرآن پاک کی خدمت کرتے رہتے ہیں اور ان کو یہی فکر و انگیر رہتی ہے کہ حکم الحاکمین کا یہ پیغام مخلوق خدا کے کانوں تک آسمان سے آسمان طریقہ سے پہنچ جائے اور اس کے لئے وہ شہسور و سرگرم عمل رہتے ہیں اور وہ اپنے اخلاص کی برکت سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ خود قرآنی تعلیمات پر عمل کرتے والے اور نور باطن سے مشرف ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد حسینی صاحب مدظلہ کی تازہ ترین تصنیف **تذکرۃ المفسرین** جلد اول کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے۔ مفسر قرآن کے لئے سب سے زیادہ ضرورت نور باطن کی ہے۔ اگر ایک انسان کو باطنی علوم سانی اور فنون کلیہ سے بہرہ ور بھی ہو مگر اس کا عمل سراسر تعلیمات قرآنی کے مخالف

۱۔ الحجر ۲۔ ص ۳

ہو تو وہ قرآنی معارف کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس کی تفسیر سے نوزدایت نہ پھیل سکے گا۔ اور نہ ہی وہ مفسر خود بھی قرآنی معارف سے آشنا ہو سکے گا اور یہ اثر عمل کی قوت اور کمزوری کے اعتبار سے قوی اور کمزور رہے گا۔ اگر تزکیہ باطن نہ ہو تو تلاوت آیات الہیہ اور تعلیم کتاب کے باوجود اتباع رسالت کا جذبہ پیدا ہونا مشکل رہے گا۔ ایسے مفسر القرآن سے احتراز لازم ہے جس کا خود قرآن پر عمل نہ ہو اور وہ تور باطن اور تزکیہ نفس سے مشرف نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو تم کو قرآن کی طرف بلائیں گے لیکن ان کا اپنا یہ حال ہوگا کہ انہوں نے عملی طور سے قرآن کریم کو پس پشت ڈال دیا ہوگا۔ ایسے لوگوں سے بچو اور قرآن کی تفسیر کو علم دین کے ذریعے سے سمجھو۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ کا تعارف کراتے ہوئے حضرت قاضی صاحب موصوف نے فرمایا تھا کہ لوگوں جس شینے کے پیچھے پارا نہ ہو اس میں شکل نظر نہیں آتی۔ قاضی صاحب کا مفہوم یہ تھا کہ ان علمائے حقہ کے پیچھے عمل کا پارا ہے۔ اس لئے یہ حضرات رشد و ہدایت کی مندول پر فائز ہیں۔

قرآن کی خدمت کرنے والی ایک ہستی ہم گنہ گاروں نے بھی اس زمانہ میں دیکھی ہے وہ عالی مرتبہ شخصیت تھی حضرت مرشدنا و مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی۔ آپ نے ۵۰ سال درس قرآن دیا۔ اور دین حقہ کی اشاعت کرتے رہے۔ اس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے کہ ان کی وفات کے بعد ایک دنیا ہے جو ان کے صاحبزادوں اور ان کی مددگارانی اولاد یعنی مجازین حضرات کی طرف لپک رہی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں اخلاص ہی اخلاص ہے۔ کوئی عرض یا طمع نہیں ہے۔ بس ایک ہی مگن ہے کہ اللہ کی مخلوق اپنے خالق سے جڑ جائے۔

اور شیاطین کے پھندوں سے آزاد ہو جائے۔

واہ کینٹ میں تعلیم یافتہ طبقہ کثرت سے آباد ہے۔ اور اگر لوگہ سیرنی ممالک سے بھی تعلیم پانچکے ہیں۔ ان سب احباب کی خوش قسمتی کہ ہم نے اکتوبر ۱۹۶۳ء میں حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج کیمیلو رو خلیفہ حجاز حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحین کے متعلق ہمارے مرشد نور اللہ مرقدہ نے فرمایا۔ قاضی صاحب موجودہ دور کے ان علمائے کرام میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے کتاب و سنت کے سمجھنے کے لئے ایک خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے۔ کی خدمت میں ایک تجویز رکھی کہ اگر آپ ہمارے احباب کو روحانی اور دینی باتیں چند لمحات فارغ کر کے ماہ بیاہ سنا دیا کریں اور پھر یہی اور شادوات ہماری جماعت کے سرفر جریہ حزام الدین میں شائع ہو کر تمام لوگوں تک پہنچا کریں تو اچھا ہو۔ حضرت قاضی صاحب نے یہ درخواست منظور فرمائی اور ماہ نومبر ۱۹۶۳ء سے یہ درس قرآن شروع ہو گئے۔ پایا کہ ہر ماہ کے آخری اقرار کو قاضی صاحب تشریف لایا کریں گے۔ اور ایک گھنٹے کا درس ہوا کرے گا۔ الحمد للہ یہ درس بلا ناغہ ہو رہا ہے۔ اور قرآن پاک کی برکت اور حضرت قاضی صاحب کے اخلاص کے ثمرات ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں درس میں آدمی زیادہ ہوتے ہیں اور جگہ کم۔ آج تک حضرت قاضی صاحب نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے واہ کینٹ کے احباب سے ایک پیسہ کرایہ یا بدیہ کے نام پر نہیں لیا۔ اور بڑی شفقت سے ہر ماہ درس دے رہے ہیں مستورات بھی اس درس سے مستفید ہو رہی

۱۔ تقریظ معارف القرآن ص ۶

تھی۔ اور الحمد للہ درس سے فائدہ کافی ہو رہا ہے۔ نومبر ۱۹۶۵ء سے ہمسالہ
 دوسرے سال میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور احباب کے اصرار پر ہم نومبر ۱۹۶۴ء
 سے اکتوبر ۱۹۶۵ء تک کے یہ درس اس کتاب کی شکل میں پیش کر رہے ہیں۔ اللہ
 تعالیٰ قبول فرمادیں اور حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی عمر میں اور صحت میں برکت
 عطا فرمادیں۔ تاکہ یہ سلسلہ خیر تادیر قائم رہے آمین

احقر محمد عثمان غنی بی اے
 واہ کینٹ

۱۲ نومبر ۱۹۶۵ء

کلمات برکت و دعا از جانشین شیخ التفسیر مولانا عبد اللہ اللہ اور داماد برکاتہم امیر خدام الدین

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ لہ رقم میں سے وہ شخص بہتر ہے جو قرآن پڑھتا ہے اور پڑھاتا ہے (ہمارے محترم قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب ماشا اللہ فاضل دیوبند ہیں اور متعدد کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ اور ادھر دور حاضر کے قطب حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے مجاز میں سے ہیں۔ الحمد للہ! وہ کمیلپور میں بھی درس و تدریس اور خطابت کے ذریعے احکام الہی کی نشر و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں اب وہ کچھ عرصہ سے اپنی جماعت کی دعوت پر مہربانہ کے آخری اتوار کو واہ کینٹ میں درس قرآن مجید کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ سلسلہ دن بدن مقبول ہو رہا ہے۔ اس درس کے مضامین کو بعد میں مرتب کر کے ہمارے احباب ہفت روزہ خدام الدین میں شائع کروا رہے ہیں۔ اس طرح استفادہ کسی گنا بڑھ گیا ہے۔ صاحب موصوف کی یہ انتہائی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے کلام پاک کی خدمت لے رہے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشہ خدائے بخشندہ

ہمارے دل سے تو بے ساختہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کو تادم زلیت اشاعت اسلام اور خدمت قرآن کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور اہل اسلام کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

روستخدا علیہ اللہ اللہ
امیر ابن خدام الدین لاہور

لے بخاری

پہلا اور دوسرا درس

منعقدہ رجب شعبان ۱۳۸۲ھ نومبر دسمبر ۱۹۶۲ء

سُورَةُ الْاٰحْزَابِ

تفصیلی درس تو آگے آ رہا ہے۔ یہاں اور اسی طرح ہر درس سے پہلے اس کا اجمالی جوہر پیش کیا جاتا ہے تاکہ پڑھنے والے حضرات درس کی جامعیت اور اس کے فوائد سے پہلے مجمل طور پر واقف ہو جائیں۔ اور پھر تشریح کو سمجھ سکیں۔ ان دو دروسوں کو یک جا کر دیا ہے تاکہ سورہ شمشاد کا پورا مطلب ذہن نشین ہو سکے۔ یہ درس مندرجہ ذیل مسائل اور حقائق پر مشتمل ہے۔

قرآن کریم کا نام بھی اعجاز کا حامل ہے

سورہ شمشاد کی اہمیت و عظمت

ایمان بالصفات کی ضرورت۔ شرک کی بنیاد

یوم آخر کی عظمت اور ہیبت، عبادت اور استعانت کا ربط

انابت اور اجتناب یعنی ہدایت اور اعطاب نبوت

انبیاء علیہم السلام کے عقیدہ کی کھنگی اور اعتماد علی اللہ۔ ایک آیت کی

بہترین تفسیر
حضرت یونس علیہ السلام کا سفر ہجرت
اسباب کا بنانا ان سے کام لینا اللہ کا حکم ہے مگر اعتماد اور بھروسہ صرف
اللہ تعالیٰ پر رہے۔

اس پر حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کی شہادت
جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء ہیں۔ اگرچہ جسمانی ظہور آخر میں ہوا
اسلام تقلید سلف سے قائم ہے۔

اسلام صدیقیت اور شہادت قرآنی تعلیم کی روشنی میں
نبی شہار کا تحفظ بڑی عبادت ہے۔

دور حاضر میں بھی یہود و نصاریٰ اور منہوسے باخبر رہنے کی ضرورت
علمی فوائد جو ان ادراک میں مذکور ہیں

توقیف کا معنی

التفات کا نائدہ

قرآن مجید میں لفظ قدر کا استعمال اور اس کے معانی

ہدایت کے دو معنی اور ان کی تشریح

واللہ الموفق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تحفہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میرے محترم دوستو اور بھائیو! اللہ کا یہ فضل و کرم ہے کہ اس نے مجھ اور آپ کو اس نہایت پاکیزہ مجلس میں حاضر ہونے کی سعادت بخشی۔ ہم سب یہاں قرآن سننے اور سنانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمادیں قرآن سیکھنے کا سارا شفا اور رحمت ہے۔ اس دنیا کی زندگی، قبر کی زندگی، بدنش کی زندگی، اجتماعی زندگی، انفرادی زندگی۔ ہر شعبہ کا بیان واضح طور پر قرآن میں موجود ہے۔ لفظ قرآن کی تشریح عربی زبان میں اس طرح بیان کی گئی ہے جیسا کہ ایک حوض میں پانی بھر دیا جائے۔ اسی طرح قرآن بھی تمام ہدایت سے پر ہے اللہ نے کوئی ہدایت باقی نہیں چھوڑی فرمایا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا وَ الْمَآئِدَہُ ۝۳ اگر کوئی ہدایت باقی رہ جاتی تو کسی نئے نبی کی ضرورت ہوتی۔ یہ اسلام ہی وہ دین ہے جس کا منبع اور مخزن قرآن ہے۔ زندگی کے ہر موڑ اور ہر راستے کی رہنمائی کے لئے قرآنی تعلیمات موجود ہیں۔ اسی طرح قرآن قرأت سے مشق ہے۔ قرأت کے معنی پڑھنا۔ قرآن کے نام میں بھی ایجاز ہے۔

لے بنی اسرائیل ۵۴ ۱۰ المشوق لابن القیم

ب نازل ہوا اس وقت اس کے پڑھنے اور سننے والے حال حال تھے۔ کفار مکہ
 ہتے تھے کہ یہ قرآن دنیا میں باقی نہ رہے۔ اور جلد از جلد مٹ جائے۔ حضرت
 عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ مردم بخاری کی تو
 اسی تعداد چھ سو تھی ہم اتنے خوش ہوئے کہ ہمیں دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹا سکتی
 اور مسلمانوں کو قرآن کے پڑھنے اور سننے سے روکتے تھے۔ ان کو کیا معلوم تھا کہ اس
 نام ہی قرآن ہے یعنی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب جتنا بچہ آپ دیکھ
 جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے اتنی پڑھی جانے والی کتاب کوئی نہیں۔ جتنی اس کی تلاوت
 کی ہے کسی کتاب کی نہیں ہوتی۔ ہر مسلمان نماز میں قرآن پڑھتا ہے۔ کچھ نہیں تو درشل
 صدیا پانچ فی صد تلاوت ہوں گے جو بیخ تلاوت کہتے ہیں۔ جتنی تعظیم اس قرآن
 ہے کسی کتاب کی نہیں۔ لوگ احترام سے قرآن کو چومتے ہیں۔ آنکھوں سے لگاتے ہیں
 پڑھتے ہیں۔ لے لے تو تیار نہ تھے۔ مگر آج دنیا کے ہر گوشے میں قرآن پڑھنے والے
 چھو ہیں۔

امام الانبیا، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ قرآن کی سورہ
 ملاحض ایک دفعہ پڑھ لی جائے تو ایک تہالی قرآنی کا ثواب ہے۔ اسی طرح فرمایا۔
 قرآن کا دل سورہ لیس ہے۔ ہر چیز کی زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زینت سورہ الرحمن
 ہے۔ اب یہ سمجھئے کہ سارے قرآن کریم کے معانی اور معارف کا خلاصہ سورہ فاتحہ
 ہے۔ مسلم اور بخاری کی حدیث قدسی میں سورہ فاتحہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا
 شاناد ہے کہ یہ سورت میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ میں اپنے

لے مشکوٰۃ شریف باب فضائل القرآن

بندے کو وہ دیتا ہوں حمد و ثنا ہے۔ اس سورت کی ساڑھے تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے اور ساڑھے تین آیات میں بندہ اپنے اللہ سے دعائیں مانگتا ہے اور درخواستیں پیش کرتا ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سورہ فاتحہ پڑھتے تو ہر آیت پر وقف فرماتے۔ وجہ یہ تھی کہ بندہ جب الحمد لله رب العالمین پڑھتا ہے تو اللہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف کی حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح سورہ فاتحہ کی ہر آیت پر ٹھہرا کرتے تھے۔

سورہ فاتحہ کو السبع المثانی بھی فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تجھے سبع مثانی عطا فرمائی (سورہ الحجر آیت 87) سبع سات کو کہتے ہیں اور مثانی اس کو کہتے ہیں جو بار بار پڑھے جائے۔ سورہ فاتحہ کی ساتوں آیتیں بار بار پڑھی جاتی ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورہ فاتحہ دو دفعہ نازل ہوئی ایک دفعہ قرآن کی سب سورتوں سے پہلے اور ایک دفعہ پورے قرآن میں اسلئے قرآن کی سورتوں کے ناموں میں کوئی دو تبدل نہیں ہو سکتا امت کو کوئی اختیار نہیں۔ مثلاً آج اگر کوئی سورہ فاتحہ کا نام بدل کر سورت نمبر یا سورہ بقرہ کا نام بدل کر سورہ نمبر ۲ لکھ دے۔ یہ تو جن پر نازل ہوا ہے وہی نام رکھ سکتے ہیں امت میں سے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں۔

یہ بہت اہم سورت ہے اس کے پڑھنے اور ٹھننے کی بہت تاکید آئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ کو اُمّ القرآن یعنی قرآن کی ماں بھی فرمایا ہے

لے مدارک

سورہ فاتحہ کے بغیر نماز پوری نہیں ہوتی۔ اگر امام کے پیچھے ہے تو امام کی قرأت ہی
 مقتدی کی قرأت ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأت کو
 واجب قرار دیتے ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو حجاز سے میں بھی پڑھنے کا حکم دیتے

ہیں۔
 آپ حضرات تو پڑھے لکھے اور اچھے ماحول میں رہتے ہیں اور جانتے ہی ہیں
 کہ قرآن پڑھنے سے پہلے تہنود پڑھنا چاہیے۔ جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے :-
 فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ

الرَّجِيمِ (المعل ۹۸)

ہر چیز کے چور ہوتے ہیں۔ کتابوں کا چور کوئی طالب علم ہی ہوگا۔ لوہاروں کے
 اور اردوں کا چور کوئی لوہار ہی ہوگا۔ دفتر کے سامان کا چور کوئی دفتر کا ملازم ہی ہو
 گا۔ اسی طرح قرآن کا چور شیطان ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ جو قرآن پڑھ جائیں
 گے وہ میرے زغے سے نکل جائیں گے۔ اسی لئے قرآن کے پڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ
 کے ہاں شیطان کے مکروں سے پناہ لینا ضروری ہے۔ تلاوتِ قرآن کریم اور اس
 پر عمل کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ شیطانِ وسوسے ہوا کرتے ہیں۔ اس
 لئے تلاوت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کی دعا کرے۔ شیطان کے مرود
 ہونے کی وجہ یہی ہے جیسا کہ قرآن کریم کی آخری سورہ الناس میں ارشاد فرمایا۔ کہ
 اس خطرناک وسوسہ ڈالنے والے سے پناہ طلب کرو۔ جو خود تو نظر نہیں آتا مگر دلوں
 میں شبہات ڈال دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس گھر میں قرآن
 کا تلاوت ہو وہ آباد گھر ہے۔ اور جہاں قرآن نہ پڑھا جائے وہ دیوان گھر ہے وہاں

شیطان ڈیرہ لگا لیتا ہے۔ یاد رہے قرآن کریم کی تلاوت اللہ تعالیٰ کو اتنی محبوب ہے کہ تلاوت کرنے والے کو بن مانگے دیتے ہیں۔ صحیح حدیثوں میں ہے اور ہمارا عمل بھی ہے کہ ہم ہر عبادت کے بعد دعا مانگتے ہیں لیکن حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میرے بندے کو قرآن کی تلاوت اس حد تک مشغول رکھے کہ دعا کا بھی نہ لے تو اس کو میں وہ دیتا ہوں جو اسکے دل میں ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص تلاوت میں اس قدر مشغول ہے کہ وہ دعا مانگنے کے لئے تین چار منٹ بھی تلاوت نہیں سمجھتا کہ میرا یہ وقت بھی تلاوت میں ہی صرف ہو۔ اس کی یہ دعا اللہ کے ہاں بے حد مقبول ہے۔

اعوذ کے بعد تمیہ ہے یعنی شیطان کے حملوں سے بچاؤ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے۔ اور اب اس کام کو اسی کے نام سے شروع کروں گا کہ اس میں برکت ہمیشہ رہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (شروع ساتھ نام اللہ کے جو نہایت مہربان بخشنے والا ہے)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ آل (سب) کو کہتے ہیں جیسے انگریزی میں آل (All) حمد (تعریف، ل واسطے) دیر لام استحقاق ہے (اللہ) (یہ اللہ کا اسم ذات ہے) رب (پالنے والا) عالم (ماری اللہ کو کہتے ہیں) اللہ کے سوا ساری کائنات، ترجمہ یوں ہوگا (تمام تعریفیں، سب حمدیں اللہ کا حق ہیں۔ وہ اللہ جو پالنے والا ہے۔ تشریح کرنے والا ہے تمام جہانوں کا)

ملہ مشکوٰۃ

اکابر علمائے اسلام نے لکھا ہے کہ تمام تعریفیں حق ہیں اللہ کا۔ اگر کوئی آدمی
 یہ حق سلب کرے گا تو ظلم کا مرکب ہوگا اور ظلم کی تشریح قرآن نے کی ہے۔ اِنَّ
 الشِّرْكَ كَظُلْمٍ عَظِيْمٍ (نعتن ۳۱) شرک بہت بڑا ظلم ہے، تعریف اسی
 کی ہوتی ہے جو پالتا ہے بڑے پیار سے معنی میں۔ اسلام سَرَاب کا فلسفہ سمجھانے
 کے لئے آیا ہے۔ جس جگہ میں ہم آج پڑے ہیں۔ ہر نبی نے اپنی امت کو سَرَاب کا مسئلہ
 سمجھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی مشرکین سے مقابلہ کیا اور سَرَاب کے مسئلہ
 پر ثابت قدم رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون کا دعوے اِنَّا سَرَابٌ مُّبْتَلٰ
 اِلَآئِکُمْ (والتازعات ۲۲) جھٹلایا اور اس کا مقابلہ کیا۔ سَرَاب وہی ہے وہ چاہے
 تو دشمنوں سے پلوا دے جیسے (موسیٰ علیہ السلام کو) اور چاہے تو باپ سے بھی نکلوا
 وے (جیسے نوح علیہ السلام کے بیٹے کو) قرآن شریف میں لفظ سَرَاب ۲۹۰ دفعہ
 آیا ہے۔ ربوبیت کا مسکہ زیادہ اہم ہے۔ آپ دوست جانتے ہی ہوں گے اسلامی
 عقیدہ کے ماتحت صحیح احادیث جو قراتر کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں۔ سب کا یہی اجتماعی
 عقیدہ ہے کہ قبر (مٹی کا ڈھیر ہو یا دریا۔ جہاں بھی انسان دفن کیا جائے) اُس کی رُوح
 کو پھر لوٹایا جاتا ہے اور اس سے تین سوال ہوتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہوتا ہے۔
 مَنْ سَرَابٌ تَمْرٍ اَب کون ہے؟ (یہ نہیں پوچھتے تیرا مالک یا تیرا خالق کون
 ہے؟ اسی طرح سب سے پہلی وحی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری اُس
 کے الفاظ بھی یہ تھے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ
 رَأْسَ رَبِّکَ کے نام سے پڑھے جس نے پیدا کیا۔ نماز میں ہم بار بار رَبِّکَ کا لفظ

۱۔ پھر ۲۵۸ ۲۔ مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر

پڑھتے ہیں۔ پہلے سورہ فاتحہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
 ایک مرتبہ) پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ (تین مرتبہ) پھر دو
 سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ اَعْلَى (چھ مرتبہ) کل دس دفعہ فی رکعت
 مؤکدہ سنتوں اور نوافل کو چھوڑ کر فجر کی سنتوں سے لے کر عشاء کے وتروں تک
 ۳۲ رکعتیں بنتی ہیں۔ لہذا ان خوش نصیبوں کو چھوڑ کر جو نوافل پڑھتے ہیں۔ اشراف
 ادا ہیں اور تہجد ادا کرتے ہیں۔ ہم جیسے گنہ گاروں میں کم از کم ۱۰ x ۳۲ = ۳۲۰
 بار اللہ تعالیٰ کو رب ماننے کا اقرار کرتے ہیں۔ اسی طرح مہینوں، سالوں اور اپنی
 عمر کا حساب لگالیں مسلمانوں کے ذہن میں اللہ تعالیٰ نے بٹھایا کہ رب وہ ہے تو تعریف
 بھی اسی کا حق ہے۔ اللہ کی ساری تعریفیں ماننے کے بعد اس کو رب بھی بانیں۔ جس
 طرح کوئی کہے کہ فلاں بڑا عالم ہے یا فلاں بڑا حسین و جمیل ہے حبیب اس کے علم یا
 حسن و جمال کی تعریف کرے گا۔ تو اس کے پیدا کرنے والے کی بھی تعریف کرے گا۔ عرب
 ذلت، شفاء، بیماری سب اللہ کے ہاتھ میں ہے پہلی قوموں نے جو شرک کیا۔ تو
 صفات میں آکر اُلجھ گئے۔ پہلے دیوں میں اوتاروں کا سلسلہ اسی نوعیت کا ہے۔
 اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (تمام تعریفیں حق میں اللہ تعالیٰ کا) رَبِّ الْعَالَمِينَ
 (وہ پالنے والا ہے سب جہا لوں کا) حبیب پاتا وہ ہے تو تعریف بھی اسی کی ہونی
 چاہیے۔ یہ تسبیح اور تحمید اللہ کو اتنی پیاری ہے کہ حدیثوں میں آتا ہے کہ رب
 سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو انہوں نے کہا اَلْحَمْدُ
 لِلّٰهِ (تمام تعریفیں اللہ کا حق ہے)۔ اسی سنت کا حق ادا کرنے کے لئے حضور صلی

۱ مشکوٰۃ

اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حکم دیا کہ جب کوئی چھینک مارے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے (سوائے مزکوم کے) تنفس کا راستہ ناک سے نکل بڑی بااعتماد چیز ہے کہا جاتا ہے کہ فلاں رسم ادا نہ کی تو ناک کٹ جائے گی۔ تمدن میں ناک کو ایک خاص مقام حاصل ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تمہارا بھائی پاس بیٹھا ہے وہ نیرِ حیاتِ اللہ ہے (اللہ تجھ پر رحم کرے) چھینک مارنے سے بھی دو مسلمانوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ جنتیوں کا آخری نعرہ بھی یہ ہوگا۔ وَالْآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (یونس ۱۰) یہ الحمد للہ رب العالمین بڑا پیارا ارشاد ہے

مفسرین قرآن نے فرمایا۔ اسلام سے پہلے دنیوں میں لوگوں کے اللہ کو سمجھنے میں غلطی کی۔ ان لوگوں کی نظر میں سب سے زیادہ مہربان اَب (باپ) ہے۔ اسی لئے وہ پیغمبروں کو خدا کے بیٹے کہتے اور خدا کو باپ۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ مثال کے طور پر کسی شخص کے بیٹے کی ٹانگ میں ناسور ہو جائے اور ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔ تو ڈاکٹر کہتا ہے کہ اس کی ٹانگ کاٹل تو بچے کا اور ناسور سارے جسم میں پھیل جائے گا۔ باپ کہے گا ٹانگ نہ کاٹو۔ ڈاکٹر مریض کو آپریشن تجویز میں لے جائے گا۔ اور کہے گا کہ اس بڑھے کو باہر لے جاؤ۔ معلوم ہوا کہ اَب کی شفقت کے مقابلہ میں ڈاکٹر کی شفقت زیادہ مفید ہے اور اَب تو سب سے زیادہ شفیق ہے۔ وہ جس طرح چاہے پالے معلوم ہوا کہ اَب سے زیادہ اَب مہربان ہے۔ تو آج تک جتنی تعریفیں ہوئیں، جتنی تعریفیں ہوتی ہیں یا ہو سکتی ہیں یا ہوں گی سب اللہ کے لئے ہیں۔

۱۰ بیضاوی تفسیر سورہ فاتحہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے شفاعت
 کی اجازت دیں گے تو میں اللہ تعالیٰ کی وہ تعریفیں کروں گا جو مجھے اب معلوم نہیں
 اللہ تعالیٰ اس وقت بتائیں گے معلوم ہوا کہ تعلیم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ
 جاری و ساری ہے۔ شفاعت کا مقام بھی اللہ کی حمد و ثنا کے بعد ملتا ہے۔ اسی
 لئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے کا حکم ہے۔ اور ان کی تعریف بھی ہو تو اسی لئے کہ وہ
 اللہ کا بندہ ہے۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہایت مہربان بخشنے والا ہے
 رب العالمین مجبور نہیں۔ اس نے اپنی رحمت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ اَلرَّحْمٰنِ
 عَلَّمَ الْقُرْآنَ تَخْلَقَ الْاَلْسَانَ (الرحمن ۲۹) فرمایا تمہاری تربیت ہو
 میری رحمت کا نتیجہ ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے
 مسلمانوں کو، کافروں کو، اپنے باغیوں اور سرکشوں کو سب کو روزی دیتا ہے۔
 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی تھی کہ اے اللہ! میری امت کو
 دونوں جہانوں میں نعمتیں اور کامیابیاں عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد
 ہوا۔ تَرَ حَبِیْتِیْ وَ سِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (اعراف ۱۵۶) میری رحمت
 ہر چیز پر حاوی ہے، تَرَ حَبِیْمٍ رَکْبَتْهُ وَالَا (قرآن کریم میں آتا ہے۔ وَ کَانَ
 سَا لِبُوْہِیْنِیْنَ تَرَ حَبِیْمًا (احزاب ۴۳) اگر ان کا عقیدہ درست رہا تو
 اللہ تعالیٰ ان کے بڑے اعمال کے باوجود ان کو بخشیں گے۔ اللہ تعالیٰ نہایت
 مہربان ہے۔ گویا رحمن کا تعلق دنیاوی زندگی کے ساتھ اور رحیم کا تعلق اخروی زندگی
 کے ساتھ ہے۔

مَلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (مالکنا ہے بدلے کے دن کا۔ رحیمیت اور
 سے یہ نہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ پورے گا رہی نہیں۔ اعمال کا پورا بدلہ لینے کے لئے ایک

دن مقرر فرمایا۔ اس دن بھی جو چاہے گا کرے گا۔ اس دن کوئی دوسرا کس قسم کا دعویٰ نہیں کرے گا۔ اس کے رحمن اور رحیم ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی اطاعت نہ کی جائے قیامت کے دن ہر بڑے کو برائی کا اور نیکی والے کو نیکی کا بدلہ ملے گا۔ یہ ہر مسلمان کا اساسی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا مالک ہے۔ وہ آج بھی مالک ہے۔ آج جس سے پوچھو یہ تو پی کس کی ہے؟ کہے گا میری ہے۔ یہ کوٹ کس کا ہے؟ میرا ہے۔ یہ بنگلہ کس کا ہے؟ میرا ہے۔ یہ ملک کس کا ہے؟ میرا ہے۔ لیکن قیامت کے روز اللہ تعالیٰ پوچھیں گے لِيَهِنَ الْمَلِكُ الْيَوْمَ کوئی ہے جو اس دن دم مارے گا۔ اس دن سارے کے سارے انسان سَلِيمٌ سَلِيمٌ پکارتے ہوں گے رَاے اللہ! سلامت رکھو۔ اے اللہ! سلامت رکھو اے اللہ! بچا اے اللہ! بچا، اے اللہ! بچا۔ جب ہر طرف سے خاموشی اور سناٹا ہو گا تو حق تعالیٰ خود ہی فرمائیں گے۔ لِلّٰهِ الْوَحْدِ الْقَهَّارِ (المومن ۱۶) (آج اس اللہ کی حکومت ہے۔ جو بڑا قہر والا ہے) قہار کا معنی یہ ہے۔ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے غالب حکومت والا۔ اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (الملک ۱) اللہ تعالیٰ بڑی عظمت والا ہے۔ وہ جس کے قبضے میں ملک ہے۔ وہ جو چاہے اس پر قادر ہے تم کسی چیز پر قادر نہیں آج اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے۔ وہاں کوئی نہ بولے گا۔ اللہ تعالیٰ خود بولیں گے۔ آج اس اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے جو بڑے قہر والا ہے۔ اُس کے منشاء اور مرضی کو روکنے والا آج بھی کوئی نہیں۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (تجھ ہی کو ہم پوجتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، عبد کہتے ہیں بندے کو عبادت کا مطلب ہے وہ کام جو بندہ

بننے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ عبادت کا جو مفہوم آج کل لیا جاتا ہے کہ اقرار کے معنی ہے
 دیا کہ آج عبادت کا دن ہے۔ یہ عیسائیوں کا مفہوم ہے۔ عبادت کا مفہوم ہے۔ بندہ۔
 غلام۔ عبد۔ مسلمان تو ہر وقت عبادت میں ہے۔ اگر وہ پیشاب کرنے کو جاتا ہے اونٹ
 یہ ہوتی ہے کہ میں پیشاب سے فاسخ ہو کر نماز کے لئے وضو کروں گا۔ اور سکون سے
 نماز پڑھ سکوں گا۔ تو اس کا پیشاب کو جانا بھی عبادت میں شمار ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا جو آدمی رات کو سوتے وقت وضو کر کے سویا اور مرگیا تو وہ شہید کی موت
 مرے گا۔ آج لوگ اٹنا سوتے ہیں اور وضو تو نہ کرتے ہیں۔ جہاں تک یہ سکھلا گیا وہی ہم
 کرتے ہیں۔ حضرت امیر شاہ صاحب فرماتے ہیں اگر کوئی شخص رات کو وضو کر کے سویا اور
 نیند میں اس کا وضو ٹوٹ گیا تو پھر بھی اس کو اجر اور ثواب مل گیا۔ اِنَّكَ لَعَبْدٌ
 رَحِمٌ صَرَفِ تِرْسِ هِي بِنْدَسِ هِي۔ عبدیت کا پٹہ ہمارے گلے میں تیرا ہی ہے، جو تیرا پہننے
 میں تب بھی عبادت کے طور پر۔ ملازمت کرتے ہیں تب بھی عبادت کے طور پر۔ سبلی
 کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتے ہیں کہ اے اللہ! میں تیرا نام لے کر کھاتا ہوں۔ تو نے
 رزق دیا تو کھل رہا ہوں۔ ورنہ میں اس قابل کہاں تھا۔ تو نے تو تیری تو چہار ہا ہوں۔
 ورنہ تجھ جیسے سیکڑوں ترس رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں میرا ایک ذاتی واقعہ میرے علم میں ہے۔ جو میں
 عرض کرتا ہوں۔

میرے ایک دوست تھے ۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے۔ انہوں نے مجھے اور ایک اور
 شخص کو کھانے پر بلایا۔ ان دونوں کی اب وفات ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر

لے بخاری فائت علی الفطرة ۷۔ فیض الباری

رحمت کرے (آمین) ہم نے اکٹھا کھانا کھایا۔ اور دوسرے مہمان کو انگ جگہ کھانا دیا۔
 کھانا کھا چکے تو میں نے دریافت کیا جب آپ نے دونوں کو دعوت دی تو علیؓ علیہ
 کیوں بٹھایا۔ انہوں نے کہا اس شخص کو آپ کے ساتھ کھانے پر بٹھا دیتا تو آپ ایک
 نعمت کھا سکتے۔ اس بچارے کو ایک بیماری ہے جو فقہ مذہب میں ڈالتا ہے نیچے جانے ہی
 تے ہو جاتی ہے۔ صرف یہ عادت پوری کر لیتا ہے بعض انجکشنوں پر اور گریوں پر گزار
 ہو رہی ہے۔ جب وہ کھانے پر بیٹھتا ہے تو لوٹا اور چلچلی پاس رکھتا ہے
 حضرات اگر اللہ نہ کھلائے تو کون کھا سکتا ہے؟ عبادت کا مفہوم صرف نماز
 ہی نہیں ہے۔ مسلمان ہر وقت اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے۔ ہر لمحے اللہ تعالیٰ کے حکم کو
 مانے اگر کنگھی بھی شریعت کے مطابق کرے تو وہ بھی عبادت بن جاتی ہے۔ کھانا پلینا ہے
 یا سوتا جاگتا ہے ہر چیز عبادت بن جاتی ہے۔ ازدواجی زندگی بھی عبادت ہے۔ جب
 نکاح کے وقت امام صاحب خطبہ پڑھتے ہیں تو یہ بھی اللہ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے
 نکاح سنت الانبیاء ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمد رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم تک سب نے نکاح کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب عقیدہ اسلامی کے
 مطابق آسمان سے اتریں گے تو نکاح کریں گے۔ اسلامی زندگی میں کھیت میں فصل کاٹنے
 والا بھی عبادت میں ہے۔ چرند پرند جو پھول پھل میں سے کھاتے ہیں ان کا بھی اجر ہے
 اگر مزدور ٹوکری اٹھاتا ہے یا کلرک ٹائپ کرتا ہے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے رزق
 حلال کماتا ہے۔ تو یہ سب عبادت ہے۔ اگر حلال ذرائع اختیار نہ کرتا تو پھر چوری کر کے پھول
 کا پیٹ پالتا۔ اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گزارے تو ہر لمحہ عبادت ہے۔ جو تپا پہنتے
 وقت اگر دیباں جوتا، پھلے پہنا تو یہ بھی عبادت ہے۔ بانا سے سووا سلف لاتے ہیں
 اور سوچتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سووا سلف لایا کرتے تھے۔ تو یہ بھی عبادت

میں شمار ہو جاتا ہے۔ اپنے بیوی بچوں سے دل لگی کی باتیں کریں اور خیال کریں کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال سے باتیں کر کے خوش ہوا کرتے تھے۔ تو یہ سب
باتیں عبادت میں شمار ہو جاتی ہیں۔

رب العالمین عز اسمہ نے اپنی نہایت مہربانی اور اپنے کرم اور رحمت کے
ساتھ اپنے بندوں کو مانگنے کا طریقہ بتایا کہ مجھ سے یوں مانگو۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ
علیہ نے اس سورت کے فوائد میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ سورہ فاتحہ اس طریقے کا ایک
بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ مجھ سے مانگنا ہو تو یوں
مانگو۔ گویا یہ سورت بھی تعیلاً للناس ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
سورت کے جو اوز نام بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک نام المسئلہ بھی ہے مسئلہ
کا معنی سوال کرنا۔ اور بندہ ویسے بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہی رہتا ہے اضطراباً
ہو یا اختیاراً ہو۔ تو اس سورت کی شروع کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا تھی۔
جس کے متعلق عرض کر چکا ہوں اور آخری ساڑھے تین آیتوں میں انسان اپنا مدعا
اپنا مقصد مراتب العلمین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ
وہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ یعنی اصطلاح میں اسے کہتے ہیں التفات۔ یعنی
پہلے بندے نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں جو کچھ پیش کیا۔ وہ غیب کے صیغے تھے۔
الْحَمْدُ لِلّٰهِ مَرَاتِبِ الْعَلَمِيْنَ۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کا حق ہیں۔
وہ اللہ جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ وہ رحمن ہے۔ وہ رحیم ہے۔ وہ بدلے
کے دن کا مالک ہے۔ یہ سب غائبانہ الفاظ تھے۔

اب اِيَّاكَ نَعْبُدُ یہ خطاب کا مقام ہے ہم سب تیری ہی عبادت
کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ہم سب اُس کی عبادت کرتے ہیں۔ بلکہ فرمایا ہم سب تیری ہی

عبادت کرتے ہیں کلام کے ایک طریقے سے بدل کر دوسرے طریقے کو اختیار کرنا اس کلام ہماری علمی اصطلاح میں اتفات ہے اور اتفات کے بہت سے فائدے ہوتے ہیں۔ آخر ایک طریقہ کلام کو بدل کر دوسرا طریقہ اختیار کرنا کسی وجہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ اور وہ وجہ جیسا کہ اکابر علمائے تفسیر نے فرمایا۔ یہ ہے کہ جب ایک انسان اپنے مولا کے حضور میں اس کی حمد و ثنا کرتا ہے تو پہلے تو انسان کا واقعی غائبانہ تعلق ہے۔ ہر انسان و نعتہ پیدا الہی یا ابتدائی طور پر کس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے آپ کو گھبرا سکتا ہے۔ پھر وہ انسان جگمگا ہوں کا پتلا ہو وہ کس طرح اپنے آپ کو اس قابل بنا سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور و نعتہ پہنچے۔ اور اس کے ذہن میں بجائے غیبیت کے خطاب کا مقام آجائے۔ لیکن جب ایک بندے نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ان الفاظ میں کی جو اللہ تعالیٰ ہی نے بتائے تو اس کے دل و دماغ میں یہ فرست پیدا ہوئی۔ یہ اثر پیدا ہوا کہ اس نے فوراً اپنے آپ کو بجائے غیبیت کے شہود کے مقام پر پہنچا دیا کہ اے وہ اللہ تعالیٰ جسے میں غائبانہ پکار رہا تھا۔ اب میں تیرے سامنے ہوں۔ اسی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَعَبْدٌ لِّلّٰهِ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَانْتَظِرْ سِرَّكَ (تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طریقے پر کر، اس یقین کے ماتحت کہ جیسا کہ تو اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے، فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ (اور اگر تیری یہ کیفیت نہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکے، فَانْتَظِرْ سِرَّكَ) تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے) یعنی عبادت میں عباد اور معبود کے درمیان تعلق استوار کرنا یہ سب سے بڑا مقصد اور مفہوم ہے۔ عبادت کا تو یہاں پر ارشاد فرمایا اِيَّاكَ نَعْبُدُ

ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ ہمارا معبود تیرے بغیر کوئی نہیں، عبادت کے مفہوم پر میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔

وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (اور ہم سب خاص تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں، یہ ہمارا مقصد ہے۔ پہلی آیتوں میں خداوند قدوس کی ساری حمد و ثنا تھی اور اب ہمارا مقصد شروع ہوا ہے۔ چاہتے کیا ہیں۔ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اسے اللہ تعالیٰ ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔) بعض علمائے تفسیر نے فرمایا کہ درحقیقت عبادت کے اظہار کے ساتھ ساتھ استعانت یعنی اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کو جو جوڑ دیا تو بتانا یہ مقصود ہے کہ یا اللہ! ہماری عبادت بھی اسی وقت ہو سکتی ہے جب تیری مدد ہو۔ اگر تیری مدد نہ ہو تو ہم تیری عبادت نہیں کر سکتے اور بات بالکل ظاہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نہ بلائے اسے کون بلائے؟ اللہ تعالیٰ چاہے تو بلال حبشیؓ کو افریقہ سے اکٹھا کر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دے۔ اور نہ چاہے تو ابواب حبیبہ انسان کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دار ہے۔ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدت دن دیکھنے والا ہے جس نے چالیس سال تک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا تو وہ دولت ایمان سے محروم رہا۔ اور چاہا تو بلال حبشیؓ کو ابی سنیاء سے بھیج دیا۔ سلمان فارسیؓ کو ایران سے بھیج دیا۔ اور صہیبؓ رومی کو روم سے بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں تو ہر اہل اسی وقت ہو سکتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مدد نہ فرمائیں تو انسان کی کوئی طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ یزید ہو سکے۔ یہ بھی ساتھ عرض کر دینا ضروری ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف انابت کرے یہ ہدایت

إِلَيْهِ مَن يَنْتَبِ . اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دو قانون بیان فرمائے
 میں ایک اجتناب کا قانون یعنی نبوت کا، کہ نبی بنانے کے لئے جو نبی بنا چاہے وہ نبی
 نہیں بن سکتا کہ اُسے میں نبی بناؤں۔ کئی کورس نہیں ہے نبوت کا۔ ایک آدمی محنت
 کرے کہ میں نبی بنا چاہتا ہوں تو وہ نبی بن جائے؟ نہیں بلکہ وہ تو اجنبی ہے۔

اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ (اللہ تعالیٰ چن لیتے ہیں اپنی طرف جن
 کو بھی چاہیں) اور وہ جسے نبی بنائیں وہ ان کی اپنی مرضی ہے اور جن کو بنا نا تھا۔ وہ بنا
 چکے ہیں۔ لیکن ہدایت یَهْدِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ اور اللہ ہدایت دیتے
 ہیں اپنی طرف اس انسان کو جو ثابت کرے، جو قدم اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے
 قدم کو صاف نہیں کرتے۔ اور اس کی تفصیل فرمائی حدیث قدسی میں جناب رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو آدمی میری طرف ایک
 باشت آتا ہے میں اُس کی طرف دس باشت جاتا ہوں۔ اور جو آدمی میری طرف
 پھیل آتا ہے میں دوڑ کر جاتا ہوں۔ یہ گویا ایک مناسبت بیان فرمائی کہ بندہ چاہے تو
 میں اس کو قبول کرتا ہوں اگر نہ چاہے تو اللہ تعالیٰ کو ضرورت اس بات کی نہیں
 ہے۔ اس لئے کہ خداوند تعالیٰ کی ہدایت ہماری عبادتوں پر موقوف نہیں ہے۔

تو یہاں ارشاد فرمایا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ (خاص تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں)۔
 وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (اور خاص تجھ ہی سے ہم مدد مانگتے ہیں) کس بات میں؟
 عبادت میں۔ جب تیری مدد شامل حال ہوگی تو ہم تیری عبادت کریں گے تیرے بندے
 ہی جائیں گے اور تیری مدد کے بغیر ہم تیری عبادت نہیں کر سکتے۔ تو مدد کیسے گا۔

علاء بخاری

لے الشوری ۱۳

تو ہم تیری عبادت کریں گے۔ اگر تو مدد نہیں کرے گا تو ہم تیری عبادت نہیں کر
 سکتے۔ یہ تو ایک مفہوم ہوا۔ اور ایک یہ بھی ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ (ہم تیری ہی عبادت
 کرتے ہیں وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ) اور خاص تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں) جب ہمارا
 معبود تو ہے تو مستعان بھی تو ہے۔ جس کی عبادت کرتے ہیں۔ وہی ہمارا مستعان ہے
 تیرے بغیر ہمارا کوئی مستعان نہیں۔ تیرے بغیر ہمارا کوئی معین نہیں تو ہی ہمارا مددگار
 ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے کلمات میں جیسا کہ قرآن
 شریف میں آتا ہے۔ کہ ہجرت کے دوران جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غارِ
 ثور میں تشریف فرما تھے۔ اور مشرکین مکہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تعاقب کیا۔
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غار تک جا پہنچے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اے اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
 اب تو ہم پائے جائیں گے۔ اب تو ہم قابو میں آجائیں گے۔ کیونکہ وہ تو فار کے منہ پر آ
 چکے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے قدموں کو دیکھ لیا۔ تو انہیں
 فرماتے ہیں۔ بِالْفَاظِ قُرْآنِ اِذَا يَقُولُ لِمَا حَبِطَ لَا تَحْزَنُ اِنَّ
 اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ ۴۰) آپ بالکل غم نہ کھائیں اللہ ہمارے ساتھ ہے) وَ
 اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غار میں جہاں یہ کوئی معاون
 نہیں تھا۔ جہاں یہ کوئی نیکنے کی جگہ نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ
 ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قرآن میں آتا ہے۔ جب آپ
 مصر سے ہجرت کرتے ہوئے بحیرہ قلزم کے کنارے پہنچتے ہیں اور دیکھے فرعون اپنے

لے کتب سیرت

واقعہ قرآن شریف میں آتا ہے۔ کہ ایسی جگہ جہاں پر کوئی انسانی تدبیر کارگر ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ دریا اور پھر دریا کے اندر مچھلی اور پھلی کے پیٹ میں جب حضرت یونس علیہ السلام پہنچتے ہیں۔ قرآن شریف گواہ ہے۔ وَ ذَالنُّونِ إِذْ ذُهِبَ مُغَاضِبًا وَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ هَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَجَعَلْنَاهُ مِنْ الْغَدْرِ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ (الانبیاء ۸۸-۹۰) فرمایا۔ دیکھو تم مچھلی والے کی طرف تڑپ کر رہو وہ جب دریا کے پیٹ میں پہنچے مچھلی کے پیٹ میں پہنچے۔ ان کا شاید یہ خیال تھا کہ اب وہاں پر تنگی نہیں ہوگی۔ اس لئے وہ اپنے شہر سے ہجرت کر گئے۔ یہیسا کہ انبیاء علیہم السلام نے پہلے بھی ہجرت کی۔

قدر کا معنی یہاں بڑا قادر ہونا نہیں ہے۔ نبی یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ خدا مجھ پر قادر نہیں ہوگا۔ قدر تنگی کو بھی کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں آتا ہے۔ وَ آتَا إِذَا مَا أَمَلَهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَنَقُولُ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً (رومان ۲۰) کہ بندے کا رزق جب تنگ کر دیا جاتا ہے تو بندہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق بالمشا ذلیل کر دیا ہے۔ یونس علیہ السلام کا بھی یہ خیال تھا کہ میں اپنی بستی سے حبیب نکل جاؤں گا تو آئندہ میرے لئے راحت ہی راحت ہوگی۔ جیسا کہ ہجرت میں راحت ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام کا صحیح خیال تھا۔ قرآن شریف میں آتا ہے کہ جو لوگ اپنے گھروں سے نکل جاتے ہیں دین کے لئے۔ میں ان کے لئے وسعتیں پیدا کر دیتا ہوں۔ مگر یونس علیہ السلام کو ابھی ہجرت کا حکم نہیں ہوا تھا اس لئے ابتداء میں آگئے۔ تو حضرت یونس علیہ السلام جب پہنچتے ہیں مچھلی کے پیٹ میں تو وہاں اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔ اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ

الظالمين فرمایا۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهُمْ نَزَّلْنَا نَارًا مِنْ سَمَوَاتِنَا عَلَىٰ آلِهِمْ فَأُولَٰئِكَ نُسَبِّحُ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَدِيمًا مُبِينًا وَتَجِبُّونَ لِحُكْمِهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ اور ہم نے اس کو نعم سے نجات دی۔ وَكَذَٰلِكَ نُكْرِهُنَّ أَفْئِدَتَهُنَّ وَأَعْيُنَهُنَّ بِحُبِّ طٰوْسٍ الَّذِي يَخِفُّ حَتَّىٰ نَبْشُطَهُ قُنُودًا كَافَّةً وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو قُوَّةٍ يَدْعُ إِلَىٰ تَقْوَىٰ يَكْفُرُ بِهَا الَّذِينَ كَفَرُوا وَلَٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ اور ہم نے ان کی دلوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

یہاں ایک چھوٹا سا ٹکڑہ ہے جس کا بیان کرنا کچھ بہتر ہی معلوم ہوتا ہے قرآن کریم میں ایک جگہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں بسا اوقات خطرناک معاملات میں پھنس جاتی ہیں۔ وَ نَزَّلْنَا نَارًا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصَرَ اللَّهُ ۚ أَلَا إِنَّ نَصَرَ اللَّهِ قَرِيبٌ (البقرہ ۱۲۳) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے ہر طبقے کے انبیاء علیہم السلام اور ان کے ساتھ جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ حالات کی ناسازگاری سے گھبرا جاتے ہیں۔ وہ لہزہ برپا ہوا ہو جاتے ہیں اور وہ یہ کہنے لگتے ہیں۔ ہمتی نَصَرَ اللَّهُ، اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی؟ اَلَا إِنَّ نَصَرَ اللَّهِ قَرِيبٌ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔ تمہیں نے آپ کے سامنے جو کچھ ابھی عرض کیا کہ انبیاء علیہم السلام نہیں گھبراتے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غار میں یہ نہیں فرمایا کہ اب ہم کپڑے لگائے۔ بلکہ فرمایا کہ لَا تَحْزَنُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا اللہ ہمارے ساتھ ہے حضرت مرثی علیہ السلام نے بچہ قلیزم کے کنارے پر نہیں فرمایا کہ ہم پکڑے گئے بلکہ فرمایا اِنَّ هٰجِي تَرٰبِي سَيَاغِيْتُنِي تو یہاں قرآن کی اس آیت کا اس سے تضاد نہیں ہے بلکہ جیسا کہ محققین علماء نے لکھا ہے کہ یہ دو کلام ہیں۔ وَ نَزَّلْنَا نَارًا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصَرَ اللَّهُ ۚ اَلَا إِنَّ نَصَرَ اللَّهِ قَرِيبٌ۔ یہ نبی کی اور امت کی

۱۔ الشراعت ۶۲ ص ۱۰۰ - المدینہ

۲۔ توبہ ۱۰۰

آپس میں باتیں ہیں۔ میدان جنگ میدان کارزار میں حیب حالات کی ناسازگار
 امت گھرا جاتی ہے تو وہ اپنے نبی سے پوچھتی ہے۔ هَتَّىٰ لَصَرَ اللّٰهُ - ان
 مدوکب آئے گی؟ جس مدوکب تم نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ تو نبی جواب میں فرماتے ہیں
 اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ يٰۤاُوْرِكُوْا اللّٰهَ كِيْ تُوَدَّقَ رَيْبُكُمْ ۗ وَرَبُّكُمْ عَلِيْمٌ عَلِيْمٌ
 کی ناسازگاری سے نہیں گھبرایا کرتے کیونکہ ان کی نظر اسباب پر نہیں ہوتی بلکہ خالق اسباب
 پر ہوا کرتی ہے۔

یہی چیز ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جس وقت طوفان میں کشتی میں سوار ہیں۔
 بیٹے سے آپ فرماتے ہیں۔ وَ نَادَى نُوْحٌ بِاِبْنِهِ وَ كَانَ فِي مَعْزِلٍ
 يُسَبِّحُ اِمْرًا كَيْتًا مَعْنًا و لَا تَكُوْنُ مَعَ الْكٰفِرِيْنَ (ہود ۴۱) نوح اپنے بیٹے
 کو پکارتے ہیں کہ اے میرے بچے! میرے ساتھ ہو جا کافرول کے ساتھ نہ ٹھہر وہ جو
 میں کہتا ہے۔ قَالَ سَاوِيْ اِلَى جَبَلٍ يَّعَصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ (ہود ۴۲)
 ابھی ایک پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے ڈوبنے سے بچالے گا یعنی بیٹے کے سامنے سدا
 تھا وہ سمجھا کہ میرے آبا جی مجھے بنا رہے ہیں کہ کشتی میں میرے ساتھ سوار ہو تاکہ مجھے
 ڈوبنے سے بچالے جیسا مجھے بچالے گی۔ اس نے جواب میں کہا کہ اگر تیرے پاس ایک سدا
 بے بچنے کا میں بھی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا میں بھی بچ جاؤں گا۔ لیکن نوحؑ کیا جواب
 دیتے ہیں فرمایا قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا هَسَنٌ مَّرْحٰ
 (ہود ۴۳) اے میرے بچے! آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچ سکتا وہی بچے
 گا جس پر خدا کا رحم ہو گا نہ میری کشتی بچا سکتی ہے نہ تیرا سباب بچا سکتے ہیں۔ نوحؑ نے
 نہیں فرمایا کہ آج وہ بچے گا جو میری کشتی پر سوار ہو گا۔ نوحؑ نے سبب بتایا اللہ تعالیٰ
 کے حکم سے لیکن نظر سبب پر نہیں بلکہ سبب پر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

تو عرض یہ ہے یہاں پر ارشاد فرمایا اِيَّاكَ نَعْبُدُ اے اللہ! ہم تیری
 ہی عبادت کرتے ہیں وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اور ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔
 بعض علماء فرماتے ہیں مقصود ہے مدد مانگنا اور عبادت اس کا ذریعہ ہے۔
 گویا مفہوم یہ بنے گا۔ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ وَ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ہم تجھ ہی سے
 مدد مانگتے ہیں اور اس مدد کے لئے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ ہم کہہ رہے ہیں۔
 اَللّٰهُ اَكْبَرُ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اے اللہ! تو بڑا
 کچھ کہہ رہے ہیں؟ تجھ سے مدد مانگنے کے لئے مقصود ہمارا یہ ہے کہ تو ہمارا امتحان
 ہے تو ہمارا معین ہے۔ مدد مانگتے کیا ہیں؟ چاہتے کیا ہیں؟ کوٹھی ملے؟ دولت ملے؟ مکان
 ملیں؟ ترقی ملے؟ نہیں فرمایا یہ سب فروغی چیزیں ہیں ہم ایک بہت بڑی چیز کی تجھ
 سے مدد مانگتے ہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اے اللہ! ہم کو سیدھے راستے
 پر اہم تجھ سے یہ مدد مانگتے ہیں۔ ہماری ساری محنت اور مشقت کا جو مدعا اور جو نتیجہ
 ہونا چاہیے وہ صراطِ مستقیم پر چلنا ہے۔ ہدایت کے بارے میں ہمارے علماء اسلام فرماتے
 ہیں کہ ہدایت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کو کہتے ہیں مَوْصِلَةٌ اِلَى الْمَطْلُوْبِ جو مطلوب تک
 پہنچا دے اور ایک کہتے ہیں اَوَادَةُ الطَّرِيقِ جو راستہ دکھائے۔ ہدایت کے دو معنی
 ہیں راستہ دکھانا اور راستے پر چلانا۔ اللہ تعالیٰ علماء اسلام کو جزائے خیر دے کہ
 ہم جیسوں کو سمجھانے کے لئے انہوں نے بڑی محنتیں فرمائیں۔ تو انہوں نے قرآن کریم کے
 ارشادات کی روشنی میں ہمیں بتایا کہ جہاں پر ہدایت کی نسبت ہو اللہ تعالیٰ کی طرف
 سے وہاں پر معنی ہوگا۔ مَوْصِلَةٌ اِلَى الْمَطْلُوْبِ مطلوب تک پہنچا دینے والی ہدایت اور
 جہاں پر ہدایت کی نسبت اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی اور کی طرف ہو۔ قرآن کی طرف ہو
 جی کی طرف ہو کسی عالم دین کی طرف ہو کسی باوی کی طرف ہو۔ وہاں پر معنی ہوگا راستہ

دکھا دینا۔

اس کی سوٹی سی مثال ہے آپ میں سے کوئی دوست کارے کرنا سے پرکھنے
ہوں۔ سڑک پر ایک آدمی آیا ہو۔ کہتا ہو۔ بھائی جان مجھے آپ راولپنڈی کا رستہ بنا
دیں مجھے راولپنڈی جانا ہے۔ آپ نے کہہ دیا۔ بھائی صاحب یہ سیدھی سڑک جاتی ہے
یہاں سے جاؤ گے ٹیکسلا۔ ٹیکسلا سے آگے راولپنڈی آجائے گی۔ یہ آپ نے رستہ
بتا دیا۔ آپ اپنے گھر چلے آئے۔ اب وہ جائے نہ جائے اس کی مرضی۔ آپ نے رستہ بنا
دیا۔ اور ایک چبے کہ اپنے کہا۔ اچھا بھائی! آپ راولپنڈی جانا چاہتے ہیں؟ تو چلو
میرے پاس گاڑی فائز ہے میں آج آپ کو راولپنڈی چھوڑاؤں آپ نے موٹر میں بیٹھا
اور جہاں وہ جانا چاہتے تھے۔ وہاں جا کر آپ نے ان کو پھوڑ دیا۔ یہ بھی ہدایت ہے
یہ ہے موصلا الی المطلوب۔ آپ نے اس کو مقصد تک پہنچا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ سے
جو ہم دعا مانگ سب سے میں کہ اسے اللہ! تو ہمیں ہدایت دے تو ہدایت اللہ سے جو ہم
مانگتے ہیں وہ یہ ہونی چاہیے کہ اسے اللہ! تو ہمیں اپنے مطلوب تک پہنچا دے۔ کیونکہ
دکھانے کے لئے تو نبی تشریف لائے۔ اگر ہم یہ دعا کریں کہ اسے اللہ! ہم کو سیدھا رستہ
دکھا۔ تو دکھایا تو ہمیں بہت سے لوگوں نے۔ ہمیں عقل سلیم نے بھی دکھا دیا کہ اللہ تعالیٰ
ہے ہم نے اپنے علم سے بھی سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہے کائنات کا ذرہ ذرہ ہمیں دکھاتا ہے
کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی طرف اس شعر کی نسبت ہے۔

فَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ تَدُلُّ عَلَىٰ أَنَّهُ وَاحِدٌ

فرماتے ہیں کہ ہر چیز میں اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے
مولانا رومؒ نے اس کی تفصیل میں بیان فرمایا ہے کہ تم دیکھو۔ کہ زمین میں جو سبزہ آگیا ہے
وہ صرف ایک ہی تنکا ہوتا ہے کسی بڑے پودے کا ہو کہ پھوٹے پودے کا ہو۔ خواہ جا کے

بعد میں وہ تناور درخت بن جائے لیکن جب زمین سے اگتا ہے تو وہ وحدت ہی کو لے کر اگتا ہے تو کائنات ساری ہی یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدۃ لا شریک ہے۔ تو ہم اللہ تعالیٰ سے جو مانگتے ہیں وہ کوئی ہدایت ہے؛ موصلاً الی المطلوب۔ اسے اللہ! پلانا ہم کو اس راستے پر جو سیدھا راستہ ہے اور یہ بھی ہے کہ اسے اللہ یاد رکھا ہم کو سیدھا راستہ کیا مفہوم؟ کہ یا اللہ! جو تیرا سیدھا راستہ ہے سچ تک پہنچنے والا ہے۔ وہ ہمیں دکھا اور اس کے بعد ہم میں وہ قوت پیدا کر کہ ہم اس راستے پر چلیں اس لئے وہ نزل توجہ علماء کرام نے کئے صراط مستقیم کہتے ہیں؟ قرآن شریف میں اس کی تفصیل یہ ہے۔ **وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا سُبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ** (انعام ۱۵۳)

فرمایا کہ اسے دنیا داروں! میرا راستہ جس راستے کو میں نے تمہارے لئے بتایا ہے یہ راستہ صراط مستقیم ہے۔ اس راستے کو چھوڑ کر تم دوسرے راستوں پر مت چلو ورنہ تم کو پھر وہ راستہ سے بھٹکا دیں گے۔ تو صراط مستقیم کا انحصار کس راستے میں ہے؟ کچھ راستہ اختیار فرمودہ ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اسی راستہ پر سب انبیاء شریف لائے

میں پھرئی سی ثابت اور بھی عرض کر دوں کہ یہاں پر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جو پہلے راستے تھے کیا وہ سب سے راستے نہیں تھے؟ تو میرے دوستو! اور بزرگو! انبیاء علیہم السلام تعلیمات کے اصول میں سب متفق ہیں جیسا کہ علماء تحقیق نے فرمایا کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے پاس جو تعلیم تھی یہ تعلیم ساری کی ساری وہی تعلیم ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ انبیاء کرام نے وہی طور پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی روشنی میں ان کے لئے جزوی کچھ دفعات جو مرتب کی ہیں ان میں تو کچھ فرق

ہو سکتا ہے لیکن اصولی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے ہیں سب کی تعلیم ایک ہی ہے اور وہ تعلیم کیا ہے؟ جیسا کہ سورہٴ انبیاء ۱۰۷ میں فرمایا: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ۔ ہم نے جتنے رسول دنیا میں بھیجے آپ

سے پہلے بھی سب کی طرف ہم نے یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پس تم میری عبادت کرو۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ۔ یہ معبود مانا رب العالمین کو میری طرف خاصہ بنا

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نہیں ہے بلکہ تجلہ انبیاء علیہم السلام کی یہی تعلیم ہے۔ اس لئے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے مراد جو راستہ ہے اس اسلام

كَانَ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا یہ وہی راستہ ہے جو سب انبیاء علیہم السلام کے آئے تھے اور اس راستے کا بالذات تعلق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ ہے۔ یہاں ضمناً تھوڑی سی بات میں اور عرض کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ بھلا قرآن شریف میں اُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدْهُمْ

اِقْتَدَا (العام ۵)

انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی جن کو اللہ تعالیٰ نے سیدھے راستے پر لگایا جو راستے پر چل کر مقصود تک پہنچے

اور دنیا کے لئے ہادی بن گئے۔ فَبِهِدْهُمْ اذْكُرْ۔ پس اے میرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی ہدایت پر چل۔ تو یہاں پر ایک نکتہ حل کیا علماء فقیر نے

جس میں انور شاہ صاحب نے بھی میں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ فَبِهِدْهُمْ اِقْتَدَا کہ قرآن کی اقتدا کر بلکہ فرمایا اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! تو

ان کی ہدایت کی اقتدا کر۔ یعنی یہ وہ ہدایت ہے جو سب سے پہلے کچھ دی گئی۔ یوم

ازل میں یوم ابراح میں ابراح میں حبیب میں نے اپنا پیغام بھیجا تو سب سے پہلے
 جس روح نے لبیک کہا وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح تھی پھر وہ
 پیغام منتقل ہوتا چلا آیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بدن میں۔ حضرت نوح علیہ السلام
 کے بدن میں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بدن میں اور اس کی قرآن میں تصریح ہے
 اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ اَكْمَا اَوْحَيْنَا اِلَى نُوْحٍ وَالنَّبِيِّنَ مِنْ
 بَعْدِهِ (الفارغ ۱۷۳) اے میرے حبیب! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کی طرف
 وحی کی جیسے وحی کی ہم نے نوح علیہ السلام کی طرف اور پچھلے رسولوں کی طرف اور سورہ
 احزاب میں آپ کا ذکر مقدس حضرت نوح علیہ السلام سے بھی پہلے فرمایا۔ وَ
 اِذْ اٰخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّنَ مِيثَاقَهُمْ وَهَبْنَا لِهِمْ نُوْحًا مِمَّا
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کو مقدم کیا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
 كُنْتُ نَبِيًّا وَاَدَمَ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ فِي تِلْكَ الْوَقْتِ بَعِيْبِي
 تھا جب انسان کا وجود ہی نہیں بنا تھا۔ آدم بن المار والطين تھا۔ میں تو اس وقت
 بھی نہیں تھا۔ ابھی انسان کو زندگی نہیں دی تھی۔ مگر نبوت مجھے عطا ہوئی تھی۔ بعض احادیث
 میں آدم بن المار والجدی بھی آیا ہے۔ علامہ علی قاری مرقاة میں حدیث نقل فرماتے ہیں۔
 کہ ابھی آدم علیہ السلام کے روح کا تعلق ان کے بدن سے نہیں ہوا تھا کہ مجھے اللہ
 تعالیٰ نے اس وقت ہی بنایا جب آدم بن المار والطين تھے۔ یہ دین کی چند ضروری
 باتیں سہلی ہیں جن کا سمجھنا ضروری ہے۔ میرے دوست اور میرے بزرگراؤں نے کھینچے
 عام انسانوں کے متعلق کیا آیت ہے۔ قرآن میں ہے۔ هَلْ اَتَى عَلَى الْاِنْسَانِ
 حَيِّئًا مِّنَ الدَّهْرِ لَمَّا يَكُنْ شَبِيْحًا مَّا كُوْرًا ۗ (الدھر ۱۵)
 انسان پر ایسا دور بھی گزرا ہے کہ اس کا کچھ بھی ذکر نہ تھا۔ آپ جتنے دوست

حافظ الحدیث مولانا عبد اللہ و خراستی و امت برکاتہم نے فرمائی۔ عالموں کی مجلس برسی
 اچھی ہوتی ہے (علماء و عاقلین کی) انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اس
 وقت سے شروع ہے جب روح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا۔ اس
 وقت سے اللہ تعالیٰ آپ کو تعلیم دیتا چلا آ رہا ہے۔ اس وقت بھی تعلیم دی۔ پھر اس
 عالم ناسوت میں بھی تعلیم دی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف فرما
 تھے۔ اور اب بھی اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تعلیم دے رہا ہے۔ اور آپ
 فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ تعلیم قیامت تک جاری رہے گا۔ اور مولانا و خراستی کی یہ بات
 عرض کر رہا ہوں وہ زندہ ہیں۔ سلامت ہیں (اللہ ان کو سلامت رکھے) اس کی دلیل
 انہوں نے یہ بتائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے بخاری میں موجود ہے۔
 کہ قیامت کے دن جب ساری مخلوقات دوسرے انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں
 اور شفاعت کے لئے ان سے سوال کرے گی۔ اور وہ شفاعت کے لئے اپنے پیغمبر بچائیں
 گے۔ اور وہ عذر پیش کریں گے تو پھر ساری مخلوق جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے
 پاس آئے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت سر بسجود ہو جاؤں گا۔
 اور میں اللہ کی وہ تعریفیں کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت بتائیں گے یعنی
 اب نہیں بتائیں معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک علم جاری رہے گا۔ پڑھانے والے
 اللہ تعالیٰ اور پڑھنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر یاد رہے جو
 علم احکام اور تشریح کے متعلق تھا۔ وہ سب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دے دیا گیا۔ جیسا
 کہ سورہ المائدہ عا کی آیت الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ سے معلوم
 ہو رہا ہے۔ یہ الزویا و علم اس دعا کی قبولیت کی وجہ ہے جو بامر خداوندی حضرت
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ وَ قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

(آیت ۱۱۱) یہ سورہ اظہار میں ہے جو مکی ہے اسی طرح ارشاد قرآنی ہے۔ عَلَّمَك
 مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا سورہ
 النساء مکی میں ہے جو مدنی ہے۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہاں پر اِهْدِنَا
 الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ يَا اللَّهُ! چلا تو ہم سب کو سیدھے راستے پر اور سیدھا
 راستہ کون سا ہے؟ وہ راستہ ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یہ وہ
 تعلیم ہے جو سب نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی۔ تو پہلی تعلیم ہے وہی وہ جناب محمد رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم منتقل ہوئی۔ حضرت نوح علیہ
 السلام میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم منتقل ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام میں۔ حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کی تعلیم منتقل ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں، یہی تعلیم ہے جو محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر براہ راست ملی۔ اور یہی بات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے ایک مقلّم پر فرمائی اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میرے اتباع کے
 سوا ان کو کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔ تو یہ صراطِ مستقیم کون سا راستہ ہے؟ یہ راستہ ہے۔
 جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

اَنَّهُ ارشاد فرمایا۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وَضاحت
 کر دیا کہ یہ براہِ مستقیم کون سا راستہ ہے جیسا کہ میں نے تمہید میں عرض کر دیا ہے۔ فرمایا
 صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یہ راستہ ہے ان لوگوں کا جن پر تو نے
 اپنے انعام کیے۔ یعنی یہ راستہ تحقیقی نہیں ہے تقلیدی ہے۔ ایک آدمی اپنے دماغ سے
 کہہ لے کہ جی، صراطِ مستقیم وہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ میں نے بڑی کوشش کی ہیں
 نے بڑا معزز ماہر ہے، بڑی جان کھپائی ہے۔ لیکن مجھے پتہ چل گیا ہے، "اپنی دماغی قوتوں
 سے اپنے علم سے اور تجربے سے کہ جو میں کہہ رہا ہوں۔ یہ صراطِ مستقیم ہے۔ قرآن فرماتا

ہے نہیں تمہارا صراطِ مستقیم میرے نزدیک قبول نہیں ہے میرے نزدیک قابل قبول
 وہ صراطِ مستقیم ہے جو ان لوگوں کا اختیار کردہ ہے جن پر میں نے انعام و اکرام کئے ہیں
 اب اگر دنیا کے سارے عقلاء علم کے زور سے تجربے کے زور سے دلائل کے زور سے
 یہ ثابت کریں کہ شراب حلال ہے اور شراب کا پلنا صراطِ مستقیم ہے۔ تو ہم یہ کہہ
 دیں گے اور اس کہنے پر ہم حق بجانب ہوں گے کہ تمہارے سارے عقول ناقص ہیں۔
 جس نے صراطِ مستقیم وضع کیا ہے وہ ربُّ العالین اور اس کے سبب ہی یہ کہتے ہیں کہ
 شراب نجس ہے اور آخری پیغام میں قرآن فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا**
إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ
مِّمَّنْ عَمِلَ الشَّيْطَانُ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

المائدہ ۹۰) یہ تو گندگی ہے۔ اس لئے تمہارا اختیار کردہ راستہ صراطِ مستقیم نہیں ہے
 بلکہ صراطِ مستقیم وہ ہے جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں اور
 جن پر نعمت ہوئی وہ گروہ کون سا ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ **قَالَ لَيْتَ**
مَعَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا اللَّهَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا

النساء ۶۹) وہ منعم علیہ کون سا گروہ ہے؟ جس پر میری نعمتیں ہیں۔ نبی پہلا نمبر نبی کا۔
 جس کو میں نے اپنے کلام سے نوازا۔ جس کو میں نے اپنی ساری مخلوقات میں سے چن کر یہ
 بتایا کہ دنیا کے کروڑوں انسان اس وقت تک میرے ہاں قبول نہیں ہو سکتے جب تک
 اس ذات پر ایمان نہ لائیں۔ کوئی بھی نبی گذرا ہو زمانے میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 میری مراد سچے نبیوں سے ہے، اور دوسرا نمبر ہے صدیق کا۔ صدیق کسے کہتے ہیں
 صدیق کہتے ہیں اس انسان کو جو اپنے عمل سے اپنی بات کو سچا ثابت کر دے۔ ایک ہے

صادق دین کہتے والے زبان سے سچ کہا۔ مثلاً جیسے ہم کہہ دیتے ہیں "خدا کو مانتے ہو؟"
 بالکل مانتے ہیں۔ اور جب دودھ پیچنے کو کہتے ہیں اور کوئی پوچھے "کیا دودھ میں پانی
 ہے؟" تو یہ کہہ دیتی ہیں۔ ایک سیر پانی ہے اور اس میں ایک پاؤدروہ ہے خدا کو ہم ضرور
 مانتے ہیں۔ یہ صدیقیت نہیں۔ یہ تو کذابیت ہے۔ صدیق وہ ہے جو زبان سے کہا
 اس پر عمل بھی کیا۔ اُسے کہتے ہیں صدیق۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کے متعلق فرمایا: **وَإِذْ كُرِّ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ
 صِدِّيقًا نَبِيًّا**۔ (مریم ص ۱۷) ابراہیم جو تجھے جو زبان سے نکالا اس پر سچے آئے
 سورہ بقرہ میں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے
 ہیں کہ میں نے ان سے کہا۔ **إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ**۔ ابراہیم یا میرا مطیع ہو جا
قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (بقرہ ص ۱۲۵) اللہ جس میں مطیع ہو گیا۔
 پھر کیسے مطیع بنے؟ اس پر سچے آئے کہ نہ آئے؟ ابھی گھری تھی کہ اللہ تعالیٰ
 نے حکم فرمایا کہ ابراہیم مقابلہ کرو اس مزود کا اور مزود یوں کا۔ آپ کو آگ میں ڈال دیا
 جاتا ہے آپ ثابت قدم رہتے ہیں۔ اسلام ہوا کہ نہ ہوا؟ پھر حکم ہوتا ہے کہ اسے
 ابراہیم! اس اپنے بچے کو اور اس اپنی بیوی کو یہاں سے نکالو۔ اور میرا وہ گھر جو میں
 بنانے والا ہوں۔ جس کی جگہ میں تمہیں بناؤں گا وہاں جا کر چھوڑ دو۔ **يَوَادُّ خَيْرٍ**
ذِي ذُرِّيَةٍ (ابراہیم ص ۱۲۵) جہاں پر نہ کوئی پارک ہے، نہ ہوٹل، نہ کوئی مکان ہے
 کچھ بھی نہیں ہے۔ پانی تک نہیں ہے عرض کیا بالکل ٹھیک ہے۔ صدیق ہونے کہ نہ ہوگا؟
 ابراہیم میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ندی خیر مزورہ کو اور حضرت

لے الا بیا ر مانتے۔ ۱۔ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِآيَةٍ (الحج ص ۲۶)

اسماعیل علیہ السلام کو لے کر وہاں پہنچتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے قریب جسے قرآن نے فرمایا ہے۔
 يَوْمَ خَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّمَازُجِ
 ایسی وادی جو عزیز ذی زرع ہے اس میں کوئی سبزہ نہیں ہے مگر اللہ کے گھر کے نشانات
 موجود ہیں۔ توحیب واپس آنے لگے کھجوروں کا کچھ تھوڑا سا حصہ اور پانی کا ایک مشکیزہ
 اپنی زوجہ محترمہ کے حوالے کیا اور فرمایا کہ بس اب میں جا رہا ہوں۔ تو جان اور تیرا
 کام جانے تجھے اب یہیں رہنا ہے۔ احادیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
 ہیں۔ آپ کی زوجہ محترمہ نے عرض کیا۔ اے اللہ تعالیٰ کے نبی! یہ کیا ہے۔ یہیں کہاں
 کھجور کہ آپ جا رہے ہیں؟

میرے دوستو اور میرے بھائیو! ہم اس نخیل کو دماغ میں نہیں لاسکتے چھ
 وہاں پر ہوا۔ ہم میں سے کون ہے؟ ہم تو نماز باجماعت نہیں پڑھتے۔ اسے میاں
 نات نماز میں نہیں آئے؟۔ اہی بات گھر میں کہی نہ تھا۔ گھر والے اکیلے تھے۔ اور میں
 نے گھری میں نماز پڑھ لی۔ یعنی ہم مسجد نہیں جاسکتے اپنے بیوی بچوں کو علیحدہ چھوڑ
 کر جماعت کے ساتھ نماز اس بہانے سے نہیں پڑھتے اور ایک یہ ہیں اللہ کے نبی
 صدیق۔ صدقیت بڑی اونچی بات ہے۔ تو زوجہ محترمہ آپ سے پوچھتی ہے کہ اسے
 میرے خاندان! اسے میرے شہرنا مار صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہاں جا رہے ہیں!
 یہ چھوٹا بچہ اسماعیل علیہ السلام دودھ پینے والا بچہ اور پانی کا ایک مشکیزہ اور تھوڑی سی
 کھجوریں اور یہاں نہ کوئی بازار نہ کوئی مارکیٹ نہ کوئی شہر نہ کوئی پڑوسی۔ کیا آپ کو یہ
 اللہ کا حکم ہے۔ آپ نے جواب فرمایا۔ اے میری بیوی! مجھے میرے رب نے اس
 بات کا حکم دیا ہے۔ تو حدیثوں میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آپ نے

لے بخاری

عرض کیا۔ بس اب جائیں۔ جس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ میرا نگہبان ہے۔ کتنی
 متشکر ہوں یہی تھی؟ سبحان اللہ ایسی بیویاں اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب کرے۔ ہماری
 بچیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نیک صالح فرمائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا ایمان اور
 اعتماد رکھیں۔ تو یہ صدیقیت ہوئی۔

پھر وہی کچھ جب چلنے پھرنے کے قابل ہوتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ اے میرے
 بیٹے! اِنِّیْ اَزٰی فِی الْمَنَامِ اِلَیَّ اَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَا ذَا
 تَرٰی (الصفۃ ۱۰۱) میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تیرا
 کیا خیال ہے؟ نبی کا خواب بھی الہام ہوتا ہے نبی بڑی اونچی ذات ہوتی ہے۔ نبی
 کوئی خالی لیڈر نہیں ہوتا۔ یا کوئی خالی مبلغ نہیں ہوتا۔ نبی سب سے نبوت بڑی اونچی
 چیز ہے۔ نبی نیند میں بھی نبی۔ نبی زمین پر بھی نبی۔ نبی آسمان پر بھی نبی۔ نبی گھر میں بھی
 نبی۔ نبی باہر بھی نبی۔ نبی مسجد میں بھی نبی۔ نبی سوتے ہیں بھی نبی۔ نبی بیٹھتے بھی نبی۔
 فرماتی ہیں کہ میرے بستر پر بھی جبرئیل تشریف لائے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے پاس ہے۔ نبی ہر حال میں نبی۔ نبی اس وقت بھی نبی۔ نبی قیامت تک نبی۔ جناب محمد
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہر وقت نبی، نبوت بڑا اونچی مقام ہے نبوت ایسی چیز
 نہیں جو سلب ہو سکے یا مرتفع کر دی جائے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صدیق ہیں۔ خواب میں دیکھتے
 ہیں کہ میں نیٹے کو ذبح کر رہا ہوں پوچھتے ہیں بیٹے سے کہ بچے کیا کیا جائے؟ بلکہ جراب
 میں کہتا ہے نَبَاتٍ اَفْعَلُ مَا تُؤْمَرُ سَجِدُ لِي
 اِنْ شَاءَ اللهُ مِنَ الصَّابِرِينَ (الصفۃ ۱۰۱) اے ابا جی! جس

بات کا امر ہے (دیکھئے تُوْمَسْر) اسماعیل علیہ السلام بچتے ہیں۔ لیکن نبی ہونے والے ہیں۔
 نبی الانبیاء کے دادے ہیں۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ اباجی! میں سمجھ گیا آپ نے مجھے
 بتایا کہ اِنِّیْ اَرِیْ فِی الْمَنَامِ سَیِّدِنَا اللّٰہُ اَقْرٰنَ اللّٰہِ تَعَالٰی مَجھے اور آپ
 کو بھی سمجھائے جھائی۔! بڑی پیارا کلام ہے اللہ تعالیٰ کی باتیں بڑی پیاری ہوتی ہیں۔
 حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے ہیں کہ مجھے جو خواب میں حکم ہوا ہے وہ وحی ہے۔ لیکن
 بیٹے کے سامنے تعبیر کیا فرمائی؟ لَیْسَتِیْ اِنِّیْ اَرِیْ فِی الْمَنَامِ اِلَّا اَنْ اَذْبَحَکَ
 فَانظُرْ مَاذَا تَشْرٰی میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں تو بتا میری
 بیلائے ہے؟ آپ عرض کرتے ہیں یَسَابِتْ اَفْعَلْ مَا تُوْمَسْرُنَا سے
 میرے ابا اَفْعَلْ تَرَکْزِرْ مَا تُوْمَسْرُ جِسْ کا تجھے حکم ہوا ہے یہ نہیں فرمایا جو خواب
 میں تو نے دیکھا ہے پورا کرنے یعنی فرمایا کہ میرے ابا جی میں جانتا ہوں کہ تیرا خواب
 بھی اللہ کا حکم ہے وہ بھی الہام ہے۔ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ مِنْ
 الصّٰبِرِیْنَ آپ دیکھیں گے کہ میں بڑا صبر کر رہا ہوں گا۔

اور قرآن نے اس پر بھی گواہی دی وَ اذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ
 اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ کَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا مَّرْمُوْمًا
 اے میرے حبیب! اس کتاب میں اسماعیل علیہ السلام کا بھی ذکر کرو۔ اِنَّہٗ
 کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ اُوہ اپنے وعدے میں پورے اترے باپ کے ساتھ
 جو وعدہ کیا تھا کہ میں ثابت قدم رہوں گا۔ اس میں آپ پورے اترے تو صدیق کہتے
 ہیں اس ذات کو اس انسان کو جو اپنے قول کو اپنی عملی زندگی میں پورا کر دکھائے۔ تو
 ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ کون ہیں؟ وہ منعم علیہم لوگ ہیں۔ تیسرے نمبر پر شہید ہے شہید
 کہتے ہیں اس ذات کو اصطلاحی طور پر کہ جو ذات اپنے قول اپنے عمل میں اس حد تک

آگے چلی جاتے کہ جان کی بھی پروا نہ کرے۔ یہ لوگ جو شہید ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے
 عزیزے پر یقین ہوتا ہے کہ جو میرا عزیز ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ میں اپنی جان تو لے
 دوں گا لیکن نظریہ کو پیچھے نہیں آنے دوں گا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ ان کے متعلق حدیث میں ہے کہ
 غزوہ موتہ میں آپ تشریف فرما تھے۔ آپ کے دائیں ہاتھ میں تھا علم نبوی جسے جناب
 کہا جاتا ہے اس کو آپ نے گرنے نہیں دیا۔ دائیں ہاتھ کو جب کاٹا گیا تلوار لگی تو وہ
 بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا۔ بائیں ہاتھ کو جب کاٹا گیا تو اپنی کہنیوں میں اس بھنڈے کو
 تھام لیا۔ جب کہنیاں بھی کٹ گئیں تو منہ میں تھام لیا کہ علم نبوی پیچھے نہ گریے تب جعفر
 کا لقب پایا۔ جب حضرت جعفرؓ کے گھر میں خبر پہنچی کہ جعفرؓ شہید ہو گئے۔ حضور
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَا آيْتُ جَعْفَرَ يَطِيرُ بِمَا أَحْيَاهُ فِي
 الْجَنَّةِ ۗ میں نے دیکھا کہ جعفرؓ اپنے دونوں پرول کے ساتھ جنت میں تیر رہا
 ہے۔ رونے کی کون سی بات ہے؟ طیار لقب پایا تیرنے والا۔ اڑنے والا اور
 قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اس کی شرح اپنی کوکب وری میں فرماتے
 ہیں۔ يَطِيرُ بِمَا أَحْيَاهُ ۗ اَي جَسَدِهٖ وَ شَخْصِهٖ ۗ دونوں پرول
 کے ساتھ اڑ رہا ہے یعنی اپنے بدن کے ساتھ اُڑ رہا ہے جنت میں۔ میں نے جعفرؓ
 کو دیکھا تو حضرت جعفرؓ نے بھنڈے کو پیچھے نہیں گرنے دیا۔ اپنی جان کی بازی لگا دی
 عزیز یہ اسی کو کہتے ہیں۔ جان کی بازی لگا کر اس بات کی شہادت دی جاتی ہے کہ میرا نظریہ
 اور عقیدہ درست اور حق ہے۔

آپ کو شائد یہ یاد ہوگا۔ اکثر دست پڑھے لکھے ہیں۔ پچھلے دنوں جب چین
 کے وزیر اعظم چو این لائی صاحب آئے تھے ہمارے ہاں وہاں ہو کر تو کراچی کی شاہ

کسی تقریب میں اُن کے استقبال کے لئے جھنڈیاں باندھی گئیں۔ دونوں قسم کی جھنڈیاں تھیں۔ پاکستانی جھنڈیاں بھی تھیں۔ اور چینی جھنڈیاں بھی تھیں۔ تو ایک جھنڈی اسی سے ٹوٹ کر قالین پر گر پڑی۔ جب چوہا این لال صاحب آئے تو انہوں نے اس جھنڈی کو زمین پر سے اٹھا لیا۔ کیوں اٹھایا؟ وہ سمجھتے تھے کہ یہ میرا ملکی نشان ہے۔ کانڈ کی چھوٹی سی جھنڈی زمین پر گر پڑی تھی۔ اس کو اٹھا کر اپنے سیکڑی کے حوالے کر دیا۔ کہ اس کو زمین پر پست کرنے دیا جائے۔ میں نہیں دیکھ سکتا کہ میری آنکھوں کے سامنے چین کا جھنڈا یا اس کا نشان گرے۔

میری باتوں سے آپ ناراض نہ ہوں۔ یہ وہی مجلس ہے۔ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ خود کرتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جھنڈا، وہ شعارہ اسلامی ہماری سفید ڈاڑھیاں ہوتی ہیں۔ نوٹ کرنا لیں میں ڈال دیتے ہیں۔ کہتے ہیں جی ڈاڑھی میں کیا رکھا ہے؟ ڈاڑھی میں بھی کچھ نہیں رکھا۔ نماز میں بھی کچھ نہیں رکھا۔ رکوع میں بھی کچھ نہیں رکھا۔ زکوٰۃ میں بھی کچھ نہیں رکھا۔ تو رکھا کہاں ہے؟ بتا دیا جائے تاکہ وہاں سے لے کر صیب میں ڈال لیا جائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بھی سنت ہو میرے صحابی! چھوٹی ہو یا بڑی ہو جس سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیا رہتا۔ ہمارے لئے باعث احترام ہونی چاہئے۔ ہو سکتا ہے ایک سنت پر عمل سے بھی نجات مل جائے جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا تو موچوں کو کترانا رہ یہاں تک کہ تو مجھ سے رخصت کو شہر پہنچے۔ یہ ضروری نہیں کہ ڈاڑھی والے دلی بن جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ڈاڑھی والے بے ڈاڑھی سے زیادہ گنہگار ہوں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اُس کے کچھ اعمال اتنے اچھے ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہو جائے اور ایک ڈاڑھی والا اتنا مجرم ہو کہ وہ خدا کے ہاں

مردود ہو جائے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ تو ماننا پڑے گا۔ کہ شعارِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور ادب کس کے کیا۔ میں بات عرض کر رہا ہوں۔ آپ میری باتوں سے ناراض نہ ہوں۔ یہ شعارِ جو ہوتے ہیں قبول کے۔ اسی کو یونہی فارم کہا جاتا ہے۔ اس کو ثقافت کہا جاتا ہے۔ ثقافت کا یہ مفہوم نہیں ہے۔ کہ گھنگرو باندرہ ویسے جائیں اور ناپچھے لگیں۔ ثقافت یہ ہے کہ ہم پہچان لئے جائیں۔ کہ یہ کون سی قوم ہے۔ ہمارا وہ یونہی ہو کہ ہمیں پہچان لیں دوسری ملیں کہ یہ کون سے لوگ ہیں۔ کیا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ یا کسی دوسرے کو ماننے والے ہیں۔ جب اس بات کا اظہار پیدا ہو جائے کہ فلاں کام فلاں چیز ہمارے قومی اور ملی شعار میں ہے۔ تو پھر عمل میں جاتی ہے۔ مجاہد دکن سید محمد قاسم رضوی نے فرمایا کہ میں محترم کی تعطیلات میں ڈار صاحب نہیں منڈایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ۱۸۳۹ء میں جب تعطیلات کے بعد حسب معمول ڈار صاحب کرتے بیٹھا تو فوراً خیالی آگیا کہ یہ بالی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں چنانچہ چھوڑ دیئے اور آج تک موجود ہیں۔

تو عرض خدمت میں یہ کر رہا تھا۔ کہ شہید اسے کہتے ہیں۔ جو اپنے نظریے اپنے جان کی بازی لگا دے۔ یہ تمیز منبر ہوتا ہے۔ **أُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ** اور چوتھے منبر پر آتا ہے۔ **وَالصَّالِحِينَ** عام نیک لوگ جو اللہ کے حکم کو مانتے ہیں اور نتیجہ نکالا **وَحَسَنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا** ان لوگوں کی رفاقت بہت اچھی ہے۔

تو ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی **إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ** چلا ہم کو سیدھے راستے پر یا دکھا ہم کو سیدھا راستہ تاکہ ہم اس پر چلیں اور وہ راہ

کون سا ہے؟ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اُنْ لَوْكُلُوں كَارِسْتَه
اُنْ پاكبازوں كَارِسْتَه جن پر تو كے اپنے انعام والام كئے۔

عَزِيزُ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ اُنْ

لوگوں كَارِسْتَه جن پر تيرا غضب هُوا۔ اور اُنْ لوگوں كَارِسْتَه جو گمراه هُوتے۔

اس حصے كى تفسير ميں بهت سے احكام ميں بهت سى تفصيل هے۔ مگر ميں چاهتا

هوں كہ آج سوره فاتحه كادر ميں ختم هوى جائے تو چاهتا هے۔ اس لئے ميں انجبالى طور

پر عرض كرتا هوں كہ عائشه صديقه فرماتى هى اور اسى كوا كثر علماء نے اختيار فرمايا كہ

مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ سے مراد يهود ميں، اور الضَّالِّينَ سے مراد نصارى

هى۔ قرآن كريم نے رويہ اول سے مسلمانوں كو متنبه فرمايا كہ ديكھو تم يهوديوں اور نصارى

كے عقيدوں كو۔ ان كے طرز عمل كرايان پر اعتماد كو كچهى هى اپنے دل ميں مت لاؤ۔ يهوديوں

كارسته يهوديوں كا طرز عمل عيسائيوں كارسته عيسائيوں كا طرز عمل يہ دونوں تہا سے

لئے خطرناك هى عقيدے كے اعتبار سے بهى ہر اعتبار سے يہ تہا سے لئے خطرناك

هى۔ قرآن نے صاف كہا۔ آگے آتا هے قرآن كے پہلے ہى پائے ميں۔ وَ لَنْ

تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَبِيعَ مِلَّتَهُمْ

واقعه ۱۲۱) اسے ميرے جديت! يہ يهود اور نصارى تجھ سے كچهى راضى نہ هوں گے ميں

تلك كہ تو ان كا دين اختيار كرنے۔ يہ لوگ جب محمد رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم سے راضى

نہىں هوتے تو مجھ سے راضى هوسكتے هى؟ آپ سے راضى هوسكتے هى؟ تم كن حيايوں

ميں هى۔ اور آج تو دنيا كى قوم ميں تمہيں پيسے كے لئے تيار ميں۔ اللہ تعالے ان كے ارادوں

كو ناكام كرسے۔ اللہ تعالے مسلمانوں كو ان كے حملوں سے بچائے۔ ليكن آپ تو سچے

كچھ دوست ميں۔ آپ كو يہ بات معلوم تو هونگى كہ ابھى كچھے دنوں پوپ روم سے چل كر ميں

آیا اور اس سے پہلے ۱۹۶۴ء کے شروع میں پوپ روم سے چل کر اسرائیل آیا۔ کیا یہ واقعات ویسے ہی ہیں؟ پوپوں کی تاریخ میں میرا خیال ہے کہ یہ پہلا واقعہ ہے کہ پوپ روم سے چل کر کسی دوسرے ملک میں گیا ہو۔ پھر خصوصاً اس ملک اسرائیل میں جہاں حکومت یہودیوں کی ہے اور یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا یا قرآن نے اس کی نفی کی اور کہا اللہ نے آپ کو سلامت اٹھا لیا، لیکن اپنے غدیے کے مطابق تورہ قائل ہوئے یعنی یہودی جو حضرت مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں یہودیوں کے ملک میں پہلی دفعہ پوپ آتا ہے، پھر وہ پوپ وہاں سے چلا اور ہندوستان میں آیا ہندوؤں کے پاس۔

بھائی یہ کیا بات ہے؟ یہ کس خیال سے تشریف لارہے ہیں؟ یہ کس کے لئے تجویزیں جو رہی ہیں؟ کہیں یہ بات تو نہیں کہ دنیا کے مسلمانوں کو نابرد کر دیا جائے؟ اس وقت دنیا میں اٹھارہ ملک **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** پڑھنے والوں کے زانو ہو چکے ہیں۔ انڈونیشیا سے لے کر طرابلس تک یہ ایک لائن بن چکی ہے۔ جن میں سے اکثر ممالک میں باقاعدہ معاہدے بھی ہو چکے ہیں۔ یہ کیا بن رہا ہے؟ یہ بات یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے لئے باعثِ فکر بن گئی، یاد رہے کہ ساری ایک ملت ہے خواہ وہ یہودی ہوں، خواہ وہ ہندو ہوں، خواہ وہ عیسائی ہوں۔ مسلمانوں کے خلاف قرآن میں صاف ہے **لَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَہُوْدُ وَلَا النَّصْرٰی حَتّٰی تَسْلُبَ حِلَّتَہُمُ** ہم کسی پر حملہ نہیں کرتے لیکن ہم یہ تو سوچیں کہ ہمارے دوست ہمارے متعلق کیا سوچ رہے ہیں۔ ہمارے متعلق کیا کیا باتیں سوچی جا رہی ہیں اور شاید پھر یہ بھی پڑھا ہوگا آپ نے اخباروں میں کہ ابھی کچھ دنوں یہودیوں نے ایک محضر پیش کیا پوپ صاحب کی خدمت میں۔ جس میں استدعا کی کہ ہمارے متعلق جو ۱۹۶۴ء

سال ہو گئے۔ یہ بات مشہور ہے کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کے قاتل ہیں۔ اس بات کو مٹا دیا جائے
 ہم عیسیٰ علیہ السلام کے قاتل نہیں ہیں۔ گویا دو ہزار سال کے بعد یہ درخواست وی ہیودیوں
 نے چنانچہ پوپ نے اپنی مذہبی مجلس کو بلایا اور عذر و خواہش کے بعد جو فیصلہ کیا۔
 وہ فیصلہ اخباروں میں آچکا ہے۔ وہ فیصلہ یہ ہوا کہ پوپ نے یہودیوں کی یہ درخواست
 منظور کر لی کہ واقعی تم مسیح علیہ السلام کے قاتل نہیں ہو۔ دراصل یہ کلمہ قرآن کی صداقت
 ہے۔ قرآن شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ **وَإِنْ مِنْ أَهْلِ
 الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِمْ وَلَيَوْمَ الْقِيَامَةِ
 يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا** (النساء، ۱۵۹) ایک وقت آئے گا کہ
 دنیا کے سارے اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ تو ہم تو الحمد للہ
 پہلے ہی مانتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور عیسائی بھی
 مانتے ہیں اور وہ یہودی جو ۱۹۶۲ سال سے کہہ رہے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ہم نے
 صلیب لگایا۔ انہوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو مان لیا تو یہ تو قرآن کی
 صداقت ہو گئی۔

تو میں عرض خدمت میں یہ کہہ رہا تھا۔ یہ باتیں ضروری نہیں بلکہ ضروری ہیں قرآن
 تو ہدٰی للناس ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فرماتے ہیں کہ **تَمَّ مَعْضُوبٍ
 عَلَيْهِمْ** کہ راستے کو مت اختیار کرو۔ اور نہ ضالین کے راستے کو اختیار کرو۔ ہم
 اللہ سے یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ! ہمیں اس قوم کا راستہ نہ دکھا جس پر تیرا
 غضب ہوا۔ اور حدیث کی روشنی میں وہ کون ہیں؟ یہودی ہیں۔ اور نہ اس قوم کے راستے
 پر چلا۔ جو ضالین ہیں اس سے مراد حدیث کی روشنی میں نصاریٰ ہیں
 ان کی گمراہی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں جتنے نظریات آئے۔ ان

نظریات ہیں۔ یہود اور نصاریٰ کے آسمانی نظریات تھے لیکن یہ کیوں بھٹکے؟ میرے
 دوستو! میرے بھائیو! ایک ہوتے ہیں اصول، ایک ہوتی ہے شخصیت۔ ان میں سے
 ایک نے اصول لئے، شخصیت کو چھوڑ دیا۔ ایک نے شخصیت کو اصول کو چھوڑ دیا، یہودیوں
 نے بعض اصول تو لے لئے تو رات کے لکین شخصیتوں کو چھوڑ دیا۔ ان کے متعلق قرآن میں
 آتا ہے وَ لَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ کسی نبی کو جھٹلایا۔ کسی کو قتل
 کیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کو قتل کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب لگانے کی کوشش
 کی یعنی یہودیوں نے بعض اصول تو لئے لیکن شخصیتوں کو چھوڑ دیا۔ اور عیسائیوں نے اصول
 چھوڑ دیئے شخصیت کو لے لیا کہنے لگے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں تعلیم
 پر عمل کچھ بھی ضروری نہیں۔ خدا تعالیٰ کا بیٹا ہے بس ہمیں بخشو الے گا۔ کفارۃ المسیح پر سہارا
 ایمان ہے، شخصیت لے لی اور اصول چھوڑ دیئے۔ قرآن نے بتایا اصول بھی اور شخصیت
 بھی مانو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت بھی۔ تمہارا ایمان سونا چاہیے
 کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات سے زیادہ میری نظر میں محبوب ہیں
 اور جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں صحیح حدیث میں وَ اَللّٰهُ لَیْلَیُؤْمِنُ
 مجھے خدا کی قسم ہے کہ تم میں سے کسی مومن نہیں ہو سکتا (تین دفعہ فرمایا) حتیٰ تا
 اَکُوْنُ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَاٰلِہٖ وَ وَاٰلِہٖ وَ النَّاسِ
 اَحَبِّ عِیْنٍ۔ بیان تک کہ اس کے دل میں میری محبت اس کے باپ سے اس کے
 بیٹے سے اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو یہ ہے محبت یعنی شخصیت کا احترام اور عمل کے
 متعلق بھی فرمایا کہ لے فاطمہ زہرا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، لَا اَعْزَبُ عَنْکَ

۱۔ بخاری تفسیر سورہ الشعراء

۱۰ بقہ ۱۱

مِنَ اللَّهِ شَيْئًا. اے میری بیٹی! تو مت یہ کہہ دینا کہ میں چونکہ محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کی بیٹی ہوں اس لئے بیٹی ہونے کی وجہ سے چھوٹ جاملے گی۔ نہ تمہیں بھی اپنے
 عمل کرنے پڑیں گے یعنی اصول کہ بھی پکڑ لو اور شخصیت کو بھی پکڑو۔ یہ دو پہیے ہیں اسلام
 کی گاڑی کے، اگر شخصیتوں کو چھوڑ دیا گیا اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام
 چھوڑ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت چھوڑ دی گئی، کچھ بھی نہیں بچتا۔
 اور اگر عمل کو رہا ہے، لیکن عقیدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہے۔ تو کچھ
 بھی نہیں بچتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت، شخصیت کا احترام اور حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل، یہ دونوں چیزیں ہیں۔ ان پر عمل کریں گے تو کامیاب
 ہوں گے۔

آخر میں ہم پڑھا کرتے ہیں اٰمِنِ اٰمِنِ اَللّٰهُمَّ اَسْتَجِبْ
 اللہ تعالیٰ! ہماری دعاؤں کو قبول فرما، یہ آئین کا کلمہ قرآن میں نہیں ہے۔ لیکن حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو گویا قرآن ہی کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اور حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مسلمان سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے وَلَا الضَّالِّينَ
 پڑھتے ہیں اور پھر آئین کہتے ہیں۔ تو فرشتے بھی آئین کہتے ہیں۔

يَا اللّٰهُ! تیرے بندوں نے تیری بڑی حمد و ثنا کی۔ اور کچھ سے ایک بڑی اچھی چیز
 مانگی۔ اللہ تعالیٰ! تو ان کی دعاؤں کو قبول فرما۔ تو فرمایا۔ هِيَ اَسْتَجِبْ
 هِيَ وَافِقٌ تَامِيْنَةٌ تَامِيْنَةٌ الْمَلٰٓئِكَةُ عَفِيْرَةٌ هِيَ
 تَقْدَمُ مِنْ ذَمِّيْهِ۔ اللہ تعالیٰ اس کے پہلے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

۱۔ تفسیر وغیرہ کتب حدیث

جس کی آئین فرشتوں کی آئین کے ساتھ مل جائے مسئلہ تو نماز کا ہے۔ لیکن ویسے
 بھی قرآن پڑھنے کے بعد بھی آئین کہتے ہی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ہمارے ان دعاؤں کو قبول
 فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کی سمجھ نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے اور مجھ
 سے سب سے راضی ہوں۔ آمین! قرآن کریم کی سب سورتوں میں یہ شرف صرف
 اسی سورت کو حاصل ہے۔ اس کے پڑھنے کے بعد آئین کہنے کا حکم فرمایا۔ اس لئے اس
 سورت کو مشکلات میں پڑھنا مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشنے۔

تیسرا درس قرآن حکیم (سورہ بقرہ)

منفقہ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ جنوری ۱۹۶۵ء

یہ درس مقدس سورہ بقرہ کی مندرجہ ذیل تین آیات کا درس ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . الْقٰہُ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى
لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ ۝ وَ مِنْ
رَزَقْنٰهُم مِّنْ قَبْلِہٖ یَنْقُوتُوْنَ ۝

اس میں چھ مضامین اور کام علمی نکات آئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

- ۱۔ الفاظ قرآنی کی تین قسمیں ہیں محکم، متشابہ، حروف مقطعات
- ۲۔ بعض سورتوں کو حروف مقطعات سے شروع کرنے کی حکمت حروف مقطعات شروع نہیں کیے ہیں۔

۳۔ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ بیکہ سانسے قرآن مجید کا ربط

۴۔ چار علامتوں کے بعد مقصد حاصل ہوتا ہے

۵۔ تقویٰ کی تعریف۔ رزق حلال کی عظمت اور فضیلت۔

۶۔ نماز اور صدقہ اتفاق فی سبیل اللہ کا باہمی تعلق

۷۔ خاتمہ بالخیر کے لئے صدقہ مفید ہو سکتا ہے صدقہ عمومی نیکی کا نام ہے۔

۸۔ بندوں کے حقوق جہاد سے بھی معاف نہیں ہوتے۔

۹۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج و اولاد کے لئے وحی اور دلیل ہیں۔

۱۰۔ دور حاضرہ کے مرشد کمال حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کا واقعہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورہ بقرہ کے شروع میں چند باتیں عرض کرنی نہایت ضروری ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سورتوں کے جو نام ہیں وہ سب تفسیری ہیں۔ توفیق کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمائی ہیں جو آپ سے صادر ہو چکی ہیں اب بعد میں امت میں سے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ ان میں رد و بدل کرنے سورتوں کے نام تفسیری ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں مثلاً اس سورہ کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے سورہ بقرہ۔ اب بعد میں امت سے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس نام کو بدل دے۔ اور یہ کہہ سکے کہ قرآن میں تو نہیں آیا۔ کہ اس سورہ کا نام بقرہ ہے۔ ہم کہتے ہیں قرآن میں تو نہیں آیا لیکن جس پر قرآن نازل ہوا صلی اللہ علیہ وسلم اس نے فرمایا کہ اس سورہ کا نام بقرہ ہے۔ جسی وجود اقدس پر قرآن کا نزول ہوا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس سورہ کا نام بقرہ ہے۔ تو بعد والوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اس نام کو بدلائیں۔ سورتوں کے نام جو نہ کرنے ہیں جہاں تک علمائے تفسیر نے فرمایا ہے۔ اس قاعدے کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ آپ سورہ کا نام دیکھ کر ہی اندازہ کر لیں گے کہ آگے کو کس نام سے منسوب کر رہا ہے۔ سورتوں کے نام تجویز کرنے میں جہاں تک علمائے تفسیر نے فرمایا وہ یہی فرمایا کہ سورتوں کے نام رکھنے میں چند باتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ کسی سورہ میں جو کوئی قصہ کوئی واقعہ کوئی مشد اسم آیا ہو اس کی مناسبت سے سورہ کا نام رکھا گیا ہے مثلاً سورہ بقرہ میں بقرہ عربی زبان میں کہتے

اس لئے فرمایا وَ الرُّسُلُ يَنْحَوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ
 كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا رآل عمران ۷۷ فرمایا جو پختہ علم والے ہیں وہ تو کہتے
 ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ متشابہات بھی اللہ کا کلام ہے ہم جتنا جانتے کے
 مکلف ہیں جان لیا یہ معنی ہے۔ باقی ہم تفصیل میں کیوں جائیں جس کا ہمیں حکم نہیں
 دیا گیا۔ ہم اس بات کی تفصیل میں کیوں جائیں۔

تیسری قسم ہے میرے بزرگوار دوستو مقطعات مقطعات کا لفظی معنی
 ہے ٹکڑے ٹکڑے۔ علیحدہ علیحدہ کی ہوئی چیزیں یا کٹے ہوئے حروف قرآن کریم میں کچھ
 ایسی صورتیں ہیں کہ جن کے شروع میں حروف مقطعات آئے ہیں۔ جیسا کہ الـ
 حم۔ عسق کھلیص یہ حروف مقطعات ہیں بکرہ ٹکڑا۔ ک علیحدہ پڑھا
 ہ۔ ی۔ ع۔ ص علیحدہ علیحدہ کلمے پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو کہا جاتا ہے حروف
 مقطعات حروف مقطعات کے متعلق یہ ہے کہ الفاظ قوم جانتے ہیں کہ الفاظ
 تو یہ ہی ہیں مگر ان کا معنی کیا ہے یہ ہم نہیں جانتے ان سے مراد کیا ہے۔ یہ بھی ہم
 نہیں جانتے۔ ان کا معنی اور مراد وہ جانتے ہیں نے نازل کئے یا وہ جانتے جس
 پر نازل ہوا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بعض علمائے کرام نے لکھا ہے۔ کہ
 اللہ تعالیٰ حروف مقطعات کے معنی کا خواص نبی آدم پر انکشاف فرمادیتے ہیں جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے
 خواص نبی آدم میں سے) ان پر بھی ان حروف کے معنی کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم
 جیسے عام مسلمان ان کلمات کے معنی سمجھنے سے معذور ہیں ہم مکلف بھی نہیں کہ جانیں
 کمان حروف کے معانی کیا ہیں۔ یہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے نازل کیوں کئے۔ تو
 اللہ تعالیٰ نے نازل اس لئے کئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اس پر ایمان رکھو

کہ یہ میرا کلام ہے، خواہ بات تمہاری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ توحید اللہ تعالیٰ
 کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلَمْ یَا اَلَمْ ہم نے بھی کہہ دیا اَلَمْ۔ آپ نے فرمایا کہ اَلَمْ
 کا کلام ہے ہم نے بھی کہہ دیا کہ ہمارا ایمان ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے اس لئے جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اَلَمْ کو ایک کلمہ ایک حرف مت کہو۔
 اَلْفُ حَرْفٌ وَّلَامٌ حَرْفٌ وَهَيْمٌ حَرْفٌ اَلْفُ اَلْفٌ حَرْفٌ
 ایک حرف ہے میم ایک حرف ہے کیا مطلب؟ کہ جس آدمی نے ایک دفعہ پڑھا
 اَلَمْ اس کو تیس نیکوں کا ثواب مل جائیگا قرآن کا ایک کلمہ پڑھنے سے دس نیکوں
 کا ثواب ملتا ہے۔ هَسُّنُ حَبَاءٌ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرًا اَمْثَلِهَا
 ٹیکلی کرے تو دس نیکوں کا ثواب ایک کلمہ قرآن کا پڑھے تو دس نیکوں کا ثواب
 ملتا ہے۔ تو اب جن سورہوں کو حروف مقطعات سے شروع کیا گیا جو ترتیب وہ
 جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اے مسلمانو
 اسے مجھ پر ایمان لائے والو۔ اس سورہ میں جو آگے مضمون آ رہا ہے پڑھ سکتا ہے
 وہ مضمون تمہاری سمجھ سے بالاتر ہو۔ پڑھ سکتا ہے کہ تمہارے عقول کی وہاں تک رسائی
 نہ ہو لیکن جس طرح تمہارا ایمان ان حروف مقطعات پر ہے اسی طرح تمہارا ایمان
 آنے والی بات پر بھی ہونا چاہیے۔ جیسا کہ ابھی آجائے گا۔ سورہ آل عمران کے شروع
 میں فرمایا اَلَمْ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ سورہ مریم کے
 شروع میں فرمایا كَلِمَاتٍ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدُكَ مُرَكَّبَةٌ
 سورہ یوسف کے شروع میں فرمایا الرَّاتِلَاتُ الْاٰتِ الْكِتَابِ الْمُبِينِ

لے۔ دارمی و ترمذی ۱۱۰۔ سورہ الانعام آیت ۱۱۰

دیکھئے تینوں سورتوں میں عجیب عجیب باتیں ہیں جو انسانی عقول سے بالاتر سمجھی
 جاتی ہیں۔ آل عمران میں کیا بیان ہوا ہے آل عمران میں آتا ہے کہ حضرت مسیح
 باپ کے پیدا کیا تو پہلے ہی فرمایا اللہ جس طرح ان کلموں کو مانتے ہو کہ یہ میرا ہی
 ہے آنے والے مضمون کو بھی مانتا پڑے گا۔ کہ میرا وہ حکم ہے میرا وہ فعل ہے۔ سورہ
 کے پہلے فرمایا۔ کہ یٰعصیٰ اور آگے کیا فرمایا حضرت زکریا کو اولاد اللہ تعالیٰ
 ہی جب آپ بڑھے ہو چکے تھے سر کے بال سفید ہو چکے تھے۔ پتیلیں میں گودا بھی خشک ہو چکا تھا
 یٰاٰ اٰمُرْتَنِ تَعَاوَرٰ طیری بیوی تو ہے ہی ناقابل اولاد و مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَذٰلِكَ اَللّٰهُ
 لَمَّا يَشَاءُ اے زکریا میں جو چاہوں کر سکتا ہوں جس طرح کہ یٰعصیٰ کا معنی نہ سمجھنے کے باوجود
 نے ہو آنے والی بات کو بھی مانتا پڑے گا۔ سورہ یوسف میں یوسف علیہ السلام
 زندگی کے واقعات لکھے ہیں۔ کہ کس طرح ایک انسان جس کو سوتیلے بھائی کنوئیں میں ڈال
 اس خیال سے کہ بس اس کی زندگی ختم ہو جائے گی وہ کس طرح رب العالمین کی
 یت میں آتا ہے۔ اس بچے کو جو ایک کنوئیں میں ڈال دیا گیا تھا کس طرح اللہ تعالیٰ
 میں مصر کا بادشاہ بناتی ہیں۔ اب یہ بات بظاہر ذہن میں نہیں آسکتی کہ وہ بچہ جس
 میں ڈال دیا گیا پھر اس کے وہی بھائی جو اس کو کنوئیں میں ڈالنے والے تھے وہ
 کے سامنے عاجز اور ذلیل ہو کر پیش ہوتے ہیں۔ اس لئے پہلے فرمایا کہ اَللّٰهُ
 كَذٰلِكَ اَللّٰهُ اَلْمُبِیِّنُ کہ جس طرح اللہ کو مانتے ہو۔ اسی طرح آئے
 قصے پر بھی یقین رکھنا پڑے گا۔ اسی مناسبت سے میرے دوستوں میرے
 نبیؐ یہاں پر فرمایا اللہ یعنی سورہ بقرہ میں جو عقائد آتے ہیں جو واقعات
 ہے جو قصے آتے ہیں ان قصوں کے متعلق تم مت یہ فیصلہ کرو کہ ہمارے
 میں ہی نہیں آتا۔ آج کل فہمی کی بڑی بیماری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جی نہیں تو سمجھ نہیں

ہی نہیں آتا بھلا ہم نے اور کو لینی بات سمجھی ہے کہ یہ نہیں سمجھے ابھی تک انسان کسی
 پہنچ سکا ہے؟ دنیا کے بڑے بڑے سائنسدان کہتے ہیں کہ سائنس ایک مسلسل بہاؤ
 جاری ہے لیکن نتیجہ کسی بات کا نہیں نکلتا پانی ہم ہر روز پیتے ہیں یہ پانی کیا چیز
 یہ مادہ سیال ہے بہنے والا مادہ۔ یہ کس سے مرکب ہے۔ اس میں کتنی چیزیں
 اس میں کتنے اجزاء ہیں۔ آج تک پانی کے متعلق سائنسدان فیصلہ نہیں کر سکے

چیز ہے۔ روح جو ہمارے بدن میں جاری ساری ہے ہم سارے روح والے
 اس کے متعلق اب تک فیصلہ نہیں کر سکے۔ **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ
 الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ
 إِلَّا قَلِيلًا** (اسراء ۸۵) روح تو اللہ کا امر ہے۔ تمہیں تو علم

دیا گیا ہے۔ تم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ پانچ منٹ کے بعد ہمارے ساتھ
 والا ہے تم پر وگرام بنا لیتے ہو لیکن **مَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّا
 تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّا يَكُونُ لَهَا
 آجٌ وَلَا تَدْرِي لِمَا تَكْسِبُ الْيَوْمَ** (اسراء ۱۷) تمہیں تو یہ بھی نہیں پتہ کہ جس موٹر کو تم چلا رہے ہو وہ ہی تمہاری

کامیابی کا باعث ہو جائیگی۔ تمہیں تو یہ بھی پتہ نہیں کہ جو لقمہ تم منہ میں ڈال رہے ہو
 کہ ہمارے لئے موت کا باعث بن جائے گا تم کیا جانتے ہو۔ **الانسان کیا
 وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا** آج کل یہ بڑی بے
 گئی ہے کہ جی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ بھائی بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے

کے سگلف نہیں کہ باتیں سمجھتے پھرے ہمیں تو حکم دیا گیا **فَأَسْتَفِمْ
 أَمْهت (مہود ۱۱۲) اللہ کے نبی کو ارشاد ہے پختہ رہ۔ پکارہ جس طرح تجھ
 دیا گیا۔ تو ماور ہے عمل کا تیرے لئے جائز نہیں کہ تو سوچے کہ یہ کیوں**

چونکہ یہ باتیں بھی جلتی رہتی ہیں کہ یہ بات کیوں ہے۔ یہ بات کیوں کہی گئی
 ت کا فلسفہ کیا ہے۔ اس بات میں نکتے کیوں سے ہیں۔ تو ان نکتوں کی طرف
 کی ضرورت ہی نہیں جو اللہ کا حکم ہے اس کو تسلیم کر لیا جائے تو میں عرض کہ
 کہ اللہ حروف مقطعات میں سے ہیں اور یہ اس لئے سورۃ کے پہلے آئے
 اس سورۃ میں چند واقعات ایسے آتے ہیں مثلاً ایک واقعہ آتا ہے کہ
 ایشیل میں ایک آدمی قتل ہو گیا تھا جس کے قاتل کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ وَاِذْ
 سَمِعْنَا قَارِئًا مَرَّتُمْ فِيهَا۔ آپس میں ایک دوسرے پر
 کہ تو اللہ تعالیٰ نے ایک حکم فرمایا کہ ایک گائے ذبح کرو۔ اور اس مردہ
 کا ایک ٹکڑا لے کر میت پر مارو۔ یہ میت بول پڑے گی کہ میرا قاتل کون ہے
 دوسرے کو مردے پر مارو یعنی لغی اثبات جناب اور مردے کو مردے پر
 ذہن میں بات کیسے آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم ہے مارا تو مردہ بول پڑا
 میرا قاتل ہے۔ آگے پھر حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق تیسرے پارے
 ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پر ایک سو برس موت طاری رہی۔ اس کے
 بدہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا۔ دیکھا تو بدن بھی ٹھیک کپڑے
 بال بھی ٹھیک۔ ایک ذرہ بھی فرق نہ آیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام سو سال
 موت ان پر طاری رہی اللہ نے پھر ان کو زندہ کیا۔ ثُمَّ بَقِيتُكَ
 کَظْمٍ كَبِيْتٌ عَزِيْرٌ اَكْتَنَ زَمَانَهُ ثُمَّ يِهَانُ لِيُطْعَمَ رَسْمٌ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ
 میں میں قَالَ كَبِيْتٌ يَوْمًا اَوْ لَيْحًا يَوْمًا يَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ
 بیٹ گیا۔ کچھ دیر لیا رہا پھر بدن یادوں کا کچھ حصہ اللہ فرماتا ہے۔ سَبَلٌ
 بِمِائَةِ عَامٍ عَزِيْرٌ ثُمَّ سُوْسَالٌ يِهَانُ يَوْمًا يَوْمًا۔ سو سال یعنی پوری صدی

گزر گئی فَا نَظَرُ إِلَى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَكُنْ
 دیکھتے تیرا پانی بھی ٹھیک تیرا کھانا بھی ٹھیک۔ ان میں بدلہ پیدا نہیں ہوتی وہاں
 تھروس کھانے لٹن کیر بہ تھا۔ کچھ بھی نہ تھا۔ کوئی محافظ بھی نہیں۔ لیکن نبی جس
 کو کھانے والا ہے وہ خود ک بھی محفوظ نبی کا بدن بھی محفوظ کپڑے بھی نہیں پھٹے
 نہیں بڑھے واڑھی کے بالوں میں فرق نہیں آیا تو یہ بات ہماری عقل میں
 ادھی! کس طرح ہو سکتا ہے کہ سو سال زمین پر پڑا ہے۔ نہ چوٹیوں آئیں
 اور جانور آیا۔ سو سال تو بڑی چیز ہے سردی آتی ہے گرمی آتی ہے بارش ہوتی ہے
 دھوپ ہوتی ہے ہمارا تو یہ حال ہے جب ہم دنیا سے جاتے ہیں جس وقت ہمارا
 زندگی ختم ہوتی ہے تو پھر کیا ہوتا ہے پھر ہم ظالم دیکھتے ہیں غافل صاحب ذرا
 کہ لاش کی حالت خراب ہو رہی ہے۔ یہ لاش کی حالت بدل جاتی ہے ہماری
 ہم دو گھنٹے چار پائی پر نہیں رہ سکتے جب ہماری روح نکل جائے تو ہم دو گھنٹے
 پر نہیں رہ سکتے تین گھنٹے یہ انکیشن لگاتے ہیں برف کی سلیں رکھ دیتے ہیں تاکہ
 خراب نہ ہو کر اچھے سے بھائی اجماعے میت کو دیکھے پھر دفن کر دے ہم دو گھنٹے اپنی
 پر نہیں رہ سکتے روح نکلنے کے بعد لیکن اللہ کا نبی سو سال تک زمین پر پڑا ہوا
 تو یہ بات ہماری عقل میں نہیں آ سکتی تھی اس لئے سورہ بقرہ کے پہلے فرمایا دیکھو
 یا ایہ جو آگے آرہی ہیں وہ ماننا پڑیں گی جس طرح تم اللہ کو مانتے ہو اسی طرح
 بھی چند واقعات ہیں سورہ بقرہ کا تعلق پہلی سورۃ فاتحہ کے ساتھ یہ ہے کہ قرآن
 کرم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کا کلام بڑا با ترتیب با تفسیق ہے قرآن
 حَوْزُكُمْ نَبَايَا اِنْ عَلَيَكُمْ حَيْمَةُكُمْ وَ تَرَامَتُمْ فَاِذَا قَرَأْتُمُ
 قَاتِبِغُ قُرْآنًا هُ تَمَّ اَنْ عَلَيْنَا بَيَاتُهُ وَالسَّيَامُ

اللہ کی بات ہے۔ اللہ کی بات ویسے ہی تو نہیں ہو سکتی۔ سورہ فاتحہ میں جیسا کہ آپ نے پڑھ چکے ہیں ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایک دعا کی پیش کی تھی۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اے اللہ چلا ہم کو اسے سیدھا راستہ ہم نے سورہ فاتحہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت دعا کی تھی اس کے جواب میں فرمایا کہ ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ اے میرے بندے تو نے مجھ سے جو ہدایت مانگی تھی ہدایت کیا ہے؟ وہ ہدایت قرآن کریم ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورہ بقرہ کا ربط سورہ فاتحہ کے ساتھ ہمارے قرآن کا ربط ہے سورہ کے ساتھ۔ سورہ فاتحہ ایک دعا ہے یوں سمجھ لیجئے کہ جس کے جواب میں پورا قرآن نازل ہوا۔ ربط کے اعتبار سے اسی لئے ہمارے علاقے میں بلکہ تمام مسلمانوں میں تقریباً یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پہلے ہوتی ہے اور اس کے بعد پہلا پارہ شروع کیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ دوسرا پارہ قَلِكِ الْفَسَلُ تیسرا پارہ یہ ہے۔ اور سورہ فاتحہ پہلے یعنی سورہ فاتحہ ایک دعا ہے اس سے کہ یا اللہ تم مجھ سے سیدھے راستے کی دعا کرتے ہیں۔ سیدھا راستہ چاہتے ہیں سیدھا راستہ مانگتے ہیں۔ تو تم کو سیدھے راستے پر چلاؤ تو ہم کو سیدھا راستہ دکھاؤ۔ جواب میں فرمایا ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ قرآن مجید کو پاروں اور کوفوں کی شکل میں بعد میں ہمارے سمجھانے

اور آسانی کے لئے کیا گیا پہلے صرف سورہیں ہی تھیں اس سے کہیں شبہ نہ ہو سکتا
 سورہ فاتحہ قرآن سے باہر ہے نہیں یہ قرآن مجید کا حصہ ہے شاید اسی حکم کو مدن
 کرتے ہوئے تفسیر کی مشہور کتاب جلالین شریف میں اس کو قرآن مجید کے تقریباً وسط
 میں درج فرمایا ہو تیسری چیز جو میں اس ضمن میں عرض کرنا چاہتا ہوں جو آیتیں
 ابھی آپ کے سامنے پڑھی گئی ہیں میرے دوستو! میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے
 ان میں نجات کے اصول بیان فرماتے ہوئے عقائد، عبادات، معاملات اور پھر ان
 کا جو نتیجہ ہے وہ مرتب فرمایا ہے سب سے پہلی بات جو بیان فرمائی ذالک
 الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ
 يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ یہ بے پہلی بات قرآن کریم ہدایت ہے ان لوگوں
 کے لئے جو ایمان بالغیب رکھتے ہوں یعنی جو چیزیں ان کی نظروں سے اوجھل ہیں
 جن حقیقتوں کو وہ نہیں سمجھ سکتے لیکن ان کا ایمان ہے کہ اللہ کا حکم ہے۔ لہذا ایمان
 کو مانتے ہیں جیسا کہ خود رب تعالیٰ کی ذات پر ایمان۔ اب اللہ تعالیٰ کو کس نے
 دیکھا ہے؟ ہم جیسے گنہگار دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن اس کے
 باوجود حکم ہے کہ قَاعَلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (محمدا) یقین رکھو
 اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ واحد لا شریک ہے۔ خود انا لا انبار
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے نہیں دیکھا۔ جنت کو نہیں دیکھا، دوزخ
 کو نہیں دیکھا۔ قیامت کو نہیں دیکھا۔ لیکن ان سب چیزوں کو جاننے کے لئے ہم کو
 ایمان بالغیب لانے کا حکم دیا گیا ہے کہ ایمان بالغیب لائیں ان چیزوں پر کہ یہ
 چیزیں یقیناً میں سیدھے حقیقتیں یقیناً ہیں۔ یہ ہے پہلی چیز نجات کے لئے اس کو ہر آپ
 کے سامنے یوں عرض کر سکتا ہوں تاکہ بات ذہن میں آجائے۔ یہ سب قرآن کی مجلس

میرے بھائیو! اور میرے دوستو! ہر کام کے لئے دنیا میں چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن کو علم فلسفہ کی اصطلاح میں علیٰ اربعہ کہتے ہیں چار علتیں۔ ۱۔ علت غائی ۲۔ علت مادی ۳۔ علت صوری ۴۔ علت فاعلی۔ ان چار علتوں سے گزر کر پھر جا کر آگے کام ہوتا ہے۔ علت غائی وہ مقصد اور مدعا ہوتا ہے جس مقصد کے لئے ہم کام شروع کر رہے ہیں۔ علت مادی وہ میٹریل (Material) ہوتا ہے جس سے ہم کام لینا چاہتے ہیں۔ علت فاعلی ہمارا اپنا وجود یا اس کام کو طے کرنے والوں کا وجود اور علت صوری وہ نقشہ جو ہمارے ذہن میں ہوتا ہے یا جس نقشے کو ہم پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ چار مرحلے گزرنے کے بعد چیز کا وجود ہوتا ہے۔ جن طرح کپڑے بنانے دیکھ لیجئے ہم جیب گرمیوں میں گرمی کے کپڑے بناتے ہیں۔ سردیوں میں سردی کے کپڑے بناتے ہیں۔ تو پہلے ہمارے دماغ میں ایک ضرورت پیدا ہوتی ہے۔ داعیہ پیدا ہوتا ہے کہ سردی کا موسم ہے مجھے کوٹ بنانا چاہیے۔ یہ دماغ میں پہلے آیا اسے کہتے ہیں علت غائی۔ ہو سکتا ہے کہ میرے ذہن میں جو بات آئی ہے آگے چل کر میں اسے پورا نہ کر سکوں۔ لیکن ذہن میں پہلے آئی ہے پھر اس کے بعد کپڑا خریدتے ہیں۔ پھر کسی درزی کے حوالے کرتے ہیں۔ پھر اس کو اپنا ناپ دیتے ہیں۔ تب جا کر وہ چیز تیار ہوتی ہے۔ اگر ہم پہلے اس بات کو دماغ میں واضح نہ کر لیں۔ کہ ہمیں ضرورت ہے کہ کوٹ کی یا ہمیں ضرورت ہے لباس کی۔ تو ہمارے اگلے قدم جو ہیں وہ نہیں اٹھ سکتے۔ اس لئے ایمان بالغیب کو مقدم قرار دیا کہ قرآن ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے جن کا ایمان بالغیب ہو جو اس بات پر یقین رکھتے ہوں کہ ہمارے لئے قرآن نجات ہے۔ ہمیں اس قرآن کریم پر عمل کر کے اس دنیاوی زندگی کو سنوارنا ہے۔ ہم نے قیامت کی زندگی کو سنوارنا ہے۔ اس کے بعد

عمل کی زندگی میں آتے ہیں۔ عقیدہ پہلے ہے عمل بعد میں ہے۔ اگر عقیدہ ہی ٹھیک
 نہیں تو عمل کہاں چلے گا۔ پہلے عقیدہ کی درستگی ہے۔ اس کے بعد پھر عمل کا نام آتا ہے
 میں اب ساتھ ان آیاتوں کا انشا اللہ ترجمہ بھی کرتا جاؤں گا۔ اور تفسیر بھی کچھ تھوڑی
 سی کرتا جاؤں گا۔ الحمد للہ اس کا صحیح ترجمہ تو وہی ہے جیسا کہ میں پہلے مہینہ میں عرض
 کر چکا ہوں۔ کہ اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ جتنے حروف مقطعات ہیں۔
 ان سے کیا مراد ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ اکثر علمائے تفسیر نے یہی ترجمہ
 فرمایا۔ **اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا رَادُّهَا** **بِذَلِكَ** اللہ تعالیٰ اچھا جانتے ہیں اپنی
 مراد کو۔ محمد ان حروف سے ہے اور بعض علمائے تفسیر نے تاویلات بھی کی ہیں مثلاً ایک
 یہ بھی تاویل مشہور ہے کہ الف تاء سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات لام سے مراد جبریل
 امین اور میم سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
 جبریل کے ذریعے اس قرآن کو نازل کیا۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 قلب اللہ پر ایک ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے۔ لیکن پہلا زیادہ صحیح ہے اسی کی طرف
 اکثر علمائے تفسیر گئے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نیا وہ بہتر جانتے ہیں کہ ان کی مراد حروف
 مقطعات سے کیا ہے۔ **ذَلِكَ الْكِتَابُ** یہ قرآن ایک کتاب ہے **ذَلِكَ**
 اشارہ آتا ہے بے شک لے دہ کے معنی میں اور وہ "میں عظمت ہوتی ہے لیکن
 ترجمہ جو ہم کریں گے تو اس کا ترجمہ ہوگا یہ "یہ کتاب لا رایت فیہ
 جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔ یہ کتاب ایسی کتاب ہے جس میں کسی قسم کا
 کوئی شک نہیں ہے جس کو بھیجئے وہ ہے رب العالمین۔ لہذا دل سے ہیں جبریل
 امین اور جن پر اتارا گیا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی صداقت یہ
 بھی گواہ تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر مارتے تھے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی رسالت کے قابل نہ تھے۔ لیکن یہ بات مانتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی آنکھوں نے کبھی خیانت نہیں کی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء نے
 کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جو ان کی شان اور عظمت کے خلاف ہو جیسا کہ بخاری شریف
 میں ہے آپ من چکے ہوں گے کہتی دفعہ کہ جب امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے پہلی دفعہ سارے قریش کو اکٹھا کیا ان کے مختلف خاندانوں کو گروہ صفا پس
 اور ان کے سامنے آپ نے دعوت توحید پیش فرمائی تو پہلے ان سے ملنے کی پیشکش
 پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر میں یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایسی
 مسلح فوج موجود ہے جو تمہیں قتل کرنے کے لئے آئی ہے تمہیں تو دبا کر مارنے
 کے لئے آئی ہے تو میری بات کو مانو گے؟ ان قُلْتُ نَبی جھوٹ نہیں بولا کرتا
 اگر میں کہہ دوں تو میری بات مانو گے۔ حدیثوں میں بھی ہے سیرت کی کتابوں میں بھی
 ہے کہ جو بڑے بڑے سرداران قریش تھے انہوں نے اوپر ہو کر دیکھا کہ نیچے کوئی
 چیز نہیں ہے۔ آخر سب نے متفقہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ اسے
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے ہیں کہ نیچے کچھ نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ کہہ دیں گے تو ہم
 مان لیں گے۔ اس لئے کہ آپ کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں نکلا۔ تو اتنی بڑی ذات
 جس کی صداقت پر دشمن بھی شہادت دیتے ہوں۔ اس ذات کے لئے جو فقط
 نکلیں اور آپ فرمائیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے تو اس میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ اس لئے
 فرمایا ذلک الکتابُ یہ قرآن وہ کتاب ہے کہ تریب فیہ جس میں کسی
 قوم کا کوئی شک نہیں اور باقی جب کوئی شک کرنے لگے تو اب دیکھنے یا ہر وہو پ
 ہے سارے دس پورے گیارہ کا وقت ہے اور ایک آدمی کہتا ہے کہ جی میں تو جانتا

ہی نہیں کہ سورج ہے۔ اس کو آپ کیا دلیل دے سکتے ہیں جو لا آدرا یہ ہو گئے
 جو انکار ہی کرنے والے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم مانتے ہی نہیں آپ کس دلیل سے سمجھائیں
 گئے؟ دلیل تو اس کے لئے ہو جو دلیل چاہتا ہو جو اپنی طبیعت کو سکون میں لانا چاہتا
 ہو جو اپنے شبہات کو حل کرنا چاہتا ہو اور جو اڑ جائے اس بات پر کہ میں تو کبھی بھی
 نہیں مانوں گا۔ اس کو کون منوا سکتا ہے قرآن کریم کی صداقت میں قرآن کریم کی تعلیمات
 کی عظمت میں کوئی شک نہیں اس لئے فرمایا ذَلِكِ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ
 یہ قرآن وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔

اسے نازل کیوں کیا گیا هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ یہ قرآن راہ دکھاتا ہے۔ یہ
 قرآن رہنمائی کرتا ہے لِّلْمُتَّقِينَ۔ ان لوگوں کی جو پرہیزگار ہیں۔ جو پرہیزگار
 بننا چاہتے ہیں۔ جو اس دنیا میں اس زندگی کو بھی گزارنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے دامن
 کو کانٹوں سے بھی بچانا چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ آپؓ
 نے کعب احبار سے پوچھا کہ تقویٰ کی تعریف کیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تقویٰ اسے
 کہتے ہیں کہ ایک راستے پر آپ نے جانا ہو لیکن اس راستے پر کانٹے بچھے ہوں۔ اس طرح
 آپ چلیں کہ آپ راستہ بھی طے کر لیں اور کوئی کانٹا نہ آپ کے کپڑے کے ساتھ چبھ
 سکے نہ آپ کے بدن کو زخمی کر سکے۔ آپ راستہ بھی طے کر جائیں اور کانٹوں سے بھی دامن
 بچا کر نکل جائیں اسے کہتے ہیں تقویٰ۔ بات ٹھیک ہے اسی کا نام تقویٰ ہے۔ دنیا میں
 وہ کراہت سے اپنا تعلق قائم کرے بیوی والا ہو بچوں والا ہو۔ بیوی خاوند والی ہو۔
 خاوند ملازمت والا ہو تجارت والا ہو۔ روزگار والا ہو۔ رزق حلال پیدا کرنے والا
 ہو۔ کلہ پزیر اچھے رب کو راضی کر رہا ہے۔ یہ ہے متقی۔ یہ ہے پرہیزگار۔ دنیاوی زندگی
 میں وہ کراہت سے اپنے تعلق کو راضی کرے، ہمارے ہاں بعض چیزیں غلط طور پر مشہور ہو چکی

میں ہمارے نزدیک تعزیری ولایت اور بندگی اسی کو کہتے ہیں کہ کوئی کام بالکل نہ
 کرے کسی پورے کے نیچے جا کر بیٹھ جائے کسی ہپاڑ پر جا کر بیٹھ جائے یا کسی ایسی
 شکل کو اختیار کر لے جو ایک عجیب سی ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ بھائی یہ اللہ کا نیک
 بندہ ہے۔ اور جو آدمی دفتر میں کلرک ہو جو آدمی سڑک پر روٹری کوٹا ہو جو آدمی ٹوکرہ
 اٹھاتا ہو اپنے رب کو راضی رکھنے والا ہو اس کے متعلق ہمارے ذہن میں کبھی نہیں
 آتا کہ یہ بھی کوئی نیک بندہ ہے۔ کیونکہ یہ تو دنیا والا بندہ ہے۔ حالانکہ صحیح حدیث میں
 ہے۔ ایک صحابی رسول بن معاویہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آئے حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم ان سے ملے جب مصافحہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا
 آپ کے ہاتھ کھورے معلوم ہوتے ہیں کیا بات ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم میں تو مزدوری کرتا ہوں۔ ان ہاتھوں سے پتھر کوٹتا ہوں۔ روٹری
 کوٹتا ہوں پتھروں پر کوال چلاتا ہوں۔ اس وجہ سے میرے یہ ہاتھ کھورے ہو گئے ہیں
 تو حدیث میں ہے اور یہ بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے ہاتھ پر بوسہ نہیں دیا۔ جہاں تک
 میری حقیر معلومات کا تعلق ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا جس
 نے اپنے بیوی بچوں کے لئے رزق حلال کی محنت میں اپنے ہاتھوں کو کھورا کیا ہوا تھا
 تو جس کے ہاتھوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیں تو کیا وہ ولی نہیں۔ صحابہ تو ایسے
 ہی قطبوں اور غوثوں سے بلند تر ہیں۔ لیکن یہ بات بتاتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے ہاں یہ چیز جو تھی اپنی محنت سے روٹی کمانا۔ بال بچوں کا پیٹ پالنا، تجارت،
 کرنا زراعت کرنا، کھیتی باڑی کرنا، مزدوری کرنا یہ ساری چیزیں اسلام میں میرے دوستوں
 میرے بھائیو! عبادت میں۔ ان کو عبادت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ لیسے رب العظیم

کی حدود کو نہ توڑے اگر اللہ کی حدود کو توڑ دے۔ جیسے ایک آدمی مسجِد جاتا ہے۔
 بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے جا رہا ہے۔ لیکن وہ جاتا ہے جوئی چرانے کے لئے
 اس کو نمازی تو نہیں کہہ سکتے بھائی! آپس کی قومیت ہی غلط ہو گئی۔ تو تقویٰ سے کیا
 مراد ہے وہ لوگ جو اس دنیا میں رہ کر دنیاوی زندگی بھی گزاریں۔ اپنے دامن کو بچا لیں
 تو فرمایا قرآن ہدایت ہے ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگار ہیں۔ یا پرہیزگار بننا چاہتے
 ہیں جو آدمی یہ چاہتا ہو کہ میری زندگی اللہ کے عذاب سے بچے۔ میری قبر اللہ کے
 عذاب سے محفوظ ہو۔ میری قیامت اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو اس کے لئے قرآن
 ہدایت ہے۔ تقویٰ کا یہی مفہیم ہے۔ تقویٰ مشتق ہے وقایہ سے۔ وقایہ کہتے ہیں عربی
 میں کتاب کی جلد کو۔ ہمارے جو پڑانے قسم کے مسلمان ہیں کہتے ہیں بھائی میں نے کتاب
 کو وقایہ لگایا ہے۔ وقایہ کا معنی کاٹھی جلد۔ تو جس طرح کتاب کو جلد لگ جاتی ہے۔
 اور وہ کتاب برباد ہونے سے بچ جاتی ہے۔ اسی طرح جس مسلمان کو تقویٰ حاصل ہو جائے
 ہے اس کا دل دنیا میں بھی برباد ہونے سے بچ جاتا ہے اور قیامت میں بھی انشاء اللہ
 بچ جائے گا۔ تقویٰ کا یہی مفہیم ہے۔ جو انسان کو دنیا میں بھی بچائے اور قیامت میں
 بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائے۔ تو فرمایا یہ قرآن ہدایت ہے۔ **لَا تَقْرَأُ**
الَّذِينَ يَرْجُونَ كَرَاهِيَةً ان پرہیزگار بننے والوں کے لئے جن کی صفات آنے والی ہیں۔
 ان کی پہلی صفت کیا ہے؟ **الَّذِينَ يَرْجُونَ كَرَاهِيَةً** یا **الَّذِينَ يَرْجُونَ كَرَاهِيَةً** وہ متقی اور پرہیز
 گزار بننے والے یا وہ متقی جو ایمان رکھتے ہیں غیب پر اور غیب سے مراد ہا غائب
عَنْهُمْ جو چیز ان کی نظروں سے اوجھل ہے۔ ان کی تحقیقات میں وہ بات نہیں آتی
 لیکن اللہ کے نبی نے فرما دیا۔ اللہ نے فرما دیا۔ ان کا اسی پر ایمان ہے۔ قرآن کریم میں
 میرے دوستو آدمی سے زیادہ آئیں قیامت کے متعلق ہیں۔ جنت و دوزخ کے

متعلق ہیں لیکن آج ہم ان مسلوں کی طرف جاتے ہی نہیں حالانکہ ایمان بالغیب بنیاد ہے۔ ہمارے ایمان کی یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ ایمان رکھتے ہیں غیب پر ان چیزوں پر ان حقیقتوں پر جو ان کی نظروں سے اوجھل ہیں اور وہ ان کر ملتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہ تو ہے عقیدے کی درستگی۔ اس کے بعد دوسرا غیر عبادت اور معاملات کا ہے فرمایا وَيَقِيمُونَ الصَّلَاةَ ایمان بالغیب کے بعد جب ان کا قدم اٹھتا ہے عملی زندگی کی طرف تو وہ کیا ہے۔ وَيَقِيمُونَ الصَّلَاةَ اور وہ نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اقامت الصلوة سے کیا مراد ہے؟ بعض علماء نے تفسیر فرمائی ہے کہ یودونہا بحقوقہا نماز کو ادا کرتے ہیں۔ اس کے حقوق کے ساتھ پورا رکوع۔ پورا سجود، پوری التحیات۔ باقاعدہ وضو۔ جس طرح نماز پڑھنے کا حق ہے اس طرح نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نمازی کو فرمایا تھا تین چار مرتبہ صَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ نماز پڑھ کر تو نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی۔ نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تو نماز کے ارکان کو پورا پورا ادا کرے تو بعض علماء نے تفسیر اس کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں۔ يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ یعنی نماز کو ادا کرتے ہیں۔ پورے حقوق کے ساتھ اور بعض یہ فرماتے ہیں اقامت الصلوة نماز کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ کھڑا کرنے کا مطلب کیا ہے؟ نماز کو ایسا مشہور کر دیتے ہیں اتنا رواج ہو جاتا ہے کہ گھر کا۔ مسجد سائٹی کا۔ ملک کا۔ علاقے کا کوئی بندہ بے نمازی نہیں رہتا گھر میں میاں نماز پڑھتا ہے۔ بیوی نماز پڑھتی ہے۔ بچے نماز پڑھتے ہیں۔ بچیاں نماز پڑھتی ہیں۔ آقا نماز پڑھتا ہے۔ ملازم نماز پڑھتا ہے۔ ڈرائیور پڑھتا ہے۔ باورچی پڑھتا ہے۔ چھوٹے پڑھتے ہیں۔ بڑے پڑھتے ہیں۔ ہمارے پڑھتے ہیں۔ یہ ہے اقامت الصلوة

اور ایک نے نماز پڑھ لی۔ باقی سب بے نمازی ہیں۔ یہ تو اقامت الصلوٰۃ نہیں ہے
 نماز کو رواج دینا نماز کو گھرا کرنا کہ کوئی گھر کا فرد متعلقین یا مستعلقات میں سے کوئی
 بھی باقی نہ رہے۔ اور اسی کا حکم دیا ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان
 کی وساطت سے ہم سب کو فرمایا وَ أَهْرًا أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ
 تَلِيهَا (طہ ۱۳۲) اسے میرے جیب اپنے اہل کو نماز کا حکم دے اور نماز پر پابندی
 کی جائے یعنی نماز کی اقامت نماز کو ادا کرنا۔ اس کے حقوق کے ساتھ یا نماز کی اقامت
 کا مفہوم نماز کو آسا رواج دینا کہ کوئی بھی آدمی بے نماز نہ رہے۔ سارے کے سارے
 نمازی ہو جائیں۔ یہ ہے اقامت الصلوٰۃ۔ اب اقامت الصلوٰۃ کے بعد کیا ہے۔

وَمَا مَرَّ قَنَاهُمْ يُنْفِقُونَ اور ہر اس چیز سے جو ہم نے ان کو دی
 وہ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ اتفاق فی سبیل اللہ کا مسئلہ صلوٰۃ کے ساتھ قرآن
 میں آپ دیکھیں اَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ
 جگہ جگہ آتا ہے۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ نماز پڑھو زکوٰۃ دو۔ یہاں بھی فرمایا۔ نماز
 پڑھتے ہیں۔ اور اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا ہے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔
 اس کے متعلق سورہ فاطرہ کی تفسیر میں اشارہ کر چکا ہوں۔ کہ نماز میں اقرار ہے۔

رَبِّ الْعَالَمِينَ کی رُبُوبیت کا۔ ہم نماز میں اقرار کرتے ہیں کس بات کا؟ کہ
 یا اللہ تو ہمارا رب ہے تو ہمارا پالنے والا ہے۔ ہم اپنے پالنے والے نہیں ہیں۔
 نہ کسی اور کو پالنے والے ہیں۔ میرا مال میرا مال نہیں ہے۔ میری دولت میری دولت
 نہیں ہے یا اللہ تو ہمارا پالنے والا ہے۔ نماز میں ہم اقرار کرتے ہیں۔ یہ صدقہ
 فی سبیل اللہ۔ یہ صدقہ ہے ہمارے اقرار کا یعنی تصدیق کرنے والا ہم مسلمان ہیں
 کم از کم ۳۲۰ مرتبہ اللہ کو رب ماننے کا نماز میں اقرار کرتے ہیں کہ یا اللہ تو میرا رب ہے

میرا بٹوہ میرا رب نہیں میری دکان میرا رب نہیں میرا کھیت میرا رب نہیں میری
 فوکری میرا رب نہیں۔ یا اللہ تو میرا رب ہے تو پھر جب ایک ساکلی سامنے ملتا ہے۔
 گدا گر ملتا ہے۔ مسکین ملتا ہے کہ اللہ کے لئے مجھے ایک روٹی کھلا دو تو ہم کیا کہتے
 ہیں کہ جادو تم لوگوں نے فلین ہی بنا لیا ہے۔ جدھر دیکھو روٹی کھلا دو۔ فلین ہی بنا
 لیا ہے۔ ابھی تو کہہ کر آ رہا ہے کہ میں رب العالمین کو مانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 کہ یہ میرا ہی بندہ ہے۔ حدیث قدسی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے جو کلمات ہیں۔ وہ کلمات
 اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمائے اور وہ ہم تک منتقل ہوئے
 انہیں کہتے ہیں اللہ کا کلام اور حدیث قدسی کہتے ہیں کہ الفاظ ہیں جناب محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اور معنی کا اتفاق ہوا میں جناب اللہ۔ اس کو کہتے ہیں حدیث
 قدسی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے ایک بندے سے کہ اے میرے
 بندے میں بھوکا تھا۔ تیرے دروازے پر گیا۔ کہ مجھے کھانا کھلا۔ تو نے مجھے کھانا نہیں
 کھلایا۔ وہ کہے گا یا اللہ تو میرے ہاں آنا اور میں انکار کرتا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔
 میں پیاسا تھا تو نے پانی نہیں پلایا۔ پھر آگے آئے ہیں کہ میں تنگ تھا۔ تو نے مجھے
 کپڑا نہیں پہنایا۔ بندہ یہی کہے گا یا اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یعنی آپ میرے پاس
 تشریف لائے؟ اس وقت تو پھنسا ہوا ہوگا۔ اس وقت تو حساب و کتاب کا معاملہ
 ہوگا اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس سختی سے محفوظ رکھے۔ تو وہ کہے گا یا اللہ آپ
 میرے پاس آئے اور میں اتنا بخل کرتا؟ یا اللہ میں اتنا ہی بد احسان تھا؟
 اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ وہ جو تیرے دروازے پر آئے تھے۔ تیرے سامنے
 ہاتھ پھیلاتے تھے۔ وہ میرے ہی بندے تھے۔ اسی کو غالب نے کہا ہے ۰

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالب تماشاے اہل کرم دیکھتے ہیں!

تو فرمایا تو نماز میں اقرار کرتا ہے۔ خدا کی رُبوبیت کا۔ اس لئے نماز کے ساتھ رکوع
کو لگا دیا۔ نماز کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کو لگا دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہیں کہ جو آدمی نماز تو پڑھتا ہے۔ لیکن صاحب نصاب ہونے کے باوجود
زکوٰۃ نہ دیتا ہو۔ تو اللہ اس کی نماز بھی قبول نہیں کرتا۔ کہ نماز میں تو وہ اقرار کرتا ہے نماز
تو ایک حلف ہے۔ ایک اقرار ہے۔ کہ یا اللہ تو میرا رب ہے۔ تو عمل کا جب وقت
آتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے جیسا کہ میرے پاس ایک آدمی آپ ہیں سے آئے ہیں
کہوں کہ بھائی کئی حکم میں تابع ہوں۔ میں تابع ہوں۔ آپ کہیں کہ بھائی دو آنے کے
پیسے دے دو۔ پیسے تو نہیں پر میں تابع ہوں۔ کیا آپ میری بات سے خوش ہو جائیں
گے۔ جب ہم دن میں کم از کم ۳۲۰ دفعہ رب العالمین کو رب رب پکاریں۔ اور جب
دینے کا وقت آئے۔ اللہ کے نام پر تو ہم بخل کر جائیں تو ہم کیسے فرمان بردار ہوئے
انفاق فی سبیل اللہ میرے بھائیو! اور دوستو! ایک بہت بڑی نعمت
اور اسلام کا ایک بہت بڑا حکم ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی پڑھنے
کی توفیق عطا فرمائے۔ بسم اللہ عطا فرمائے۔ قرآن کریم آپ پڑھیں۔ دیکھیں گے کہ موت
کے وقت انسان کسی بات کی بھی خواہش نہیں کرتا۔ مرنا تو سب نے ہے میں نے بھی
اور آپ نے بھی اس سے بھاگے گا تو کہاں جائیگا۔ فرمایا وَ حَيَاتٍ سَكْرًا
الْمَوْتِ بِالْحَقِّ سَطْرًا اور موت کی بے ہوشی ضرور آئے گی اللہ سب کا
خاتمہ با ایمان کرے۔ فرمایا کہ انسان موت کے وقت کس چیز کی خواہش کرتا ہے موت
جب انسان کے سامنے آجاتی ہے۔ موت کے واردات شروع ہو جاتے ہیں۔

۳۵۳ بحوالہ طبرانی وابن ابی شیبہ۔

ب کو باخیر نازی بنائے تو گھائی ذرا مشکل سا راستہ ہے جیب سے پیسے
 لئے ذرا مشکل ہیں۔ مالیات میں انسان کا ایمان متزلزل ہو جاتا ہے یا دیکھو
 زپڑھنی آسان۔ روزہ رکھنا آسان۔ لیکن دوسروں کی امانت دینا۔ بڑی مشکل
 ہے دینا بڑا مشکل۔ قرض لیتے ہیں ہم دیتے نہیں۔ حالانکہ میرے بھائیوں! میرے
 سوا قرض بڑے عذاب کی چیز ہے۔ امام الابدیہ کے پاس ابتدا میں جب جانے
 لے جاتے تھے تو آپ پوچھا کرتے تھے **هَلْ عَلَيْنَا دَيْنٌ** اس پر قرض ہے؟
 کہا جاتا کہ ہاں حضور ہے تو فرماتے **صَلُوا عَلٰى اَخِيكُمْ** تم اپنے بھائی پر
 ہاتھ پڑھو۔ میں نہیں پڑھتا۔ یہ بندے کے حق میں پھینا ہوا ہے میں جواز نہیں
 تھا۔ پھر آخر میں فرمایا کرتے **هَمِّنْ تَرَكَ كَلًّا فَعَلَىٰ وَهْنٍ تَرَكَ**
سَالًا فَنَلُوْا رَيْبًا (او کہا قال) جو کمٹ لے چھوڑ کر مر جائے
 میں ادا کر دوں گا۔ یعنی اس کا قرضہ میں ادا کر دوں گا۔ اور جو مال چھوڑ کر مر جائے
 اس کے وارث بانٹ لیا کریں لیکن قرضے کا فیصدہ پہلے فرماتے تھے تب
 کی از جواز پڑھتے تھے۔ ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ کہ یا
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلِّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ کیا ارشاد ہے جناب کا۔ اگر میں جہاد میں مارا جاؤں میں
 میرے مارا جاؤں میرا گھوڑا بھی ذبح ہو جائے میرے ہتھیار بھی ٹوٹ جائیں میرے
 بن کے پٹے پٹے ہو جائیں تو کیا بار رسول اللہ میری اس قربانی سے میرے
 گناہ معاف ہو جائیں گے؟ کتنا پیارا سوال ہے۔ اے اللہ کے نبی اتنی میں قربانی
 دے دوں کہ جہاد پر جاؤں۔ اللہ کے دین کے لئے لڑوں۔ میں بھی ذبح ہو جاؤں میرا
 ہتھیار ٹوٹے ٹوٹے ہو جائے میرا گھوڑا بھی ٹوٹے ٹوٹے ہو جائے۔ میرے

۴۴ شکرۃ شکرۃ

ہتھیار بھی ٹوٹ جائیں اتنی میں قربانی دوں تو کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اس کی برکت سے میرے گناہ مٹ جائیں گے۔ امام الانبیاء نے فرمایا ہاں بے شک
 بہت بڑی قربانی ہے۔ وہ اٹھا ابھی سجد میں ہی تھا کہ جبریل امین آگئے۔ حضور
 بلایا۔ فرمایا تو نے کیا پوچھا تھا؟ عرض کیا حضور ابھی جو میں عرض کر گیا
 کہ میں جہاد میں شریک ہوں اور جہاد میں مارا جاؤں۔ میرے بدن کے پڑے پڑے
 ہو جائیں۔ میرا گھوڑا بھی ذبح ہو جائے میرے ہتھیار بھی ٹوٹ جائیں۔ کیا اتنی قربانی
 کے بعد میرے گناہ معاف ہو جائیں گے آپ فرماتے ہیں ہاں تیرے سارے گناہ
 ہو جائیں گے۔ اَلَا الدِّیْنُ كَذَلِكَ قَالَ جِبْرِیْلُ یَعْنِی قُرْآنَ
 معاف ہو گا۔ ابھی جبریل نے آکر مجھے بتلا دیا۔ اس سے دوسرا مسئلہ بھی حل
 جاتا ہے دین کی مجلس ہے! قرآن کی برکت ہے۔ یہاں نہیں اللہ کے نیک بندوں
 کی دعاؤں کا اثر ہے۔ درہم نوحے جیسا گندہ گار نہ ایسی باتیں سمجھ سکتا ہے اور نہ کہ
 سکتا ہے۔ اس سے اور بات نکلتی ہے کہ نبی کبھی غیر مناسب بات نہیں کر سکتا
 نبی اگر منہ سے بات نکالے گا۔ جو غیر پسندیدہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فوراً متنبہ
 فرمادیں گے اسی وقت رجم ہو جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے متنبہ نہیں
 فرمایا۔ نبی کے منہ سے جو نکلا وہ بالکل صحیح ہے۔ اس لئے امام الانبیاء فرمایا
 ہیں۔ وَاللّٰهُ مَا خَرَجَ مِنْهُ الْاَحْقَ مِثْنِ الْاَحْقِ مِثْنِ الْاَحْقِ مِثْنِ الْاَحْقِ مِثْنِ الْاَحْقِ
 سے وہی نکلتا ہے جو حق ہوتا ہے۔

نبی تو وہ ہی بات منہ سے نکالتے ہیں۔ جو ہمارے رب کو پسند ہو۔ اور

نے کتاب الذریعہ سے مسلم

سورہ والنجم میں بھی فرمایا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اَلَا وَاَحْسَبُ اَنَّكَ يَتَّوَعَّلُ الْيَوْمَ الَّذِي يَأْتِيكَ بِتَارَاتُ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بِيْئَاتٌ بِمَا عَلَّمْتَهُمْ وَلَٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ
 تو جبریل نے آکر بتلادیا کہ آپ نے جو فیصلہ دیا۔ آپ کی بات تو پھر وحی ہی بن جائے گی۔ آپ کی بات تو پھر حجت اور دلیل بن جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب! بات آپ نے ٹھیک کی لیکن ذرا یہ شرط ساتھ لگا دیں۔ اَلَا اَلَّذِيْنَ قَرْضُكُمْ مِّنْ مَّعَافٍ لَا يَمَسُّكُمْ اَلَّذِيْنَ قَرْضُكُمْ مِّنْ مَّعَافٍ لَا يَمَسُّكُمْ اَلَّذِيْنَ قَرْضُكُمْ مِّنْ مَّعَافٍ لَا يَمَسُّكُمْ
 نماز مجید فرماتا ہے کہ دل کو مال سے ہٹانا۔ یہ بڑا مشکل کام ہے جب تک اللہ کی مدد شامل حال نہ ہو۔ بڑے بڑے دعویدار ہوتے ہیں لیکن پیسوں میں ایسے ڈوب جاتے ہیں نہ نماز کا پتہ ہوتا ہے۔ نہ روزے کا پتہ ہوتا ہے۔ سارے اعمال ضبط ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی زندگی سے بچائے۔ مولانا کو پچاس ہزار روپیے دیئے گئے۔ دو آدمی پچاس ہزار روپیہ لائے۔ پچاس ہزار شام کی نماز کے بعد حضرت کے حجرے میں گئے۔ اور حضرت کے سامنے پیش کش کی۔ کہ ہم کچھ رقم دیتے ہیں۔ اور آپ دین کے کام میں لگا دیں۔ حضرت نے فرمایا میرا قرآن شریف چھپ رہا ہے۔ اس میں لگا دوں۔ بڑی لمبی بات ہوئی ہے۔ خلافت عرض کر رہا ہوں۔ عرض کیا جو آپ کی مرضی ہو کریں۔ تو پچاس ہزار روپیہ آپ نے فریڈرک کو دے دیا۔ وہ قرآن مجید کی طباعت میں خرچ ہو گیا۔ نہ حضرت مولانا نے پوچھا تم کون ہو اور نہ انہوں نے بتایا تم کون ہیں۔ اگر تم جیسا کوئی ہوتا تو کہاں بتاتا پچاس ہزار روپیہ کسی کو مل جائے۔ سخا بنا بہ طریقے پر مل جائے۔ وہ کب ظاہر کرتا ہے۔
 اس چیز کو مگر

این سعادت بزور باد نصرت تانہ بخشند خداے بخشندہ!

اسی لئے فرمایا یہ بڑی مشکل گھائی ہے۔ مالیات کے بارے میں اپنے آپ کو پاک
 کہتیا بڑی مشکل گھائی ہے۔ تم اب لگائیے۔ **يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ تَمَادًا كَوَقَامِ**
كَرْتَيْهِمْ۔ **وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ** اور اس مال میں سے جو ہم
 نے ان کو دیا ہے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ میں یہ عرض کر دوں کہ یہاں پر صحت
 مال ہی مراد نہیں ہے۔ مہمّا رہا اس چیز سے جو ہم نے ان کو دی۔ کسی کو اللہ نے
 طاقت دی کسی کو اللہ نے علم دیا۔ کسی کو اللہ نے ہنر دیا۔ کسی کو اللہ نے تجربہ دیا۔ تو
 جو کچھ دیا اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ مثلاً آپ میں سے ایک دنت جاب
 ہیں۔ اچھے تندرست۔ فوجیان۔ خوبصورت۔ دیکھا ایک مزدور چلا آ رہا ہے اس
 بوڑھے کے سر پر لگا رہا ہے۔ بوری ہے۔ بڑی بھاری ہے جس کو بوڑھا نہیں اٹھا
 سکتا۔ اس نے صرف پیٹ کے لئے اٹھایا ہے۔ یا گلیوں میں سامان ڈھور رہا ہے
 وہ پیٹ کے لئے ہے اور میں ساتھ جا رہا ہوں میرا بدن بھی ٹھیک ہے طاقت
 مجھ میں ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ بھائی میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں۔ پیسے تم لے
 لینا لیکن میں تیری مدد کر سکتا ہوں۔ کہ یہ بوڑھے میں اٹھا لوں اس سے اگر میں نے
 لیا۔ **تَمَادًا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ** میں میں بھی آگیا۔ میں نے اپنے بدن کو خرچ
 کیا میرے پاس علم ہے ایک آدمی کہتا ہے جی مجھے درخواست لکھ دو۔ میں ان بوڑھے
 ہوں میں نے کہا ٹھیک ہے درخواست لکھ دی یہ بھی ہے **إِنْفَاقًا فِي سَبِيلِ**
اللَّهِ میرے پاس طلب ہے۔ تجربہ ہے جو کچھ میرے پاس ہے جو اللہ نے مجھے
 سکھایا۔ اس کو میں اللہ کے نام پر خرچ کر دوں۔ یہ سب **إِنْفَاقًا فِي سَبِيلِ** اللہ
 ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو عمل کی دولت سے نوازے۔

پوٹھادرس قرآن مجید

منعقدہ شوال ۱۳۸۴ھ فروری ۱۹۶۵ء

یہ درسی سبق مندرجہ ذیل آیات گرامیہ کا درس ہے۔
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنزِلَ
 اِلَیْكَ وَمَا اُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ
 یُوقِنُوْنَ . اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدٰی مِّنْ رَّبِّهِمْ . وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

- اس درس میں مندرجہ ذیل مضامین آئے ہیں۔
- ۱۔ قرآن کریم سے نفع اٹھانے والے کون ہو سکتے ہیں۔
 - ۲۔ شان صحابہ گرام
 - ۳۔ دورِ حاضرہ میں ایمان نام ہے اتباعِ سلف کا
 - ۴۔ نماز باجماعت کی اہمیت
 - ۵۔ خواتین کے لئے حج کی ضروری شرط
 - ۶۔ سب سے زیادہ سخی علمائے حق اور ائمہ مساجد ہیں۔
 - ۷۔ کتابتِ حدیث دورِ نبوت میں۔
 - ۸۔ پہلی آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب
 - ۹۔ قیامت پر یقین رکھنے والوں کی نشانی
 - ۱۰۔ علم کا نڈھ ضرور یوقنون میں حصہ کا ہونا۔

اللہ تعالیٰ نفل سے زاریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بزرگوار اور بھائیو! گزشتہ درس میں آپہ ابتداءی آیات پڑھ چکے ہیں۔ مگر
 میں پھر پڑھ دیتا ہوں۔ شاید اس طرح سننے سنانے سے اللہ تعالیٰ ہمیں عمل سے نواز
 گزشتہ درس میں سورہ بقرہ کی ابتداءی آیات پڑھی گئی تھیں۔ سورہ فاتحہ میں ہم نے
 اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ
 سیدھا راستہ دکھا۔ سیدھے راستے پر چلا۔ جواب میں یوں سمجھ لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ
 نے اپنی کمال مہربانی سے پورا قرآن نازل فرمایا۔ شروع ہی میں فرمایا ذٰلِكَ
 الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ یہ قرآن وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک
 مشبہ نہیں۔ اسے اللہ نے کی حکمت کیا ہے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ فرمایا جو
 ہدایت کو تم مانگتے ہو۔ وہ تمہیں کہاں لے گی۔ فِيْهِ هُدًى وہ تمہیں اس
 قرآن میں لے گی۔ لیکن یہ ہدایت کس کے لئے نافع ہے؟ لِّلْمُتَّقِیْنَ یہ قرآن
 ہدایت ہے پرہیزگار بننے والوں کے لئے۔ یعنی جو ہدایت چاہتا ہو۔ ہدایت کو
 مثلاً مٹی بوز جیسا کہ ایک آدمی سخت پیاسا ہو۔ پاس ٹھنڈے پانی کی بھری صراحی پڑ
 ہو۔ بلکہ بر لب دریا بھی بیٹھا ہو۔ جب تک خورد نہ پینا چاہے اسے کوئی نہیں پلا
 اور نہ اس کی پیاس بچھ سکتی ہے۔ پانی پیاس تو بچھاتا ہے۔ لیکن اس کی جو پانی پیاس
 یہ تو نفسیاتی بات ہے۔ عقل بھی یہی کہتی ہے۔ کہ ہم اس کو پانی پلا سکتے ہیں۔ جو پینا
 چاہے جو پیاسا ہو۔ لیکن پینا ہی نہیں چاہتا۔ اس کو کون پلائے۔ اسی لئے فرمایا

کہ یہ قرآن بجاہتِ توبہ ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگار بننا چاہتے ہیں۔
 وہ لوگ جو اپنی دنیا تیر اور قیامت بہتر بنانا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے قرآن بہترین لاکھ
 عمل ہے۔ چنانچہ سورہ اسراء میں فرمایا وَ نُنزِلُ مِنَ الْقُرْآنِ حَسَنًا
 هُوَ شِفَاءٌ وَ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَ لَا يَسْتَوِيِدُ الظَّالِمِينَ
 اِلَّا خَسَادًا فرمایا یہ قرآن سراپا شفا ہے۔ علاج نہیں شفا۔ کسی غلام کو دعویٰ
 نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ شفا ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا حکیم۔ ڈاکٹر۔ ماہر امراض یقین سے
 یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا علاج سراپا شفا ہے کیونکہ وَ مَا اَوْتِيتُمْ مِّنْ
 الشِّعْرِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (اسراء: ۸۵) انسان کا علم ذاتی نہیں۔ لگاتار سے دیا گیا ہے
 اور یہ علم رب العالمین کے علم کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا چنانچہ قرآن
 کو اللہ تعالیٰ نے سراپا رحمت اور سراپا شفا سے تعبیر فرمایا۔ قرآن یقینی شفا ہے
 جو اس کے ساتھ چھٹ گیا وہ شفا یاب ہو گیا جیسا کہ ابو بکرؓ عمر فاروقؓ عثمان غنیؓ
 حضرت علیؓ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چھٹے اور شفا یاب
 ہوئے کس سے شفا یاب ہوئے کس نے ان کو بیماریوں سے نکالا۔ اور ایسے تندرست
 ہوئے کہ قیامت تک تندرست رہیں گے فرمایا مَرِحْتِي اللهُ حَسْبُكَ
 وَ رَحْمَتُ اللهِ كَثِيْرَةٌ اب ہمیشہ کے لئے میں ان سے راضی ہوا۔ ان پر کبھی
 خفا نہ ہوں گا۔ چنانچہ اب بدر کے مشاق فرمایا اِنَّمَا هُوَ شِفَاءٌ
 لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ خَفْوَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (یہ قرآن رحمت ہے کس کے لئے
 لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانُ وَ اِلْوَالٍ كُفْرٌ اِيْمَانُ وَ اِلْوَالٍ كُفْرٌ اِيْمَانُ وَ اِلْوَالٍ كُفْرٌ اِيْمَانُ
 متعلق فرمایا وَ لَا يَزِيْدُ اِلَّا حَسَابًا وَ لَا يَزِيْدُ اِلَّا حَسَابًا وَ لَا يَزِيْدُ اِلَّا حَسَابًا
 اللہ کی حد توڑنے والے ہیں ان کے لئے یہ قرآن تو سراپا گھانا اور نقصان کا

باعث ہے۔ دیکھیں۔ لائل پور کے ایک شیعہ القلوب نے قرآن کی توہین کی۔ اس
 کے لئے قرآن لعنات کا باعث ہوا۔ بہن کو قرآن سے محبت اور عشق ہے۔ وہ قرآن
 کی تلاوت کر رہی ہے اور یہ پاس بیٹھا ریڈیو سن رہا ہے۔ بہن نے کہا اللہ کے
 بندے اس جنیٹ کو بند کر دو۔ میری تلاوت میں خلل نہ ڈال۔ اگر سننا ہی چاہتا
 ہے تو ذرا آہستہ کر دے۔ دیکھئے تو فوراً کہ دروہن ایک ہی باپ کی اولاد میں۔ ایک
 کو قرآن سے محبت ہے دوسرے کو اس سے نفرت ہے۔ ایک کے لئے قرآن
 رحمت ہے دوسرے کے لئے خسار ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی اولادوں کو نیک
 صالح بنائے۔ اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی اولادوں کو جہنم سے بچائیں۔ مگر اللہ
 کا کیا قصور ہے فرمایا: قُواْ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ مِمَّا رَجَاوْاْ
 اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو جہنم کی آگ سے تمہارا فریضہ ہے۔ جس طرح بیماریوں
 سے بچاتے ہو اسی طرح جہنم سے بھی اپنی اولاد کو بچاؤ۔ اس بیٹے کو جس کو قرآن ہی
 اتنی نفرت ہے کہ قرآن سنا وہ گوارا نہیں کر سکتا اسے ریڈیو کس نے لا کر دیا ہو گا
 جو اس کی ہلاکت کا سبب بنا۔ عند اللہ والذین یواب وہ ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہئے گا
 تو فرمایا قرآن ہدایت ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگار بنا چاہتے ہیں پرہیزگاری
 کسے کہتے ہیں۔ اس کے متعلق کافی کچھ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اس کی نشانی کیا
 ہے؟ جو پرہیزگار بنا چاہتے ہیں۔ ان میں طلب ہے یہ نہیں چاہتا کہ آج ہمارا حال
 جتنا اچھا ہے میں کسی پیر صاحب یا مولوی صاحب کو دیکھ یا تو کہہ دیا حضرت
 میرے لئے دعا فرمایا کرتیں۔ حالانکہ یہ تو مذاق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا
 اِحْسَبُكُمْ اِنْ سَأَلْتُمْ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اٰجِيْبٌ

مکہ سورہ حکیم - آیت ۷۷

دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا فَرِيًّا فِي تَوَاسُطِ بَنَدٍ كَبْرًا قَرِيبًا هُوَ
 نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۗ فِي تَوَاسُطِ بَنَدٍ كَبْرًا قَرِيبًا هُوَ
 حیات سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ فایسے تجھ کوئی ہے چاہیے کہ میرا حکم مانے
 اپنی منوانے کے لئے میری بھی تو مانیں۔ پھر دیکھیے قبیل کرتا ہوں کہ نہیں۔ تو ان کی
 نشانی کیا ہے۔ متقین کی نشان دہی اللہ کے لئے یوں فرماتے ہیں۔ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
 بِالْغَيْبِ وَهُوَ لَوْ جَوَّابِيَانِ رَكْتَةً هِيَ بَيْنَ يَدَيْهِمْ ۗ فِي تَوَاسُطِ بَنَدٍ كَبْرًا قَرِيبًا هُوَ
 کہ آپ حضرات کچھ سمجھ جائیں۔ اور میرے ایمان میں بھی زیادتی ہو۔ اللہ کا نام ہے
 بار بار پڑھنے۔ سننے سے دلوں میں بلاخ ہو جاتا ہے۔ فرمایا جو ایمان رکھتے ہیں۔
 بن دیکھی باتوں پر۔ پھر ایمان بالغیب کا درجہ بڑھتا جاتا ہے پھر وہ بحث نہیں کرتے
 کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ لیکن جو اللہ سے اور اس کے رسول نے فرمایا وہ ٹھیک ہے
 صلی اللہ علیہ وسلم پھر جتنا زمانہ دور نبوت سے دور ہوتا جاتا ہے۔ ایمان بالغیب
 کی ترکیب بھی بدلی جا رہی ہے۔ وہاں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سو ٹھیک
 ہے۔ چنانچہ ابوہریرہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارے دوست
 نے تو آج یہ دعویٰ کیا ہے کہ مجھے اللہ نے معراج کرایا۔ میں جب والیں آیا تو لہیر
 اسی طرح گرم وضو کے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ فرمایا کیا تو سچ کہتا ہے کہ
 لگا ہاں تیرے ساتھی نے ایسا کہا ہے۔ فرمایا اللہ کے بیوقوف یہ تو لہجہ کبھی
 بات ہے اس سے بھی بڑی بات ہوتی تو اس پر بھی میرا ایمان ہے۔ آپ میں
 سے اکثر دوست پڑھے لکھے ہیں۔ ہیرت کی کتابوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹

کہ کافر نبی تو نہیں مانتے تھے۔ مگر آپ محمد امین صلی اللہ علیہ وسلم، مشہور تھے
 کہتے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، بڑے امانتی ہیں ایسے امانتی جس کی آنکھ نے کبھی خیانت
 نہیں کی۔ جس کی زبان، دل و دماغ اور ہاتھ پاؤں نے کبھی خیانت نہیں کی۔ مال
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھتے تھے کہتے تھے بڑا امانتی (لیکن نامعلوم
 کس نے اس پر جادو کر دیا۔ وَ يَقُولُونَ اِنَّهُ لَمُجْنُونٌ آپ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو شہید کرنے پر تیار ہو گئے۔ مگر امانتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے
 پاس ہیں چنانچہ ہجرت کی رات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ تم یہیں رہو۔
 مکہ والوں کی امانتیں جو میرے گھر پڑی ہیں ادا کر کے آنا گھر سے نکال رہے ہیں
 پھر بھی کانزول کا مال آپ کے پاس امانت ہے۔ حضرت علیؑ کو حکم دیا۔ وک
 آنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول ہر فعل وارشاد بلکہ جو بات آپ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے نکلی۔ بس مسلمان کا اس پر ایمان تھا۔ دلیل یا محبت کا
 تیرے لیے سوال ہی نہ تھا۔ پھر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا۔ وہی احکام وہی باتیں وہی
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات دین کی شکل میں منتقل ہوتے چلے آئے۔ آپ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے مخاطب شاگرد تھے صحابہ کرام صحابہ کے
 بعد تابعین۔ پھر تبع تابعین یہی سلسلہ ہم تک پہنچا۔ دارالعلوم دیوبند اور دوسرے
 دینی مدارس میں اصول فقہ کی آخری کتاب مسلم البیروت پڑھائی جاتی ہے۔ اس
 میں لکھا ہے اما المقلد فمتسنده قول المجتہد آپ سب
 لازم ہیں۔ آپ کو کئی بات کرنی ہو۔ یا کہنی ہو۔ تو اپنے محکم کے ہیڈ سے رابطہ
 قائم کرتے ہیں۔ یا کوئی شکایت ہو تو اپنے ہیڈ سے کرتے ہیں یہ نہیں کہ کوئی

ملازم یہ کہے کہ میں صدر صاحب کو ٹیلیفون کرتا ہوں۔ صدر صاحب تک پہنچنے
 کے لئے بھی آپ اپنے ہیڈ سے بہو کر جائیں گے۔ اس کی اجازت سے جائیں گے
 یہاں تک کہ آپ اپنی مرضی سے چھٹی نہیں کر سکتے۔ آپ اوپر سے جو آرڈر آئے
 اس کے مکلف ہیں۔ محکمہ کا ملازم اپنے سربراہ اپنے ہیڈ کی معرفت کے بغیر قانوناً
 چھٹی نہیں کر سکتا۔ یہی ہے ایمان بالغیب۔ اسی طرح دین میں ہمارے سربراہ
 ہمارے ہیڈ امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ امام احمد بن حنبلؒ حضرت
 امام الاولیاءؒ لا ہودی۔ حضرت عبدالقادر ریلے پوریؒ ہیں ہمیں ان کی بات ماننی
 پڑے گی۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ یہ تو وہی کہتے ہیں
 جو ان کو اوپر سے ملی ہو۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 تک جا پہنچتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول کسی فعل کسی ارشاد پر
 صحابہ و لیل نہ پڑھتے تھے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی فرماتے تھے من جناب
 اللہ ہوتا۔ اسی کا نام سند ہے۔ میں نے بخاری اور ترمذی شریف اپنے محبوب
 حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اور کئی انہوں نے اپنے شیخ سے۔ ان
 کے شیخ نے اپنے شیخ سے۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا
 ہے۔ یہی ہے ایمان بالغیب۔ پچھلے دنوں اس مسئلہ پر جسے ہم حیات النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہ بحث چلی۔ میں نے حضرت رائے پوریؒ کی
 خدمت میں عرض کیا کہ جناب اپنی رائے سے مطلع فرمادیں یا درکھتے کہ
 اس دور کی تین مہتیاں بڑی بلند گزری ہیں۔ جن کو نہ ہم جانتے ہیں نہ جان سکتے
 ہیں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت رائے پوریؒ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لاہوریؒ
 رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کی قدر پچاس ساٹھ سال بعد میں آئے گی۔ ہاں تو میں نے حضرت

رائے پوری کی خدمت میں عرضیہ ارسال کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔
 تو اپنے اکابر کا من وعن مقلد اور متبع ہوں۔ حضرت کا مکتوب گرامی اب میرے
 میرے پاس محفوظ ہے۔ یہ ہے ایمان بالغیب۔ ایک شخص کہے کہ میں نے ٹونٹی
 پانی پیا۔ دوسرا کہے نہیں میں نے چشمہ یادریا سے پانی پیا۔ میں تو دونوں ٹھیک
 جس نے ٹونٹی سے پانی پیا۔ وہ بھی کسی واسطہ سے ٹونٹی تک پہنچا۔ پانی کا مخزن
 دریا یا چشمہ یا کنیاں ہے۔ لیکن پانی آگے جا کر کئی نلوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ جو لوگوں
 لوگوں تک پہنچتا ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے کنیہیں کا پانی پیا۔ حالانکہ وہ
 سے پی رہا ہے۔ تو وہ درست ہے۔ کیونکہ پانی کا مخزن تو کنواں ہے۔ ایمان بالغیب
 پہلی کڑی ہے۔ اللہ کی ہدایت کو قبول کرنے کے لئے۔ اس لئے ایمان کو سب
 ترجیح دی۔ ایمان کے بعد دوسری چیز اقامت الصلوٰۃ ہے۔ وَ لَقِيَ مَوْلَى
 الصَّلَاةِ اَدْرَقَامٍ كَرْتَةً بَلِي تَمَازُ اس کے متعلق بھی میں پہلے کافی عرض کر
 چکا ہوں۔ اس کا ایک تیسرا معنی یہ ہے کہ ادا الصَّلَاةِ بِالْجَمَاعَةِ
 نماز باجماعت ادا کرنا۔ جیسا کہ اقامت سے ظاہر ہے۔ قَدْ قَامَتِ
 الصَّلَاةُ حِينَ نَمَازٍ كَرْتَةً جَابِتَةً مَوْ قَدْ قَامَتِ وَ كَهْرِي مَوْ كَرْتَةً
 اگر جماعت سے رہ جائے کسی مجبوری کی وجہ سے تو بھی بہتر ہے۔ اکیلے ہی
 اقامت کیے اور پھر نماز پڑھے۔ سفر میں ساتھ ادا کوئی نہیں۔ یا جوگی میں ہے
 ساتھی کوئی نہیں ہے۔ فرض نماز کے لئے اجازت ہے۔ اقامت کہو اور پھر نماز
 پڑھو۔ اور کوئی شریک نہ ہو۔ تو فرشتے اور جن شریک ہو جائیں گے۔ جن کو
 تو مکلف ہیں۔ نماز باجماعت ادا کرنا۔ ہمارے دین کا بڑا ضروری جزو ہے۔

احمد بن حنبل کے نزدیک تو نماز باجماعت فرض ہے یعنی اگر جماعت کے
 ساتھ ادا نہ کی تو ہوگی ہی نہیں واجب تو بھی کے ہاں ہے۔ ایک اندھے
 صحابی حاضر خدمت ہوئے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 کبھی کبھی بارش ہو تو گلیوں میں کھیر ہو جاتا ہے اور میرے گھر اور آپ کی مسجد
 کے درمیان کافی فاصلہ ہے میرا بیٹا یا کوئی ملازم نہیں جو مجھے مسجد تک لائے
 وَ كَيْسَ لِي مَنْ يَقُوْدِي اِذَا اُجِزْتُ فَرَانِي لَوْ مَنَ مَنَازِ الْكُفْرِ
 ہی میں پڑھ لیا کروں۔ فرمایا بہت اچھا ابھی اٹھنے ہی والا تھا کہ فرمایا جب
 اللہ کا مساوی ندا کرتا ہے کچھ آواز نہ پہنچتی ہے یعنی تو آذان کی آواز سنتا ہے۔
 عرض کیا جی ہاں۔ تو فرمایا پھر اس کے سٹے کے بعد گھر پڑھنے کی اجازت نہیں کی
 کہ اندھے کو۔ حالانکہ اندھے کو اجازت ہونی چاہیے۔ یہ حکم مردوں کے لئے
 ہے۔ عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنی بہتر ہے۔ عورتوں کے لئے ضروری ہے
 کہ مردوں کے اختلاط سے اپنے آپ کو بچائیں۔ ان کے لئے گھر مسجد بہتر
 ہے۔ ایک عورت حاضر خدمت ہوئی۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 میں جہاد پر جانا چاہتی ہوں۔ فرمایا جہاد کُنْ اَلْحِجَّۃَ تَوَالِدُ الْكُفْرِ
 کاج کر یہی تیرے لئے جہاد ہے۔ لیکن حج کے لئے ضروری ہے کہ ساتھ بیٹا یا باپ
 یا خاوند یا بھائی ہو جس طرح اور بیماریاں ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہیں
 انہی میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اگر ہمارے بائیں ہتھیں بچیاں غیر حرم کے ساتھ
 سفر کرتی ہیں کہتی ہیں میں نے پڑوسی کے ساتھ حج کیا۔ جو شرعاً کسی حالت میں
 درست نہیں جس کے ساتھ کاج شرعاً کسی وقت بھی جائز ہو۔ شرعی نقطہ نظر سے

سلم سے بخاری و مسلم ۸۹

اس کے ساتھ صفر حرام ہے۔ حج کا ادا کرنا فرض ہی نہیں جس کے ساتھ محرم نہ ہو۔
 محرم کون ہے؟ باپ ہو یا بیٹا بھائی ہو یا بھانجا یا بھتیجا یا خاوند ساتھ کہو بھڑی
 شریف میں ہے: ایک صحابی حاضر خدمت ہوئے۔ اے اللہ کے رسول میں
 جہاد پر جا رہا ہوں۔ اور میری بیوی حج کا قصد کئے ہوئے ہے۔ میرے لئے کیا
 حکم ہے۔ فرمایا جا تو اپنی بیوی کو حج کرا۔ بزرگوار! صحابہ کا درجہ ہے۔ اور جناب
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا زمانہ ہے کیا ان میں بھی لغو ذبا اللہ بدعتی پائی
 جاتی تھی۔ نیت، بدعتی کا سوال نہیں، قانون اپنی جگہ قانون ہے۔ دیکھتے صحابی کو
 فرمایا جہاد چھوڑ دو۔ بیوی کو حج کراؤ۔ تیرا وہی جہاد ہے۔ آج کے دور
 میں عورت کے لئے بڑی عبادت گھر کی چار دیواری ہے۔ بلکہ عورت کے لئے حکم
 ہے کہ وہ اعتکاف بھی گھر ہی میں بیٹھے۔ مرد کے لئے مسجد میں اعتکاف بیٹھنا
 ضروری ہے۔ تاکہ نماز باجماعت کا اہتمام ہو سکے۔ وَ هِمَّا بِرِزْقِنَاهُمْ
 يُدْفِقُونَ ط اور اس سے جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں
 خرچ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میرا اپنا تو کچھ ہے ہی نہیں۔ سب کچھ اللہ کا دیا ہوا
 ہے۔ قُلْ إِنْ صَلَوَتِي وَ نُسُكِي وَ حَيَاتِي وَ مَمَاتِي
 لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ میرے پاس اگر مال ہے تو اللہ کا ہے۔ جان ہے
 طاقت ہے تو اللہ کی دی ہوئی ہے۔ علم و ہنر ہے تو اللہ کا دیا ہوا۔ اسی لئے
 فرمایا هِمَّا جو کچھ تم نے ان کو دیا۔ انفاق فی سبیل اللہ ہر چیز ہے۔ خواہ
 وہ علم کی صورت میں ہو۔ دولت کی صورت میں ہو۔ ہنر کی صورت میں یا طاقت
 کی صورت میں ہو۔ جیسا کہ میں بہت سی مثالیں عرض کر چکا ہوں۔ ایک آدمی تندرست

۹۰۔ زبیر المناک ص ۱۱۱۔ بخاری و مسلم

قرآن۔ طاقت ور ہے۔ دیکھتا ہے کہ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بال بچے کے لئے دو
 چار پیسے کمانے کے لئے اپنا بیٹ پالنے کے لئے دوسرے کا بوجھ اٹھائے راستے
 پر جا رہا ہے۔ اس سے بوجھ اٹھالے۔ یہ بھی اتفاق فی سبیل اللہ ہے۔ صرف مال
 ہی مراد نہیں میرے پاس علم ہے۔ مجھ سے کوئی طالب علم پڑھنا چاہتے۔ میں اس کو
 پڑھاؤں یہ بھی اتفاق فی سبیل اللہ ہے۔ دنیا میں سب سے سخی علمائے کرام ہیں۔ یہ
 اللہ کی مخلوق کو وہ دولت دیتے ہیں جو دنیا میں بھی۔ قبر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے دن
 بھی کام آنے والی ہے علم سب سے بڑی دولت ہے۔ سب سے بڑے سخی وہ
 علمائے حق ہیں جنہوں نے قوم کی گالیاں کھائیں۔ مگر مسجد کو نہ چھوڑا۔ بھوکے پیسے
 مگر درس دیتے رہے۔ اللہ کی مسجدوں کو آباد رکھا۔ بڑے بڑے فتنوں کا جو اسلام
 کے خلاف اٹھائے گئے۔ جواب دیا۔ ہم جیسے گنہگاروں کے ایمان کو محفوظ رکھا۔
 بھائی آپ کی کوہنہ دیں کہ میرے لڑکے کو ایک گھنٹہ انگریزی اور الجبرا پڑھا دیا کرو۔
 کہے گا کم از کم پچاس روپے لوں گا۔ اور صرف ایک گھنٹہ آیا کروں گا۔ اور کسی
 مولوی صاحب کو کہہ دیں۔ استاد جی مولوی صاحب میرے لڑکے کو قرآن تو پڑھا
 دیں بڑی خوشی سے کہے گا۔ جناب آپ اپنے بچے کو بھیجائیں۔ قرآن تو میں پڑھا
 دوں گا۔ آپ کا بچہ میرا بچہ ہے۔ آپ پر دہا نہ کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ یہ جبکہ
 قرآن کے درس کون دیتا ہے۔ یہ کتابیں کون تصنیف کرتے ہیں۔ یہ صرف علمائے
 حق ہیں۔ حضرت لایسوریؒ نے کتنے ہی رسالے شائع کئے۔ قرآن کی تفسیر رکھی اور
 کتابیں لکھیں۔ لیکن ان کے نام پر کوئی چیز نہ ہوئی۔ مخدوم الدین حضرت رحمۃ
 اللہ علیہ کا اپنا پرچہ ہے۔ مگر جب اپنے پڑھنے کے لئے لیتے تو مسمانے دے کر پچھ
 لیتے تھے۔ آپ نے اپنے شاگردوں اللہ کے نام پر مخلوقات الہیہ کی ہدایت کے لئے

وقت کہ رکھا تھا۔ اسی طرح حکیم الامت حضرت تھانویؒ جو قوم کی بیماریوں
 کے روحانی طبیب تھے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار سے بڑھ کر ایک
 کتاب بھی اپنے نام رجسٹرڈ نہیں۔ یہ کہیں نہ لکھا اور نہ فرمایا کہ میری اجازت کے بغیر
 کوئی شخص میری کوئی تصنیف نہیں چھاپ سکتا۔ آج مخلوقات دنیاوی طور پر ہزاروں
 کے حساب سے سوچہ کما رہی ہے۔ جس کی مرضی ہو وہ چھاپ لے۔ وَالَّذِينَ
 يُؤْمِنُونَ بِهَا أُنزِلَ إِلَيْكَ أَوْرَاقُهَا يَمَانِ رَكْتِي مِي۔ اس
 ساری ہدایت پر جو تارا کی گئی آپ پر وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ
 اور جو تارا کی گئی آپ سے پہلے۔ لتسميد بعد التخصيص
 زمین خصوصاً باتیں کرنے کے بعد عمومی حکم دے دیا۔ جو کچھ بھی آپ کی طرف نازل
 ہوا سب کرتا ہے۔ ہاں عمومی کے لئے ہے۔ جو کچھ بھی آپ کی طرف نازل
 ہوا۔ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ صرف نماز پر صرف اتفاق فی سبیل اللہ سب لکھنا نہیں
 بدنی اور مالی عبادت کے علاوہ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ سب پر ایمان رکھتے
 ہیں۔ اتنی بات عرض کر دوں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام جتنا جامع، مفید اور معانی
 پر مشتمل ہے اور کوئی کلام نہیں کیوں نہ ہو جب کہ اللہ خود مشکل ہیں۔ وَتَمَّتْ
 كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا اور تیرے رب کی باتیں
 انتہا کو پہنچ چکی ہیں سچائی اور انصاف کے لحاظ سے عدل کے ایک معنی ہیں۔
 وَكُنْتُمْ تُخَلِّفُونَ فِيهَا عُتْوَ الْعَالَمِ لَعَلَّ لَكُمْ تَارَةً
 بالکل اپنے محل پر تارا محمدت عصر حضرت اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 فرماتے ہیں۔ کہ قرآن کے جو الفاظ جس ترتیب سے لائے گئے ثقلین نہیں لا

ہر بات میری بات ہے۔ اس لئے جو کچھ اترا سب کو ماننا پڑے گا۔ خواہ وہ قرآن
 میں غیر قرآن فرمایا۔ الا انی اوتیت القرآن و مثلہ محضہ
 جس نے قرآن لایا۔ اس نے حدیث ہی لائی۔ آپ کا ہر فعل اور ہر قول قرآن کی
 شرح ہے فرمایا۔ اِنَّكَ لَعَسَىٰ خَلِقَ تَقْطِیْمٌ بے شک آپ بڑے
 اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔ آپ کے اخلاق کیا تھے۔ اَنَّ كَانَ خُلُقًا
 الْقَمَانِ اَی آپ تو قرآن کی عملی تفسیر ہیں۔ آپ کی ہر بات حضرت ابو ہریرہؓ اور
 حضرت عبداللہ بن عمر بن العاصیؓ دیکھ لیا کرتے تھے۔ قرآن میں آیا ہے جس کو
 اچھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ تُوکتاب کس کو کہتے ہیں۔ اچھی ہوں
 پڑھ کر کیا وہ کتابت نہ جانتے تھے۔ دوسری جگہ ہے۔ ن وَ لَقَدْ وَاكْتَفٰ
 اَشْطَرُ مِمَّنْ نَّوٰی و دوات کو کہتے ہیں قلم قلم ہوا۔ اَقْرَبًا و سَرَابِیْطَ
 الْاَلَمٰی الَّذِی عَلَّمَ بِلُحْمٰہِ تُوکیا وہ قلم کو نہ جانتے تھے و
 اَلْحٰی الْاَلْوٰكِ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کتابیاں پھینک دیں۔
 معلوم ہوا عربی کو کتاب کو بھی جانتے تھے۔ و لَوْ تَرٰنَا عَلٰی سَفَ
 كَسْبًا فِی قَرْطَاسٍ اور اگر ہم آپ پر کوئی کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب
 بھی اتار دیتے۔ قَلَمٌ سُوْرَةٌ بِاَیْدِیْہِمُ اور لوگ اور لکھے ہاتھوں سے
 پھینک کر بھی دیکھ لیتے تب بھی ایمان نہ لیتے۔ کاغذ قلم دوات تختی لکھنے والے سے
 کچھ سو بود رہا۔ اگرچہ تعداد کم تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی
 آپ کے ارشادات اور اعمال لکھے جاتے تھے تاکہ لوگ ان سے ہدایت حاصل
 کریں۔ مولانا شبلی نے سیرت النبیؐ میں لکھا ہے کہ سب سے پہلا جو مجبوراً احادیث
 مرتب ہوا تھا۔ اس کا نام صاویغہ تھا۔ سنت اور حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کو آئینی حیثیت حاصل ہو چکی تھی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب میں کا عامل بنا کر بھیجا گیا۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے پوچھا۔ تو لوگوں میں کس ہدایت کی روشنی میں منسلک کرے گا۔ آپ نے عرض کیا۔ اللہ کی کتاب سے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ملا۔ تو پھر آپ نے عرض کیا جناب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کی روشنی میں۔

دیکھئے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلمات طیبات جو آپ نے اپنی زندگی میں فرمائے۔ بھائی عثمان غنی صاحب نے جمع کئے۔ ان کو مرتب کیا۔ اب کتابی شکلی میں چھپ چکے ہیں۔ اسی طرح اکابر کے فرمودات لوگوں نے قلم بند کئے۔ یہی اپنے اکابر سے اتنی محبت ہے۔ اتنی عقیدت ہے کہ ان کی ہر بات لکھی جاتی ہے۔ میری تقریریں لوگ نوٹ کرتے ہیں حالانکہ میں بڑا ہی گندہ انسان ہوں۔ تو کیا صحابہ کرام سے آپ سے اتنی محبت بھی نہ تھی ضرور تھی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ کی ہر بات لکھی یہ آواز کہ حدیثیں بعد میں لکھی گئی ہیں۔ یہ سراسر الزام ہے اسلام کی خلاف ورزی ہے۔ یہودیوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو طعن دیا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کبھی خوش ہوتے ہیں کبھی غصے میں اور تم ان کی ہر بات لکھ لیتے ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے اسے حاضر ہو کر خدمت میں عرض کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ وَاللّٰهِ مَا نَقُولُ اِلَّا مَا يَرُضٰهُ رَبُّنَا۔ خدا کی قسم ہم نبی تو اللہ کی مرضی کے سوا باتیں ہی نہیں کرتے۔ غرضیکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہر بھی شریعت اور نہ بھی شریعت، حج کے زمانہ میں ایک آدمی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاں آتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن میں جو آتا ہے۔ وَاللّٰهِ عَلٰی

النَّاسِ حُجَّ الْبَيْتِ مِنْ أَسْطِطَاعِ إِلَيْهِ سَبِيلًا

تو کیا حج ہر سال فرض ہے؟ جس طرح زکوٰۃ اور رمضان کے روزے یا عمر میں ایک دفعہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے کوئی جواب نہ فرمایا۔ آپ سے تین دفعہ پوچھا آپ نے کوئی جواب نہ فرمایا۔ پھر فرمایا۔ لَوْ كُنْتُ نَعَمًا لَوْ حُجِبَ. اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا۔ کیونکہ میری ہاں بھی شریعت ہے اور نہ بھی شریعت ہے اور مسلمانوں کا اسی پر عمل ہے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ حدیث کی کوئی ضرورت نہیں تو ہر سال حج کرنا پڑھائے۔ آج جہاں اور احکام کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ حج کے متعلق بھی کہا جاتا ہے۔ کہ حج میں لیئے پیسے برباد ہوتے ہیں۔ نفوذ باللہ اگر لندن یا پیرس کا چکر لگائیں تو وہاں پیسے اصلی مصرف پر خرچ ہوتے ہیں۔ وہاں برباد نہیں ہوتے اور حج پر برباد ہوتے ہیں۔ اسی طرح کہتے ہیں قربانی کی کیا ضرورت ہے۔ قربانی نہ کرو پیسے جمع کر کے ایک ہوائی جہاز لے لو۔ سینما ڈول میں کلبوں میں اور عیاشیوں میں خرچ کرتے ہو۔ روپیہ کو برباد نہ کرو۔ یہ نہیں کہتے کہ تبریہ رقم حرام کے راستے پر صرف ہوتی ہے۔ تو تم کا سرمایہ انذہاد عند ان فضولیات میں صرف ہو رہا ہے اس کو حج کر کے ہوائی جہاز لے لیں۔ ان فضولیات میں خرچ کرنا ان کے نزدیک دولت کو ضائع کرنا نہیں اور وہاں کیا حکام میں قطع و بند کرتے نہیں مسماتے اللہ تعالیٰ سب کو سمجھ عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ هَذِهِ سُنَّةُ أَبِي هَيْبَةَ يَهْرَبَانِي تَوْبِيرًا دَادًا اِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كِ سُنَّةٌ مِنْ اَوْرَامِ كَبِهْ رَهِي سَبْتَهْ كِهْ اِسْ مِي پيسے برباد ہوتے ہیں معلوم نہیں یہ انہوں نے کہاں سے

نکال لیا۔ ایسے نفس کے دھندوں میں پھنس کر رہ گئے۔ حالانکہ فرمایا جو اللہ کی طرف سے آیا وہ بلا چمن و چراغ ماننا ضروری ہے۔

مَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ آيَاتٍ مِنْ دُونِ هَذِهِ إِلَّا يَسْتَعْجِلُ فِيهَا النَّاسَ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ
 اس کی شکل میں پہرے یا سنت کی شکل میں وہ ساری ہدایت جو آپ پر نازل کی گئی۔ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ قرآن کس نے سنایا۔ مجھے میرے مرحوم باپ نے ان کو ان کے استاد صاحب نے ان کو ان کے استاد نے آگے انہوں نے اپنے استاد سے پڑھا اور سنا اور پڑھا۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے جس کے منہ سے قرآن نکلا اسی کے منہ مبارک سے حدیث بھی سنی گئی۔ صحاح ستہ کے محدثین تیسری صدی ہجری میں گزرے یعنی امام بخاریؒ امام نسائیؒ ابن ماجہ ترمذی مسلم ابو داؤد سب کا وصال تین سو سال کے اندر ہوا ہے۔ امام بخاریؒ بخارا کے تھے مسلم بغداد کے تھے ابن ماجہ قرظین کے اور ابو داؤد سیستان کے رہنے والے تھے۔ یہ سب محدث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سو سال کے عرصے میں گزرے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ دو سو سال کے عرصہ میں علم حدیث کی اشاعت ان ممالک تک ہو گئی تھی جو صحابہ کرام نے کی۔ دیکھئے بھائی میری بات ایک دوست بیان کرتا ہے تو آخر اس تک میری بات پہنچی ہے تب ہی کرتا ہے یہ دلیل اس بات کی ہے کہ اگر امام بخاریؒ بخارے کے رہنے والے آپ کی حدیث مرتب کرتے ہیں تو اس دو سو سال کے عرصہ میں وہاں یا اور مقامات میں احادیث صحابہ تابعین کے ذریعے پہنچ چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اشاعت حدیث کا کام شروع ہو گیا تھا۔ یہ اسلام کے خلاف زبردست قلعہ ہے کہ حدیث بعد کی خود ساختہ ہے ہمیں فتوں سے بچ کر عمل کا راستہ

اختیار کرنا چاہیے۔ دیکھئے ایک آدمی نے راولپنڈی جانا ہے۔ بس تیار ہے۔
 طریقہ تو یہ ہے کہ ٹکٹ لے لے بیٹھ جائے۔ بس آپ کو منزل مقصود تک
 دے گی۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ بس کے پار پیسے کیوں لگائے گئے ہیں پانچ کیوں
 نہیں۔ اس کا رنگ سبز کیوں ہے سُرخ رنگ کرتے۔ اچھا اس کا انجن آگے
 طرف کیوں ہے پیچھے کیوں نہیں لگایا۔ اسے ڈرائیور تیری ڈاڑھی کیوں منٹ
 ہوئی ہے۔ سب کہیں گے اس کا دماغ خراب ہے۔ پاگل ہے۔ کچھ ان باتوں
 کیا مطلب پٹمی جانا ہے۔ تو ٹکٹ لے لو۔ اور بس میں بیٹھ جاؤ۔ تو بھائی
 کے کامل ہوئے چودہ سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ **قَدْ بَيَّنَّ الشُّرُكُ**
مِنَ الْغَيْبِ هُدًى اور گمراہی و دونوں واضح ہیں۔ ہمارا کام ماننا ہے
 کہ تنقید کرنا۔ اس لئے فرمایا جانتے ہیں اس ساری ہدایت کہ جو آپ کی طرف نازل
 ہوئی۔ **وَ هَا أَنْزَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ** اور اس ساری ہدایت کو بھی
 میں جو آپ سے پہلے نازل ہوئی ہم تو راہ کو بھی ملتے ہیں۔ انجیل اور زبور پر بھی ہمارا ایمان ہے کہ یہ
 کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں اور ہمارا ایمان ہے کہ سب نبی علیہم السلام سچے نبی تھے لیکن
 چیزیں عمل اور چیزیں عمل ہمارا قرآن پر ہے جیسا کہ اس عکس پر بھی انگریزوں نے حکمت کی اور اس کے
 میں کس گاسکے راج تھا۔ اب کوئی جاہل عجم کے وقت کا سکہ بارہویں لے جائے تو کوئی نہیں لیکتا۔ کہ
 کیا وہ سکہ نہیں؟ ضرور ہے۔ لیکن اب وہ راج الوقت نہیں اب اس کی کوئی قیمت نہ
 اس طرح آج آپ کا دور ہے۔ آپ کی بات مانی جائیگی۔ ہر نبی علیہ السلام کی اپنے
 میں بات قابل قبول تھی۔ اب سلطان الالبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ہے۔
 لئے قابل عمل بات اس دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سہتہ۔ چنانچہ ایک

تڑپتے پڑھ رہے تھے۔ آپ نے دیکھ لیا۔ اور سخت ناراض ہوئے۔ فرمایا:

 لَوْ كَانَ مُوسَىٰ حَيًّا لَمَّا وَتَبِعَهُ إِلَّا اتَّبَاعِي

 اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی کلمہ پڑھتے۔ میری لائی ہوئی

 ہدایت کو مانتے۔ آج قدرت محض ہر گئی۔ اگر صحیح بھی ہوتی تو بھی ناقابل قبول حضور

 صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی نبی کی بات اب ہمارے لئے قابل عمل نہیں ہاں

 مانتے ضرور ہیں۔ اس لئے فرمایا۔ مَا أَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ أَوْرَاسِ سَارِي

 ہدایت کو بھی مانتے ہیں جو آپ سے پہلے انبیاء سابقین پر نازل ہوئی اگر آپ

 کے بعد بھی کچھ نازل ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہمارے لئے مَا أَنْزَلَ مِنْ

 قَبْلِكَ فرمایا اسی طرح مَا أَنْزَلَ مِنْ بَعْدِكَ بھی فرمادیتے۔ مگر

 نہیں فرمایا اس لئے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ وَبِالْآخِرَةِ كُفْرًا

 یَوْمَئِذٍ اِدْقِيَامَتِ پراہنی کا یقین ہے۔ جن کی عملی زندگی اللہ تعالیٰ اور

 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گزر رہی ہے یہی لوگ قیامت پر

 بھی یقین رکھتے ہیں۔ هُمْ حَصْرُكُمْ لَئِنْ آتَاكُمْ لَعْنَتِي قِيَامَتِ پراہنی کا یقین

 ہے اور وہ ان کا نہیں۔ نہ نماز نہ روزہ نہ حج نہ زکوٰۃ۔ نہ خدا نہ رسول تو ان کا قیامت

 پر یقین کس طرح ہو سکتا ہے۔ ۱۹۴۹ء کی بات ہے میرے ایک دوست کے والد

 صاحب سخت بیمار تھے۔ میں ان کی عیادت کو گیا۔ جب میں چائے پینے لگا۔ تو وہ

 دوست کہنے لگا۔ قاضی صاحب ابا جی مرگئے تو کیا ہوگا سگریٹ کے کش بھی لگانا

 میں ایک پیالی پتیا وہ دولی جاتا۔ میں ایک کیا۔ لیتا وہ دو تین لے جاتا۔ کھانا کھا

 پیتے یا چائے پینے لگتے۔ اس کا ورد ہو گیا۔ قاضی صاحب ابا جان مر گئے تو

لے مشکوٰۃ

کیا ہو گا۔ آخر میں تنگ آگیا۔ میں نے کہا یا تو بے وقوف ہے یا مجھے بے وقوف سمجھتا ہے۔ صبح سے اب تک تم میرے ساتھ کھاپی رہے ہو گویا تمہیں کچھ پردہ ہی نہیں اور ساتھ کہتے جا رہے ہو اباجی مر گئے تو کیا کریں گے۔ وہی کرو مجھے جواب کر رہے ہو اور کیا کرو گے ان پر سکرات موت طاری تھی۔ دو دن بعد فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بخشے۔ اباجی کے پاس تم پھٹکے نہیں۔ حال تک نہیں پوچھا۔ ان کے پاس زریں چھوڑی ہوئی ہیں۔ اور وہ بانی طور پر اباجی کا بڑا نعم ہے۔ تمہارے پروردگار میں کوئی فرق نہیں آیا۔ تمہیں کیا تم ہے۔ اباجی میں یا زندہ رہیں۔ سنس پڑا۔ اور کہنے لگا۔ جی ہم نے بھی تو زندگی گزارنی ہے۔ لوگ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اب بھی نماز کا نام نہیں لیتے۔ خرافات کے بنائے ہوئے ہیں۔ چوری کرتے ہیں۔ زنا کرتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں۔ جی قبر سے بہت ڈر لگتا ہے۔ معلوم نہیں قیامت میں ہمارا کیا بنے گا۔ معلوم نہیں۔ ان کا یہ ڈر کیا ہے۔ فرمایا قیامت پر ان لوگوں کا یقین ہے۔ جن میں وہ صفات پائی جاتی ہوں۔ جو اوپر ذکر ہو چکی ہیں۔ یقین اسے کہتے ہیں۔ جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں۔ فرمایا۔ **وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ** (الحج ۱۹۹) موت تک اپنی زندگی اللہ کی بندگی میں گزارو۔ موت کے وقوع کو یقین سے تعبیر فرمایا۔ جس طرح موت کا آنا یقینی ہے۔ جس سے کسی کو مفر نہیں۔ موت سے کسی کو انکار نہیں۔ اس سے بھاگ کر کہاں نہیں جاسکتا۔ چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بچپن کا ایک دو دست تھا۔ جب آٹا کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور حکومت سے نوازا۔ تو ایک دن وہ دست آپ کے پاس آیا کہنے لگا۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی۔ ایک میری خواہش بھی پوری فرمادیں۔ فرمایا۔ ضرور۔ کیا عرض ہے کہنے

لگا۔ مجھے روت سے بہت ڈر لگتا ہے۔ آپ کسی جہن سے کہیں کہ وہ مجھے کسی ایسی
 وادی میں چھوڑ آئے۔ جہاں انسان کا نام و نشان نہ ہو۔ چنانچہ آپ نے حکم فرمایا۔
 فوراً اس کو وہاں پہنچا دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت
 سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے۔ حضرت آپ کی بڑی مہربانی کہ
 آپ نے میری پریشانی دور فرمائی۔ فرمایا کس طرح عرض کی کہ وہ شخص جس کو آپ
 نے فلاں جزیرے میں پہنچایا ہے۔ مجھے خداوند تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ فلاں جزیرہ
 میں فلاں وقت اس کی روح قبض کرنا۔ میں حیران تھا کہ وہ تو آپ کے پاس بیٹھا تھا
 میں اس کی روح وہاں کس طرح قبض کر مل گا؟ آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے
 اسے وہاں پہنچا کر میری مشکل حل کر دی۔ میں ابھی اس کی روح قبض کر کے آیا ہوں۔
 تہ جہاں! موت یقینی ہے۔ یہ تو آ کر رہے گی۔ اس لئے قیامت پر ایمان کو یقین
 کے ساتھ تعبیر فرمایا کہ انہیں لوگوں کا قیامت پر یقین ہے۔ **أُولَئِكَ عَلَىٰ**
هُدًى مِّنْ رَبِّهِمْ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت
 پر ہیں۔ **وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَلَاحُونَ** اور وہی لوگ کامیاب
 ہونے والے ہیں۔ **أَبِإِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ** میں جو ہم نے
 ہدایت مانگی وہ یہ ہے۔ **ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ**
هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ چلنے والے یہ لوگ ہیں۔ **الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ**
هُمُ يُوقِنُونَ جب راہ ہدایت پر چل پڑے ہدایت پر آگئے۔ تو
 نجات پاگئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے عقیدہ و عمل اور قول و فعل کی درستی
 کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو عمل نصیب فرمائے۔ آمین

پانچواں درس قرآن مجید

منعقدہ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ مارچ ۱۹۶۵ء

اس درس مقدس میں مندرجہ ذیل آیات کا درس ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ
عَلَيْهِمْ ءَاَمَنَّا تَهُمْ اَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ه
خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ
غِشَاوَةً وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (بقرہ ۱۷۰)

آیات بالا کی تشریح و تفسیر کے دوران مندرجہ ذیل علمی و تذکیری فوائد آگے ہیں۔

- ۱۔ قرآن میں چار قسم کے انسانوں کا ذکر۔
- ۲۔ چھوٹی سی نیکی سے بھی نجات مل سکتی ہے۔
- ۳۔ کفر کے اسباب سب سے بڑا جہلک سبب مجبوراً نکارم
- ۴۔ بیخ کے فرائض میں سے وسعت قلبی اور عزم و محبت ہے۔
- ۵۔ دلوں پر نہر لگنے کے اسباب اور اس کی حقیقت۔
- ۶۔ دورِ حاضر کے تین مصلحین امت اور بلند پایہ اولیاء کرام
- ۷۔ خداوند تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامات

واللہ الموفق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بزرگو! اور بھائیو!

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ آج پھر ہم چند بھائی اللہ تعالیٰ کا کلام سننے اور سننے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ بظاہر یہ درس قرآن مہینے میں ایک دفعہ اور وہ بھی تھوڑی سی دیر صرف ایک گھنٹے کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن ہم گنہ گاروں کے لئے یہ چھوٹی چھوٹی نیکیاں بھی بڑے اجر کا باعث بن سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے کہ وفات کے بعد حضرت بہت بے بسی، اور سخت سلاطین میں گزرے ہیں، کسی کو خواب میں آئے۔ تو اس نے پوچھا۔ حضرت کیا برتاؤ ہوا۔ فرمایا کام تو مشکل تھا۔ لیکن سحری کی دو رکعتیں یہاں بڑا کام دے گئیں۔ نماز تہجد کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے ہی اہل اللہ کے کئی واقعات ہیں تو چھوٹے چھوٹے عمل بھی کبھی عذاب سے بچانے کا باعث بن جاتے ہیں صرف اخلاص کی ضرورت ہے۔

وہ لوگ جو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لئے آئے جب ایمان لے آئے فرعون نے ان کو سزا کے طور پر صلیب لگا دیا۔ قرآن کا فیصلہ ہے کہ ان کو ایمان قبول کرنے کے تھوڑی دیر بعد شہید کر دیا گیا۔ لیکن وہ جلتی ہیں۔ جنگ بدر میں ایک لہواری (گاؤں کا سا وہ مسلمان) حاضر خدمت ہوا۔ جھولی میں کھجوریں پڑی تھیں۔ کھا رہا تھا۔

پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور اگر میں بھی لڑوں تو مجھے کیا ملے گا؟ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کفر اور اسلام کی جنگ ہے اگر تو سلامت رہا تو مال عنایت سے تجھے حصہ ملے گا۔ اور اگر شہید ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں جنت پائے گا۔ کھجوریں دہریں چھوڑ دیں۔ عرض کی اگر میں زندہ سلامت لوٹ آیا تو لے لوں گا۔ اللہ کی شان وہ جانے ہی شہید ہو گیا۔ فرمایا گیا۔ عِلَّ قَلْبِكَ لَا وَ أُجْرَ كَثِيرًا تَهْوِي دِير لَّذًا۔ لیکن بڑا اجر پا گیا۔ اسی طرح ہم بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید رکھتے ہیں کہ اس تھوڑی سی دیر بیٹھنے سے وہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ کی توفیق عطا فرمادیں۔ سورہ بقرہ کی پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے متیقن، پرہیزگاروں کی علامات، زندگی میں کس عمل پر قائم رہنے پھر ان کے آخری نتیجہ کو بیان فرمایا۔ آج کی آیات گرامیدین اللہ تعالیٰ نے دو اور قسمیں بیان فرمائیں قرآن میں جہاں تک مجھے اپنے بزرگوں نے بتایا چار قسموں کے النافل کا ذکر آتا ہے۔

بچے مسلمان جنہوں نے زبان سے اقرار کیا۔ دل سے بھی مانا۔ اور زندگی بھی اسی کے مطابق گزاری۔ یعنی اس پر ساری زندگی عمل بھی کیا۔ ان کو قرآن کے متیقن صالحین مومنین، محسنین وغیرہ الفاظ سے تعبیر فرمایا۔ دوسری قسم کفار ہیں جنہوں نے زبان سے اسلام کو ماننے سے انکار کیا۔ جن کے دل میں بھی خدا تعالیٰ کے متعلق یقین نہیں۔ تو جب نہیں دیتے اگر دیتے ہیں تو کفر کی نیت سے اور عمل بھی اسلام کے خلاف ہے ایسے لوگوں کو مسترآن کریم،

سے کتب الحدیث

نے کا فر کہا۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے زبان سے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت
جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ضروریات دین کا اقرار کیا۔ لیکن
دل سے قبول نہ کیا۔ ان کو منافق اعتقادی کہتے ہیں۔ ان کے لئے بخشش نہیں بلکہ
سخت عذاب ہے۔ پانچویں پارے میں ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّمَارِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ
بے شک منافق، جہنم کے سب سے نیچے درجے میں ہوں گے۔ قرآن کریم میں زیادہ
بحث ان ہی منافقین کی آئی ہے۔ چنانچہ سورہ منافقون میں اللہ تعالیٰ ان کی پھڑکی
بحث آجائگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نشانیاں۔ ان کا کردار اور پھر ان کا نتیجہ اور انجام
مفصل طور پر وہاں بیان فرمایا۔

چوتھی قسم کے وہ لوگ ہیں کہ زبان سے بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جناب
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ضرورت دین کو مانا اور دل سے بھی قبول
کیا۔ علی طور پر غلطی کے مرتکب ہوئے ان کو اصطلاح میں فاسق کہا جاتا ہے۔
چونکہ یہ ابتدائی آیات ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلی آیات میں جو کچھ پڑھا جائے
اللہ تعالیٰ طاقت نصیب فرمائے۔ اور سمجھ عطا فرمائے کہ آئندہ آنے والی آیات
آپ خود سمجھ سکیں۔ خداوند تعالیٰ بپا، میں ترسب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن عالم اباب میں
یہ بات مشکل سی معلوم ہوتی ہے۔ کہ اتنی لمبی زندگی میری اور آپ کی ہوگی کہ ہم اس
طرح پورا قرآن مجید درس کے طور پر پڑھ سکیں اس لئے میں کرشمہ کر دوں گا۔
کہ کچھ آیات سورہ آل عمران اور کچھ ناز اور مختلف سورتوں کی تفسیر کے ساتھ کچھ

عرض کرتا رہیں تاکہ ان کی برکت سے آپ پروری سورت کا مضمون سمجھ لیں۔
 پہلی آیات میں متعین کا ذکر تھا۔ ان کی پہلی علامت یہ ہے کہ یُوْمِ مَسْوُوكَ
 بِالْغَيْبِ کہ اپنے علم کی بنا پر کسی بات کی تحقیق، ریسرچ سے۔ اس کی کھوج
 نہیں لگاتے۔ بلکہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرما دیا۔ اس پر ان کا ایمان
 ہے عقیدہ کی جتنی باتیں ہیں۔ ان کو مانا۔ عمل ان کے مطابق کیا۔ نتیجتاً زندگی میں
 اُولَئِكَ عَلٰی هُدٰی مِّنْ مَّرَاتِبِهِمْ اور آخرت میں اُولَئِكَ
 هُمُ الْمُفْلِحُونَ آج کی آیات میں متعین کے مقابل ان لوگوں کا ذکر
 ہے۔ جہیزبان اور دل سے اور عمل سے بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور جناب
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے منکر ہوئے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِ شَكِّ وَّه لَوْ كَانُوْا حُجَجًا مِّنْ سَوَآءٍ
 عَلَيْهِمْ ءَا نذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ اِنَّ اِيْمَانَ اَنْ يَكُوْنُوْا
 وراثتاً یا نہ ڈرانا برابر ہے۔ یعنی وہ لوگ جو پہلے ہی دل سے فیصلہ کر چکے ہیں۔ کہ
 ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ ان کو ہزار ہا دلائل دیں۔ وہ نہیں مانیں گے۔ بلکہ وہ
 تہہ کہنے لگے۔

قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِكَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ
 الْاَرْضِ سَيَلُوْعًا ؕ ہم ہرگز نہیں مانیں گے۔ حتیٰ کہ آپ ہمارے
 لئے زمین سے پانی کا کوئی چشمہ جاری کر دیں۔ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِمُرْقِبِكَ
 آپ آسمان پر چڑھ جائیں تب بھی ہم یقین نہیں لائیں گے۔ ہاں ایک بات
 مان لیں گے۔

حَتّٰی نُنزِلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا مِّنْ سَمٰوٰتٍ
 حَتّٰی نَحْمَدَكَ حَتّٰی نَحْمَدَكَ حَتّٰی نَحْمَدَكَ

ایسی لکھی ہوئی کتاب لے آئیں۔ جسے ہم بھی پڑھ سکتیں۔ یعنی سرکلر جاری کر
 ہر ایک کے نام علیحدہ نوٹس بھیج دیں۔ ترجمہ ہو سکتا ہے۔ کہ ہم ایمان لے آئیں۔
 قتلے فرماتے ہیں۔ اگر ایسا بھی کر دیا جائے۔ تو بھی یہ ایمان نہ لائیں گے۔ انہوں
 ایمان نہ لانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ قطعی منکر ہو گئے ایمان کا عقیدہ ان کا عمل
 ان کا قول سب خلاف اسلام ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِے شك وہ
 جو منکر ہو چکے ہیں۔ كَفَرُوْا ماضی کا صیغہ ہے۔ کفر پڈٹ گئے ہیں۔
 عَلَيْهِمْ بِاَبِے ان پر اَنْذَرْتَهُمْ آيا آپ ان کو
 میرے عذاب سے اَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ يَا اَبِے نہ ڈرائیں ان
 لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس آیت کریمہ میں دو تین
 پائی جاتی ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِے شك وہ لوگ جو منکر ہو چکے ہیں۔
 تو بزرگوں اور دوستوں کفر کے چند وجوہ ہیں۔ انسان اللہ تعالیٰ کا کیوں منکر
 ہے؟ رب العالمین سے کیوں رشتہ توڑ لیتا ہے اس کے قرآن کے کئی وجوہ بیان فرمائے
 ہیں پائے میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مرزور کیوں میری ذات کا منکر ہوا۔
 الْمَرْتَرِ اِلَى الَّذِيْ حَاجَّ اِبْرٰهِيْمَ حَتّٰى سَرَّيْه
 اِنَّهُ اللّٰهُ الْمَلِكُ (بقرہ ۲۵۸) میں نے مرزور کو حکومت
 تو وہ خود رب بن بیٹھا۔ یہاں مال وجہ کفر ہوئی۔ ایک ہے کفر جہالت اور
 سب کفر جہل۔ کفر جہالت تو قابل اصلاح ہے۔ لیکن کفر مجبور سمجھنے کے بعد
 کر دینا۔ حق جانتے ہوئے نہ ماننا۔ اس کی اصلاح ناممکن ہے۔ یہاں پر کافر
 مجبور کے مرتکب ملک کفر جہالت کے مرتکب مان لیتے ہیں جب بات

سمجھ میں آجائے۔ مثلاً ایک آدمی راولپنڈی جانا چاہتا ہے لیکن وہ ناواقف ہے۔ آپ سے آکر پوچھتا ہے۔ بھائی کون سا راستہ راولپنڈی جاتا ہے؟ فرمادیتے ہیں کہ بھائی یہ راستہ جاتا ہے۔ طالب صادق تھا جب معلوم ہوا کہ اس نے قبول کر لیا۔ اور ایک شخص راولپنڈی جانا ہی نہیں چاہتا ہے بس سڑک پر کھڑا ہے۔ وہ نہیں بلکہ آپ اس سے پوچھتے ہیں۔ بھائی کہاں جاتا ہے۔ راستہ بتا دیتے ہیں۔ آپ شفقت سے اس کے بھلے کے لئے پوچھ رہے ہیں۔ وہ آپ سے لڑ پڑے گا۔ اپنا کام کرو۔ یا کہے ہیں آپ کی بات نہیں مانتا آپ کچھ کہتے ہیں۔ تو ایسے آدمی کو آپ کیسے سمجھا سکتے ہیں جو طالب صادق ہوں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آئے۔ آپ کا دروازہ آج کھلا ہے۔ ہدایت پانے گا۔ **يَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّبِينٍ** اسے ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے۔ صنم ام بن ثعلبہ کا بخاری شریف میں واقعہ ہے۔ اپنی قوم کا رہیں تھا۔ آپ کے پاس آیا۔ آتے ہی چند باتیں پوچھیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ میں بات پوچھنے میں سختی کروں گا۔ کیا میں ابھی مسلمان تو نہیں ہوں۔ تھا تو کافر۔ لیکن سچے دل سے آیا تھا۔ **عَلَيْكَ إِلَّا تَجِدَ** تعالیٰ آپ مجھے یہ بات بتائیں اور مجھے یقین دلائیں۔ کہ آپ سے دل میں ناراضی تو نہیں ہوں گے مجھے اس بات کی تسلی دیں۔ چونکہ میں ہمارے ہوں۔ عرب تو ویسے ہی بڑے مہمان نواز ہیں۔ اور جناب تو۔ اس لئے یہ سوچا ہے کہ آپ بظاہر ناراضگی کا اظہار نہ فرمائیں۔ لیکن میری اس سختی کی وجہ سے دل مجھ سے ناراض ہو جائیں۔ علماء کرام فرماتے ہیں صنم کو اس ادب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایمان نصیب فرمایا۔ پہلے ہی اجازت لی کہ میری باتیں قلب مندوں

شاق تو نہ گزریں گی۔ صنام کی یہ اداء اللہ تعالیٰ کو پسند آگئی۔ آیا تو کا تر تھا جب
 ٹھا تو رضی اللہ عنہ کی سند نے کراٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا تو
 نام ہی ہی ہے اس میں ناراضگی کا کیا سوال ہے۔ اس نے پوچھا کیا آپ اللہ
 کی قسم کھا کر مجھ پر بتا سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا۔ یہ سوال
 سخت قسم کا ہے۔ اسی طرح چند اور سوال کئے۔ جب اسے تسلی بخش جواب مل گئے
 عرض کی! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ میں
 آپ سے بیعت کر لوں۔ وہیں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ یہ کفر جہالت تھا بات
 سمجھی نہیں جب بات سمجھ آگئی قبول کر لیا۔ لیکن جہاں کفر وجود تھا۔ جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کو سمجھایا۔ کئی صحابہ کرام کے والدین کو سمجھایا۔ آپ
 بہت زیادہ حریف تھے۔ اللہ کی مخلوق کہیں جہنم میں نہ چلی جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا۔ اے میرے حبیب! **لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ**
وَاللَّكِنَّ اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ آپ کا کام ہے
 راستہ دکھانا۔ راہ راست پر لانا میرا کام ہے۔ آپ ان کو راہ راست بتا سکتے
 ہیں۔ لیکن راہ راست پر نہیں لاسکتے۔ یہاں پر کفر وجود مراد ہے۔ لیکن وہ کون
 ہیں جن کے لئے آپ کا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ
 کا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے۔ تو پھر تبلیغ کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ
 اللہ تعالیٰ نے نفاذ ہی نہیں فرمائی کہ فلاں فلاں ایسے ہیں۔ دوسری بات یہ
 ہے کہ ہمارے علم الکلام اور علم عقائد کا مسئلہ ہے۔ **إِنَّمَا الْإِعْتِبَارُ**
بِالْخَوَاتِيمِ اعتبار خاتمہ پر ہے۔ اگر خاتمہ ایمان پر ہو گیا تو جنت اور

اگر خاتمہ کفر پہ ہزاروں تہ تیغ جہنم۔ جنہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ہم اسلام کو ترک
 کریں گے۔ ایسے لوگوں کی حرکتوں سے آپ دل برداشتہ نہ ہوں۔ اعتبار
 ہے اور یہ بات میرے علم میں ہے ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی بغاوت سارے
 اسلام کے خلاف گزارے۔ آخر اسے ایمان نصیب ہو جائے۔ اس کے

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ
 اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے دین کی بات پہنچاتے رہا کریں
 کہ اگر خریدار پیدا ہو ہی جائے گا۔ دیکھئے ایسا کوئی تاجر ہے جو پہلے ہی
 کے بلاک سے پوچھ جائے۔ کہ بھائی فلاں چیز بیچنے آؤں گا۔ آپ میں سے
 لوگ خریدار ہوں گے جو پہلے آکر پوچھتا رہے۔ لوگ اسے بے وقوف کہتے
 تاجر کا کام ہے سودا مال لے کر گلی گلی پھرنا۔ اور آواز لگانا۔ ایک دو آواز
 پیدا ہو ہی جائیں گے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی لینے والا نہ نکلے۔
 دنیا میں کثیر تعداد میں انبیاء کرام تشریف لائے۔ جنہوں نے اپنے اپنے وقت
 دین کا آواز بلند فرمایا۔ کسی نے قبول کیا کسی نے نہ کیا۔ چنانچہ قیامت کے
 تعالیٰ کے حضور ایسے نبی علیہ السلام بھی پیش ہوں گے کہ جنہوں نے ساری دنیا
 کو اللہ کی طرف بلائے میں گزار دی۔ مگر صرف ایک ہی آدمی ایمان لایا۔ اور
 آپ نے بعض لیے نبی بھی پیش ہوں گے کہ جنہوں نے خدا کا پیغام لوگوں
 پہنچانے میں اپنی عمریں صرف کر دیں مگر ان پر کوئی ایمان نہ لایا۔ آج ہم کہتے ہیں
 سے مراد ہم مولوی لوگ! کہ کسے سنائیں؟ کوئی سنتا ہی نہیں۔ یا اس زمانے

۱۷ سورہ الذاریت ۵۵۔ ۱۷ بخاری و مسلم

کون سنتا ہے۔ اسے اللہ کے بندو۔ خدا کے نبی کا سرور میں آئے
 تھے یا مسلمانوں میں؟
 انبیاء کرام کو تو کفر کے گڑھ میں بھیجا گیا۔ وہاں جا کر انہوں نے نوری حق
 کی شمع روشن کی۔ اولیاء اللہ علماء برحق نے تو دارالکفر میں کام کر کے دکھایا۔
 الحمد للہ ہم تو سب مسلمان ہی ہیں حضرت خواجہ عزیز لہذا رحمۃ اللہ علیہ حمیر
 تشریف لائے جہاں کا ظالم راجہ رائے پتھورا تھا۔ جو کہ ہندو تھا۔ حضرت
 کفرستان میں کفر کے گھر میں تشریف لائے۔ وہاں کا یہ حال تھا کہ خداوند تعالیٰ
 کو ماننے والا ایک مزدبھی نہ تھا۔ لیکن جب دنیا سے تشریف لے جائے گے۔ تو
 نئے نئے ہزار ہندو کلمہ اسلام پڑھ چکے تھے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جب
 لاہور تشریف لائے تو کیا پہلے سے آپ کے معتقدین وہاں موجود تھے؟ نہیں
 انگریز دہلی سے آپ کو تھکڑی لگا کر لایا اور شیرازہ کے باہر احاطہ میں نظر بند کر
 دیا۔ پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔ لیکن جب سفر آخرت کیا۔ کہا۔ کیا شان ہے اللہ
 والوں کی۔ بھائی ہم دین کو اور دین کی حقیقت کو سمجھے نہیں اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ
 کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ تقریباً دو لاکھ سالوں نے
 پڑھا۔ اسے کہتے ہیں تبلیغ۔ لوگوں کے سامنے دین پیش کرنا اس کا نام ہے۔ وہاں
 تو سراسر اخلاص تھا۔ بیان کرنے والے میں اخلاص پایا جائے تو ماننے والے پیدا
 ہو ہی جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ پہلے مرید بن جائیں تو پھر میں جاؤں گا۔ اللہ کے بند
 اللہ کے نام کی منادی کرتا رہے۔ کوئی نہ کوئی سنتے والا پیدا ہو جائے گا۔ درنہجے
 اجمل ہی جائے گا۔ دیکھئے میں الحمد للہ آپ کے سامنے دین کی باتیں کر رہا
 ہوں۔ آپ سب نیک آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس نیکی میں مزید ترقی عطا

فرمئے۔ آپ خدا سزا ستہ میری کوئی بات نہ مانیں تو بھائی میرا تو اعادہ ہو جائے گا۔ یہ آپ لوگوں کی برکت اور محبت کا اثر ہے کہ مجھ جیسا گنہگار بھی اس محفل میں حاضر ہو جاتا ہے۔ اگر آپ درس کا اہتمام نہ کرتے تو نا معلوم میں یہ وقت کس کام میں گزار دیتا۔ اس لئے فرمایا تو نصیحت کرتا رہے پس بے شک نصیحت مومنوں کو نفع دے جائے گی۔ اس لئے قرآن نے فرمایا۔ آپ اپنی تبلیغ جاری رکھیں۔ آپ کو یہ معلوم نہیں کہ کس کا خاتمہ کفر پر ہوگا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ ہم فیصحا نہیں کر سکتے کہ آیا یہ جو کافر ہے اس کا خاتمہ کفر پر ہی ہوگا۔ یا یہ جو مسلمان ہے اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ کسی شخص کی ظاہری علامات کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلاں کافر ہے۔ اس طرح ظاہری اعمال سے کسی کو مومن مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ لیکن حتمی فیصلہ قطعی یقین کے ساتھ کہ جلتی ہے یا دوزخی، یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ اس لئے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو اسلام کی دعوت دی۔ آپ تو معالج تھے۔ دین کے داعی تھے اور یہی چیز آپ نے امت کو بھی دی فرمایا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

اے مسلمان تو عالم کی ہدایت کے لئے پیدا کیا گیا۔ لیکن انوس کہ مسلمان یہ کلام چھوڑ بیٹھا۔ کہتے ہیں۔ پاکستان میں عیسائی بڑھ رہے ہیں۔ اچھا یہ کس کی ذمہ داری ہے کہ اس سیلاب کو روکے۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جی ہاں حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لیکن وہ تو اپنی جگہ اس کے جواب وہ ہوں گے ہم نے کہتے مسلمانوں کو عیسائی بننے سے روکا۔ یا کہتے عیسائیوں کو مسلمان کیا۔ ہم تو اپنے مسلمان بھائیوں

پر کفر کے فتوے جڑ رہے ہیں۔ ہمارے ہاں وہ لوگ بھی آباد ہیں جن کو آپ اور ہم
 بھوت کہتے ہیں۔ قرآن تو فرماتا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ
 انسان کو بڑے بہتر قالب میں بنایا۔ کیا ہم اچھوتوں میں تبلیغ اسلام نہیں کر سکتے لیکن
 کیا کیا جائے۔ کہ ہم میں وہ جذبہ ہی نہیں کہ ہم کسی کم کردہ راہ کو براہ راست پر لائیں۔
 ہم کسی اور نظریے سے دیکھتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نظریہ کچھ اور
 تھا۔ ہم اینٹوں میں دین بیان نہیں کرتے ذرا سی بات پر انہیں اسلام کے دار سے
 سے خارج کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ملانے کا حکم دیا۔ ہم ملتے ہیں۔

تو برائے و مسلسل کروں آدمی
 نے برائے و مسلسل کروں آدمی

گھسی کامر کے آخری وقت تک ایمان سے نا امید نہ ہونا چاہیے۔ بخاری
 میں ہے کہ آپ آخری وقت تک اپنے چچا ابوطالب کے پاس بیٹھے رہے۔ اور
 انہیں تبلیغ کرتے رہے کہ شاید مان جائیں بستر مرگ پر پڑے ہوئے تھے بھی
 آپ نا امید نہیں ہوئے بلکہ سلم کی روایت ہے کہ آپ نے یہاں تک چھاپے فرمایا
 اسے میرے چچا کچھ کلمات تو کہہ دے کہ کل قیامت کے دن میں لسنہ رہے کہ
 ساتھ آپ کے ہارے میں جھگڑا کر سکوں۔ آپ آخری وقت تک ماہرین نہ تھے
 میں نے فرمایا کہ جو لوگ آپ کو نہیں مانتے ان کا کفر اسلام میں جاتا ہوں آپ
 تبلیغ کرتے رہیں۔ آپ اپنا کام سراسر انجام دیں۔ ہدایت بتانا آپ کا کام اور ہدایت
 دینا۔ ہدایت پر چلانا میرا کام ہے۔

یہ کام ہیں۔ یہ فرانس میں انبیاء کرام شہداء، علماء اور صلحاء کے جلسے کے
حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیت اللہ تیار کر چکے۔ تو اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔

وَ أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ ارْجِعْ إِلَى
كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ

اے ابراہیم! اعلان کرو۔ اے لوگو! کعبہ شریف تیار ہو چکا ہے
آؤ اور اللہ کے گھر کا طواف کرو۔ لیکن کس کو آواز دیں۔ وہاں تو انسان کی ذات بھی
نہیں۔ جہاں بیت اللہ ہے۔ اس جگہ کو اللہ تعالیٰ نے بیواؤں غنیم
ذی نحر فرمایا۔ جہاں اب مکہ شریف آباد ہے۔ وہاں اس وقت ایک
گھر بھی نہ تھا۔ کس کو آواز دیں۔ لاکھوں سلام ہوں حضرت ابراہیم پر اور آپ کو
آل پر اللہ جو حکم فرماتے ہیں پھر اسباب کرو دیکھنا نہیں۔ بعض روایتوں میں ہے
کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ! میں تو مطیع ہوں۔ کیونکہ میرے
نے پہلے کہہ دیا تھا۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (بقرة ۱۲۸)
لیکن یا اللہ میں کس کو اعلان کروں۔ سامنے کوئی نہیں۔ ایک ہی ہوں اور
ایک میرا چہرہ ٹا سا ہے۔ فرمایا ابراہیم "آواز دینا تیرا کام لوگوں کی روحوں تک
پہنچانا میرا کام۔ چنانچہ جس جس کی روح نے لیکے اس وقت کہی وہ ضرور جا
گا جو ہمارے دست جلا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو حج مبرور نصیب فرمائے
اور خیریت سے ان کو اپنے بال بچوں میں لوٹائے۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ
کو بھی زیارت حریم نصیب فرمائے۔ آمین۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ ان آیات میں آپ کو تسلی دی گئی کہ بے شک وہ لوگ جو انکار کر چکے انکار پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ ان پر برابر ہے آیا آپ ان کو ڈرائیں میرے عذاب سے یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس لئے آپ ان کے ایمان نہ لانے سے دل برداشتہ نہ ہوں۔ خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ ختمتے ہیں مہر کہ (See) کو ایک مضمون کو ختم کر دینے کے بعد۔ یا کوئی افسر کوئی آرڈر کٹا ہے یا کوئی زلٹس حب دیا جاتا ہے یا جب کوئی حاکم فیصلہ کرتا ہے یا مفتی علما جب فتویٰ لکھتے ہیں تو نیچے مہر لگا دیتے ہیں۔ ایک یہ مہر ہے اور خاتم اسی مہر کے ضمن میں آئی ہے۔

وَاللّٰكِن كَرِهَ اللّٰهُ لِيُتَّخَذَ لِلْكَافِرِيْنَ مَثَلًا لِّمَنْ كَفَرَ بِرَبِّهِٖٓ اَنْ يَّكُوْنَ اَعْمٰى اَنْ يَّكُوْنَ سَمِيْعًا ۗ
 وَ لٰكِن كَرِهَ اللّٰهُ لِيُتَّخَذَ لِلْكَافِرِيْنَ مَثَلًا لِّمَنْ كَفَرَ بِرَبِّهِٖٓ اَنْ يَّكُوْنَ اَعْمٰى اَنْ يَّكُوْنَ سَمِيْعًا ۗ
 وَ لٰكِن كَرِهَ اللّٰهُ لِيُتَّخَذَ لِلْكَافِرِيْنَ مَثَلًا لِّمَنْ كَفَرَ بِرَبِّهِٖٓ اَنْ يَّكُوْنَ اَعْمٰى اَنْ يَّكُوْنَ سَمِيْعًا ۗ
 وَ لٰكِن كَرِهَ اللّٰهُ لِيُتَّخَذَ لِلْكَافِرِيْنَ مَثَلًا لِّمَنْ كَفَرَ بِرَبِّهِٖٓ اَنْ يَّكُوْنَ اَعْمٰى اَنْ يَّكُوْنَ سَمِيْعًا ۗ
 وَ لٰكِن كَرِهَ اللّٰهُ لِيُتَّخَذَ لِلْكَافِرِيْنَ مَثَلًا لِّمَنْ كَفَرَ بِرَبِّهِٖٓ اَنْ يَّكُوْنَ اَعْمٰى اَنْ يَّكُوْنَ سَمِيْعًا ۗ
 وَ لٰكِن كَرِهَ اللّٰهُ لِيُتَّخَذَ لِلْكَافِرِيْنَ مَثَلًا لِّمَنْ كَفَرَ بِرَبِّهِٖٓ اَنْ يَّكُوْنَ اَعْمٰى اَنْ يَّكُوْنَ سَمِيْعًا ۗ
 وَ لٰكِن كَرِهَ اللّٰهُ لِيُتَّخَذَ لِلْكَافِرِيْنَ مَثَلًا لِّمَنْ كَفَرَ بِرَبِّهِٖٓ اَنْ يَّكُوْنَ اَعْمٰى اَنْ يَّكُوْنَ سَمِيْعًا ۗ
 وَ لٰكِن كَرِهَ اللّٰهُ لِيُتَّخَذَ لِلْكَافِرِيْنَ مَثَلًا لِّمَنْ كَفَرَ بِرَبِّهِٖٓ اَنْ يَّكُوْنَ اَعْمٰى اَنْ يَّكُوْنَ سَمِيْعًا ۗ
 وَ لٰكِن كَرِهَ اللّٰهُ لِيُتَّخَذَ لِلْكَافِرِيْنَ مَثَلًا لِّمَنْ كَفَرَ بِرَبِّهِٖٓ اَنْ يَّكُوْنَ اَعْمٰى اَنْ يَّكُوْنَ سَمِيْعًا ۗ
 وَ لٰكِن كَرِهَ اللّٰهُ لِيُتَّخَذَ لِلْكَافِرِيْنَ مَثَلًا لِّمَنْ كَفَرَ بِرَبِّهِٖٓ اَنْ يَّكُوْنَ اَعْمٰى اَنْ يَّكُوْنَ سَمِيْعًا ۗ

یہ آیت بھی ان معرکتہ الآراء آیات میں سے ہے جو لوگوں میں محل غم و فکر ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے لئے برابر ہے تو پھر تبلیغ کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب تو میں عرض کر چکا۔ دوسرا یہ سوال اکثر

لوگ کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی تو پھر ان کے قبول نہ کرنے میں
 ان کا کیا گناہ ہے؟ خَلَّمَ اللَّهُ مَهْرَ كَرْدِي اللہ تعالیٰ نے کب
 انہیں نے انکار پہلے کیا۔ مہر لپہ میں لگی۔ وہ منکر ہو گئے۔ حضرت آدمؑ سے
 لے کر جناب محمد رسول اللہ تک انبیاء کرام کے خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل
 فرمائی۔ علماء بھیجے، صلحاء بھیجے، سمیع، بصر عقل و شعور سمجھ و دانش عطا فرمائیں لیکن
 یہ ہر بات پر اڑے رہے جب یہ نہیں آتے تو مجھے کیا ضرورت ہے۔ میں نے
 مہر کر دی تاکہ آئندہ کے لئے راستہ ہی بند ہو جائے ابھی نہ سکیں۔ کفر پہلے ہے

مہر لپہ میں دوسری جگہ فرمایا

بَلْ طَلَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرٍ كَرِيمٍ مَهْرَ كَرْدِي اللہ تعالیٰ
 نے ان کے دلوں پر ان کے کفر کی وجہ سے۔ مثلاً آپ ایک آدمی کو اپنی
 خوشی سے انعام دیتے ہیں نہیں ایسا۔ آپ زبردستی اس کی جیب میں ڈال دیتے
 ہیں۔ وہ نکال کر پھینک دیتا ہے۔ پھر اٹھا کر دیتے ہیں۔ نہیں لیتا۔ آپ سمجھانے
 ہیں کہ تیرے کام کی چیز ہے۔ اس میں تیرا ہی فائدہ ہے۔ وہ نہیں لیتا۔ آپ
 تنگ آ کر کہیں گے بھائی میں نے اتنی اس کی منت سماجت کی اور اس کا یہ حال
 ہے۔ آپ قسم اٹھا کر کہہ جائیں گے کہ اب مجھے کبھی نہیں دلوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے
 عقل و شعور دیا اپنی معرفت کے لئے۔ اب اگر بندہ بجائے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے
 کے اللہ کا مخالف بن جائے۔ ان کے دل۔ ان کے کان پہلے ہی سے منکر ہو چکے ہیں
 میری ہدایت کو قبول کرنے سے ان کے دلی نیک بات کو قبول ہی نہیں کرتے
 قرآن مجید میں دوسری جگہ اس کی تفصیل ہے

گیا یہ یوں پارسے میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون
 اور فرعونوں کو دعوت دی۔ تو انہوں نے جھٹلادیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی۔

رَأَيْنَا أَطْمِسُ عَالِيٰ أَمْوَالِهِمْ وَأَشَدُّ عَلَيْ
 قُلُوبِهِمْ وَقَلَّا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْآلِيمَ
 اے اللہ ان کے مالوں کو برباد کر۔ اور ان کے دلوں کو سخت کر کے اور ان کو

ایمان کی دولت نصیب نہ کر۔ جب تک یہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں
 قَالَ قَدْ أُجِيبَتِ دَعْوَتُكُمَا فَمَا تَمْيِزُكُمَا مِنَ الْبَاقِيْنَ كَيْ تَعْلَمَ
 ہوجی فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کا پئے مقابلہ کیا پھر تعاقب کیا جب فرعون
 اور فرعونوں کے درمیان میں پہنچے اور دے رہے تھے۔ ڈرتے وقت جب فرعون
 نے انہوں سے عذاب الیم کا مشاہدہ کیا تو اس وقت کہنے لگا۔

اٰهَمَّتْكُمْ آتَاةُ الْاِلٰهِ الْاِذِىْ اٰهَمَّتْ بِهٖ سُبُوٰ
 اِسْرَائِيْلَ وَاَنَا حَسْبُ الْمُسْلِمِيْنَ كَمَا اِيْمَانُ لِيَايُنْ كَرْمَلِيْ مَسِيُوْدِيْ
 مگر جس پر یہی اسرائیلی ایمان لاکے ہیں نماز وادوں میں سے جوں فرمایا
 الْاَلْبَانِ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

اب جب کہ زیت سے نامیہ ہو گیا ہے۔ اب ایمان لاتا ہے۔ ایسا ہے
 اَلْيَسَا مِنْ اَب تَرَ اِيْمَانُ قَابِلُ تَبُوْلُ نَهِيْ جَبِبُ تَجْمَعُ اَقْتَدَارُ حَاصِلُ تَحَاوُرُ تَجْمَعُ
 سے بھی نہ سمجھا۔ اب تو مجھ سے ہے۔ کس نے کہا کہ فرعون نے پہلے
 اور پھر بعد میں لگی اس کی تفصیل جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی فرمائی

لے مشکہ

کہ جب کوئی انسان ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ بیٹھ جاتا ہے۔ دل شفاف آئینہ ہے۔ پھر جب انسان نافرمانی کرتا ہے تو اس کے دل پر نقطہ سودا بیٹھ جاتا ہے۔ اگر بندہ نے توبہ کی سچے دل سے تو وہ نقطہ سودا سیاہ نقطہ دھل جاتا ہے۔ اگر توبہ نہ کی تو جب وہ سرگناہ کرے گا۔ تو ایک اور نقطہ پڑ جائے گا۔ اور جب تیسرا گناہ کیا تو تیسرا نقطہ اس کے دل پر بیٹھ جائے گا یہاں تک کہ دل کا شفاف آئینہ سیاہ ہو جاتا ہے کہ خَلَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ کا مصداق بن جاتا ہے۔ اس لئے میرے بزرگوار اور بھائیو! جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توبہ کرنے میں دیر مت کرو۔ ڈھیل نہ لگاؤ۔ جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے۔ فوراً رب العالمین سے معافی مانگو۔ نیک بندوں کی نشانی یہ ہے کہ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا حَسَّهُمْ طَئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ
تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ بے شک وہ لوگ جو
اللہ سے ڈرتے ہیں جب شیطان ان کو کوئی چٹکی لگا گیا۔ شیطان کا سمجھنا لگا گیا
تذکرہ لیا اور چونک پڑتے ہیں۔ یہ کیا ہو گیا۔ فوراً اللہ کی یاد میں لگ
جاتے ہیں۔ لاجمل ولاقوة۔ استغفر اللہ پڑھتے ہیں۔ وَكَمْ لَيَّسَرُوا
عَلَىٰ مَا قَلُّوا اور اپنے کئے پر اڑے نہیں رہتے بلکہ فَاِذَا
هُمْ مُبْصِرُونَ فوراً سنبھل جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو سنبھال لیتے
ہیں۔ ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ جس طرح دسترا ہم بازار میں جارتے ہوں

۱۳۵

لہر میں ہوں۔ کہیں کیلے کے چھکے پر سے پھسل جائیں تو کیا وہاں ہی لیٹ جاتے
 یا یا سنبھل جاتے ہیں؟ فوراً چونک جاتے ہیں پہلے سے زیادہ ہوشیار ہو جاتے
 یہی اسی طرح اللہ کے نیک بندے جب انہیں شیطان کا کوئی جھوٹا لگ جاتے۔
 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے یاد کیا سنبھل گیا۔ فوراً اللہ تعالیٰ سے گناہ معاف کرایا
 نے کے پر ڈٹے نہیں غلطی گناہ تو سب سے ہوں گے سوائے انبیاء کرام
 الٰہی حضورؐ کے گناہ کا مرتکب ہے کوئی زیادہ کا کوئی بندوں کے حقوق ضائع کر
 ہے اور کوئی حقوق اللہ کو صحیح طور پر ادا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو چاہے
 ہی نافرمانی سے اور ہمارے گناہ معاف فرمائے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 فرمایا: **التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ**
 اہل سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں اس نے ختم کا
 ہو رہا ہے۔ کہ گناہ کرتے کرتے اس کا دل ایسا سیاہ ہو جاتا ہے کہ پھر ہدایت کی طرف
 ہیں آتا مثلاً ہم میں سے کسی آدمی نے ایک نماز چھوڑ دی۔ سنبھل گیا تو بہتر روزہ
 شیطان اپنا حال بچالے گا۔ اور اس کے کانوں میں اس کی گمراہی کی باتیں چھونکتا
 ہے گا۔ کہ چلو جمعہ کی نماز پڑھ لیں گے اب دیکھا اس سے روزانہ کی پانچ نمازیں
 پھر دو کے جمعہ پر سے آیا۔ اب کی بار جمعہ پر کسی پارٹی میں چلا گیا یا کسی فٹنگن گیا
 بطبعیت نماز نہ ہو گئی۔ جمعہ بھی رہ گیا۔ دیکھا اب دن بدن پیچھے لے جا رہا ہے۔
 بیان تاکہ کہ چلو عید پر پڑھ لیں گے کرتے کرتے اسے پلٹا گراہ کر دے گا۔
 اور ایک وہ بھائی ہے کہ اگر ایک نماز رہ گئی۔ فوراً محسوس کیا۔ پھر ساتھ
 ہی طبیعت نماز ہو گئی۔ طبیعت پر پوچھ پڑا۔ فوراً جو روح الی اللہ کیا۔ یہ تو

کامیابی کی نشانی ہے۔

امام سینہ علی رحمۃ اللہ علیہ جو نویں صدی ہجری کے مجدد و گروہ ہیں بہت بڑے امام وقت تھے۔ آپ نے کافی تصانیف فرمائیں۔ تفسیر جلالین، درمنش تفسیر اتقان وغیرہا۔ آپ کی ایک دفعہ تہجد کی نماز اہ گئی۔ حضرت الزین العابدی نے انوار الباقی میں اس کا ذکر کیا ہے کہ آپ کو بنا رہا گیا۔ آپ نے آسمانوں سے پوچھا تھا۔ اللہ کی عبادت سے کونسا نفع سزاوار ہے۔ نماز کے جانے سے بدن پر اثر ہو گیا۔ اس کچھلے قدر کے ہماری اکابر رحمۃ اللہ علیہ کے حال تھا۔ ہم سب نہ رگوں کا ادب اور احترام کرتے ہیں ہماری نزدیک اللہ کے نیک بندے ہیں۔ خواہ وہ کسی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن جن کو اللہ نے دیکھا جن سے ہمیں فائدہ ہوا۔ ہمارا فرض ہے کہ تکریمت نعمت کے لیے ان کا ذکر کریں۔ ویسے ہمارے نزدیک سب بزرگ ہستیاں قابل احترام ہیں۔ کچھ دور کی تین ہستیاں بہت اپنے درجے کی گزری ہیں حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز۔ مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام الاولیاء لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ اس دور کے جہل کے انسان تھے۔ ان قدر اس وقت ہمیں تھی اور نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔ سو سال کے بعد کی وید کے لئے ترسوں گے۔ انوس کریں گے۔ میں ان دنوں حضرت رائے پوری کی سوانح حیات پڑھ رہا ہوں۔ بھائی محمد اکرم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمائی تھی میں ایک واقعہ میں نے پڑھا ہے۔ آپ بھی سن لیں حضرت رائے پوری نے دو سال تک حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیر نظر رہا ہے۔ کسی تقاضے کو پورا نہ کیا۔ نہ سہی کھانے کی پداہ کی چودہ سال کا عرصہ

کبیل میں گزرا دیا شیخ کی خدمت کی دل پر نقطہ سودا نہ آنے دیا۔ نیک
 بندوں کے دلوں پر ذرا سی بدبو گزر جائے تو سارا سارا دل پریشانی میں اور
 ذکر اللہ میں گزرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو علمائے حق کی صحبت نصیب فرمائے
 اللہ والے سب سے پہلے دل کو صاف کرنے کا طریقہ بتلاتے ہیں۔ چونکہ دل بہتر
 ہے اسے اللہ کے ذکر کے ساتھ آباد کرو تو شیطان نہیں آسکتا۔ اسی لئے لطیفہ ہی
 بتاتے ہیں۔ یہ سلطان الاذکار ہے علم کے لئے دوراستے میں۔ اور تیسری چیز مرکز
 ہے۔ سمع اور بصر دوراستے میں۔ کھانا پینا کھنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ تو پھر دماغ
 میں آتی ہے۔ کافروں سے سنتے ہیں۔ تو دل تک پہنچتی ہے۔ ان کے کفر کی وجہ سے
 ان کے ہدایت کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ ان کو بند ہونے سے اب
 بات دل تک پہنچتی نہیں۔ اس لئے دل کو ہدایت سے خالی پا کر شیطان لبریز
 کر لیا ہے۔ اور زیادہ گمراہی کی طرف لے جاتا ہے شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ
 علیہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ قابل اصلاح نہیں ہیں۔ انہوں نے پہلے کفر کیا۔ تو پھر اللہ
 تعالیٰ نے اوپر سے ہر لگا دی

کاتل سے اللہ کے دین کی بات کو نہیں سنتے۔ اِحْبَابُوا اصَابِعَهُمْ
 فِي اَذَانِهِمْ حضرت نوح علیہ السلام کو سو سال تک قوم کو ہدایت کی
 طرف بلائے رہے فرمایا اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَ نَهَارًا
 اسے اللہ میں نصرت کو اور دن کو ان کو دعوت دی۔ مگر یہ قوم سے جدا گئے
 ہی رہے۔ فرمایا اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَ نَهَارًا
 اصَابِعَهُمْ فِي اَذَانِهِمْ اسے اللہ حب بھی میں ان کو بلانا یہ کاتل

میں انگلیاں ٹھونس لیتے۔ تاکہ نبی علیہ السلام کی بات سنائی ہی نہ دے

آج بھی ایسے کئی کم نصیب ہیں جو سب باتیں سنتے ہیں۔ لیکن دین کی بات نہیں سنتے بلکہ پسند ہی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ صوب کو ہدایت عطا فرمائے۔ ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی۔ اور ان کی آنکھوں پر ایک خاص مہر کا پروہ ہے۔ ان آنکھوں سے ناول پڑھ لیں گے۔ قرآن نہ پڑھیں گے۔ انہیں سیدھی نظر آجاتا ہے مسجد نظر نہیں آتی۔ ریڈیو سن لیتے ہیں۔ اذان نہیں سن سکتے۔ ہم بڑے پُرخطر دند سے گزر رہے ہیں میرے بندوگم! اپنے گھر دل کو اس ریڈیو سے پاک کرو۔ اپنے ہاتھوں اپنے اہل و عیال کو کیوں عزت کرتے ہو۔ قرآن کا ارشاد ہے
قُواْ اَلْفُسُكُْمُ وَاَهْلِيكُمْ نَارًا اِسْنٰہ آپ کو اور اپنی اولاد کو جہنم کے عذاب سے بچاؤ۔ ریڈیو رکھنے سے گھر میں گمراہی آہی جاتی ہے۔ سید اور ریڈیو ہمارے معاشرے کی تباہی کا باعث ہیں۔ آج اگر بیٹھا اور ریڈیو سے محفوظ رہیں تو وہ فیصد ہمارے معاشرے کی اصلاح ہو سکتی ہے جہاں ریڈیو سمیٹا جا کر نکل گیا۔ کیا کیا جائے ہم تو ریڈیو میں کھو گئے۔ ارے خدا کے بندے خود اپنے خدا سے باتیں کر قرآن کا حکم ہے۔

لَا يَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ط اللہ تعالیٰ سب کو سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے بھائی ریڈیو سے کس طرح قرآن سنتے ہیں۔ رہنمائی اور ڈھ بیٹھتے ہوتے ہیں۔ ابھی ابھی وارٹھی صفا کی، ابھی صابن لگا ہوا ہے۔ منہ سے سگریٹ کے کش نکال رہے ہیں اور ادھر قرآن پڑھا جا رہا ہے۔ اورے صاحب کن رہے ہیں یہ کوئی طریقہ ہے یا یہ ادب ہو رہا ہے۔ کلام مجید کا۔ قرآن سننے بیٹھیں

بہ العزیم ۷۔ ۵۔ الواقعة ۷۹

بگے کھڑے ہو جائیں۔ اس کلام مجید کو عیسائی سنتے تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں
 لڑیاں بہنے لگتیں اور قرآن سن کر ایمان لے آتے تھے۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ
 يَفِضُّ مِنَ الدَّهَمِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْهَمِّ

ہر ہمارا یہ حال کہ ابھی قاری صاحب تلاوت ختم کرتے ہیں۔ مائیکروفون گرم ہی ہوتا
 ہے۔ کہ چلو قاری صاحب آپ کو چھٹی۔ پیچھے کوئی کچھت آرا آجاتی ہے۔ نعمتیں یا اورد
 ہی کلام نہیں بلکہ ایسے خوش گانے گائے جاتے ہیں جن کو یہاں دسرانا گنا ہے
 تے جاتے میرے کانوں میں بھی ان کی آواز پٹی ہے۔ میں جب گھر جاتا ہوں پھر
 وقت قریب ہوتا ہے۔ گلیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ سر طرف ٹٹاں ٹال کا آواز
 ہے۔ چونکہ بابو صاحب اسی وقت دفتر سے آتے ہیں۔ کھانا کھانے بیٹھتے ہیں۔
 بن ریڈیو کا گانا سننے کے بغیر ان کو دلی کامز اکب آتا ہے۔ کھانا ہضم ہی نہیں
 بنا۔ پھر خوب دل کی جلن نکالتے ہیں۔ خوب اوسچا کر کے سنتے ہیں۔ ریڈیو کا
 داتا ہوتا ہے۔ کہ اذان سنائی نہیں دیتی۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا
 الْقُرْآنِ وَالنَّوَافِلِ عَلَيْكُمْ غَلغلة

کہتے کہ جب قرآن پڑھا جائے غلغلة مچاؤ۔ تاکہ قرآن کی آواز سنائی نہ
 سہے۔ ابھی ان ہی کی ریڈیو ادا کرتے ہیں۔ ریڈیو آنا بلند کرو۔ کہ کوئی اذان نہ
 سنے۔ بچے بچیاں سب سنتے ہیں۔ اب تو مولوی صاحب کے گھر میں ریڈیو
 رکھے ہیں۔ مولوی صاحب یہ باجہ کس لئے رکھا ہے؟ آج ہی لڑکے کو قاری

باعظا کی تلاوت سنانا چاہتا ہوں۔ اسے لڑکے کو تلاوت سنانے ہو یہی کہ
 سنانے ہو یہ ہاتھ چھوڑ دو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا قرآن
 طہیر نہیں آتا تو کوشش کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث پر
 جو قرآن مجید کو روانی تیزی کے ساتھ باسانی پڑھے۔ اس کو ایک ثواب ملے گا
 جو قرآن کو دو رک رک کر۔ نہ آئے پھر بھی کوشش کرے۔ سچے کرے جو لڑکے
 حروف کا بار بار اعادہ کرے۔ نہیں آتا پھر بھی پڑھتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ
 کہ خدا کا کلام بہت اچھا لگتا ہے۔ ایسے آدمی کو دوا جبریلوں کے۔ ہم خود
 نہ اپنے رب کے کلام کو پڑھیں۔ اپنی زبان سے پڑھیں۔ اپنے گھروں کو
 کریں۔ شاہنشاہوں سے پھر دیکھیں۔ بڑی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی۔ اور ان

آنکھوں پر ایک خاص قسم کا پردہ ہے۔
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ

اور ان لوگوں کے لئے بہت سے جنموں اور سالوں میں
 ہیں۔ نہ جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے دل ہیں۔ بڑی مضامین
 ماٹریاں جسم ہیں۔ لیکن دل سے دین کی باتوں کو نہیں سوچتے۔ سارا دن کاروبار
 کرتے ہیں۔ لیکن قیامت کی بات نہیں سنتے۔ نہیں سوچتے سارا دن کاروبار
 کرتے ہیں۔ بھائیو! شاہ فاروق سابق شاہ مہر جس کا لہجہ سیکھتا تھا جس

ہمارے پرمصر کی حکومت چلی تھی۔ جھنڈے لہراتے تھے۔ لیکن جب وہ اٹلی میں
 ہوا۔ قبر کے لئے زمین کوئی نہیں دیا تھا۔ کیا دولت اس کے کام آئی۔ اللہ تعالیٰ
 اس کو بخشے۔ مسلمان بادشاہ تھا۔ میری مراد اس کی توہین نہیں۔ میں عبرت کے لئے عرض
 رہا ہوں۔ اور اس کے مقابلے میں ایک مچھلی جو سبز ہے۔ انگریزی پڑھتے تھے۔ فوت
 کے لندن میں اور وہیں کئے گئے بیت المقدس میں فرق ہوا یا نہ؟
 لِي اَلْبَصَارِ هِيَ عَشَاهَا اِیسی نظریں جو حق نہ دیکھ سکیں ایسے
 جو حق بات سمیچ نہ سکیں۔ ایسے کان جو حق بات نہ سن سکیں۔ اُو الْاَبْصَارِ
 لَا تَنْصَامُ یہ مانند چارپایوں کے ہیں۔ بَلْ هُمْ اَضَلُّ
 ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ اگر ضرر سے گواہک چاہے مارو ٹھیک چلنے
 س جاتا ہے۔ ہمارے زمیندار بھائی بھینس اگر دودھ نہ دے تو مار مار
 لپٹے ہاتھ اس پر ٹھنڈے کرتے ہیں۔ حرام خوری چار سیر کھل کھا گئی۔ اور
 وہ نہیں دیتی۔ اور عود انسان زمین کی نعمتیں سب کھا گیا۔ ساٹھ ستر سال اسی
 گزار دیتے۔ اب ترکے دمانے بیٹھا ہے۔ پھر بھی خدا کے سامنے سر
 میں جھکاتا۔ تو بڑا عوام غور کون ہے۔ وہ بھینس ہوئی یا ہم ہوئے؟
 اُو الْاَبْصَارِ هِيَ عَشَاهَا یہ میری تحقیقت سے بلکہ اپنی تحقیقت
 سے بھی بے خبر ہیں۔ کھاتے پیتے دنیا کا سب کاروبار کرتے ہیں۔ لیکن میری
 فہم نہیں آتے۔ اس لئے میں نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر
 ہر لگا دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر ایک خاص قسم کا پردہ ہے۔ جو
 دوسروں کو نظر نہیں آتا۔ وَ لَقَدْ عَلَّمْنَا الْاِنْسَانَ عَظِيمًا
 کے لئے بہت بڑا عذاب ہے عذاب کی نوعیت کیسی ہے؟ ایک سزا

بدنی ہوتی ہے۔ جیسے کسی دوسرے کے بدن کو دکھایا اور ایک سے دوسرے
 سزا دوسرے کے دُعا کو ٹھہیں پہنچانا کافر کے لئے عذابِ عظیم سے
 سمجھتے ہیں کہ دنیا کی سب سے بڑی طاقتیں آرام میں ہیں۔ کوئی تو عذاب کا
 کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عذاب کا بلایا کہتا ہے۔ کوئی عینِ خدا کہتا ہے
 اور کوئی شریک کرتا ہے۔ اور آئے دن جناب رسول اکرم صلی اللہ
 وسلم کی توہین کے درپے آزار ہیں۔ آپ کی گستاخی میں لٹری پکڑنا
 کرتے ہیں۔ کیا وہ آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ دنیا میں چین سے رہ رہتے
 اس کے باوجود کہ وہ کافر اور مشرک ہیں اور وہ عیش بھی کر رہے ہیں۔
 نہیں نہیں ہم نہیں سمجھے۔ ان پر تو نیند بھی حرام ہے۔

ہر ایک چاہتا ہے کہ دوسرے کو مٹا دے۔ دوسرے کو تیر
 کر دے۔ اس کو اڑا دیا جائے۔ یہ بھی عذابِ عظیم ہے۔ اور عذاب
 عظیم کیا ہوتا ہے؟ ہاں آخرت کا عذاب ابھی باقی ہے۔ اللہ کے منک
 کش اور باغی ہیں۔ اور جو باقی چھوٹے چھوٹے ممالک ہیں، ان کا بھی یہی
 ہے۔ بھائی جسے خدا اپنے دروازے پر نہ بھڑکائے کیا اللہ تعالیٰ اس
 سے راضی ہوگا۔ جس سے اپنا ذکر نہ کرائے۔ یہ بھی عذاب ہے۔ سارے
 سارے ہانڈا رکھ کر لگاتا ہے نہیں تھکتا۔ لیکن مسجور جانے سے اور عذاب
 سامنے بھگنے سے تھک جاتا ہے۔ اللہ جسے اپنے گھرنہ چھوڑے۔
 اپنی کتاب کے قریب نہ بھگنے دے۔ یہ بھی عذاب ہے۔

بھائی دیکھئے آپ میں سے کوئی ایسا ہے جس نے آج اخبار نہ
 مہوہ۔ بلکہ گلی میں جو جوتی مرمت کر رہا ہے۔ اس کے پاس بھی اخبار

ہے۔ لیکن آپ میں سے کتنے ہیں جنہوں نے صبح اٹھ کر تلاوت کی ہو اپنے رب کے ساتھ ہم کلام ہوا ہو۔

میرے بزرگوار! اور دوستو! ہم تعمیرِ کوسستان نوائے وقت کی طرف تڑ آئے۔ لیکن قرآن کی طرف نہ آئے۔ معلوم ہوا کہ خدا ان سے اتنا ناراض ہے کہ اسے اپنے کلام کو پڑھنے سے روک دیا۔ اپنے سنانے چھکنے کی توفیق سلب کر لی۔ آج کہتے ہیں فلاں سے خدا بہت راضی ہے! اچھا بھائی تجھے کیسے پتہ چلا؟ جناب اس پر دولت برس رہی ہے۔ اتنی کمپنیاں۔ اتنے کنوینس۔ اتنی کاریں۔ سب بیٹے ملازم ہیں۔ خدا بہت راضی ہے۔ اس سے۔ اچھا بھائی نماز پڑھتا ہے؟ نماز تو اس کو آتی ہی نہیں۔ اچھا بھائی زکوٰۃ دیتا ہے۔ تو یہ جی خدا کے نام کی دھڑکی نہیں نہیں دیتا۔ اچھا بھائی وہ اتنا مالدار ہے۔ اس نے حج بھی کیا۔ جی نہیں۔ لکے بھائی پھر اس سے خدا راضی ہوا یا ناراض ہوا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حَسْبُ الْغَنِيِّ
اللَّهُ تَعَالَى كَمَا تَدْرِي بِمِزْجِ رَمَلٍ كِي قَدْرِهِ. وَهُوَ ان كَمَا قَبُولُ
كِرْتَا هِيَ. فِي هِي اِيك وَفَعْلُ بَحْرٍ تَرْتَمِبُ كَرُ وِيَا هِي. اِيك كَهْنَةُ هُوَ چَكَ هِيَ
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ
سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَبْرَأْتُمْ اَمْ لَا تُبْرَأُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ
اَيَا اَبِ اِنْ كُوْرِيْنِ اَمْ كُمْ تَنْبِيْهِمْ هُمْ يَا اَبِ اِنْ
وَرِيْنِ اِنْ كُوْرِيْنِ اَمْ كُمْ تَنْبِيْهِمْ هُمْ يَا اَبِ اِنْ

خَتَمَ اللهُ مَهْرُ كَرِيهِ اللهُ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى قُلُوبِهِمْ
 ان کے دلوں پر وَ عَلَى سَمْعِهِمْ اور ان کے کانوں پر
 وَ عَلَى ابْصَارِهِمْ غَشَاةً وَ مَا اور ان کی آنکھوں پر ایک
 خالص پردہ ہے۔ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ اور ان
 کے لئے بہت بڑا عذاب ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو کفر سے
 نفاق سے محفوظ رکھے اور اپنے عذاب سے بچائے۔ آمین

پہ چھادرس

منعقدہ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ مطابق اپریل ۱۹۶۵ء

یہ درس مقدس سورہ بقرہ کی مندرجہ ذیل آیات پر مشتمل ہے :-
 لِيَسْمِعَ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ. وَمِنَ النَّاسِ مَن
 يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ
 بِمُؤْمِنِينَ ه يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا
 يُخَادِعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُونَ ه فِي
 قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا
 وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ه

اس درس میں مندرجہ ذیل مسائل اور ابحاث کا ذکر ہے :-
 ۱۔ صحبت کا اثر۔ شرف صحبت سب سے بڑا شرف اور صحبت سب
 سے بڑا معامہ ہے۔

۲۔ نماز چاشت کا اجر و ثواب اور اس کی اہمیت
 ۳۔ دور نبوت میں نفاق کا لباس غیر مسلموں نے کیوں پہنا۔ اور اس
 کا تاریخی پس منظر

۴. سلوک اور روحانی تربیت کا اعلیٰ مقام شہرہ ہے۔
۵. بیعت طریقت کا مفہوم۔ مروجہ پیری مریدی پر شرعی تنقید اصل شریعت
اتباع شریعت ہے۔

۶. شیخ طریقت کا مقام اور نسبت کا اثر۔
۷. نفاق کی قسمیں۔ اب نفاق سے مراد صرف نفاق عملی ہی ہے۔
۸. عملی کمزوری وحدۃ امت کی راہ میں عامل نہیں ہو سکتی۔

واللہ الموفق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بھائیو اور بزرگو! یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان اور بے انتہا فضل و کرم ہے کہ آج پھر ہم قرآن کے سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں کا ویسے ہی لٹا جلتا بائست اور ویرکت ہے اور پھر دینی طلب اور وہ بھی قرآن کے سننے اور سنانے کے لئے اکٹھا ہونا، مل بیٹھنا، یہ اس رب العالمین کی خاصی مہربانی اور نوازش ہے۔ بزرگو اور دوستو! سب سے بڑی چیز جو دنیا میں بھی انقلاب لاتی ہے، جو قیامت کی بہتری کا سبب بھی ہے، صحبت ہے۔ نیکی کے موضوع پر سوچ، بچار، نیکی کا سنتہ اور سنانا ایک علی انقلاب ناما ہے۔ اوساگر بُرائی کے لئے سوچ، بچار کی جائے بحث و تمقید کی جائے تو بُرا اثر پڑے گا۔ اسی کے متعلق فرمایا ہے:

صحبت صالح ترا صالح کنذ
صحبت طالح ترا طالح کنذ

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ انسان سادق باالطبع ہے یعنی فطرتاً اثر پذیر ہے خواہ اس کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ نیکی اور بدی بھی اس پر اثر انداز ہوتی ہے۔ آپ کسی نیکی آدمی کے پاس بیٹھیں تو نیکی کا اثر ہے کہ انھیں گے۔ اگر سیر آپ کا ارادہ نہ ہو، برے آدمی کے پاس بیٹھیں، دل و دماغ پر بُرا اثر ہے کہ انھیں گے۔ طبیعت کا میلان بُرائی کی طرف ہوگا قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاصْبِرْ لِنَفْسِكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْعَدْوَةِ

وَالْعَشِيِّ رِبِّ ۱۵ سوره الکہف . آیت ۲۶ صحابہ کرام صحبت کے لئے ہر چیز کو
 قربان کر دیتے تھے جب کوئی موقع آتا عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 میں بھی ساتھ ہوں گا ؟ شاید میں اپنے پہلے کسی درس میں عرض کر چکا ہوں کہ حسب جناب
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہجرت کا حکم ہوا . آپ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 گھر تشریف لے گئے . صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے پرچھا یا حضرت
 (صلی اللہ علیہ وسلم) ! کیا میں بھی ساتھ ہوں گا ؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صرف مصاحب
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حاصل کی اور آپ کی عہدت سے مجال بنے یہ وہ انقلابی قوت
 ہے جو دل و دماغ میں راسخ ہو کر زندگی کا رخ پھیر دیتی ہے اس لئے حرم قیامت
 کے سزا فوس کریں گے . يَلِيْتَنِي اَتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيْلًا
 جہنم جب جہنم کی طرف ہٹے جانیں گے حسرت سے کہیں گے . کاش مر رسول اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاسے والا راستہ اختیار کرتے تو یلیتی لیستی
 لَهُ اَتَّخِذُ فُلًا مَّا خَلِيْلًا ^{۲۵} الفرقان ۲۵ یہ تو ہماری بدبختی ہے . کاش
 ہم فلاں کو دوست نہ بناتے . فلاں کی صحبت اختیار نہ کرتے . لَقَدْ اٰعْتَلَيْتَنِي
 عَمَّنْ النَّاسِ اِسْمِي كَيْفَا ؟ اسی نے مجھے ذکر سے روک دیا جب ذکر میں
 دل لگنے لگا . لکر پیدا ہونے اللہ کی طرف اس کی دوستی نے مجھے رسوا کیا . لَعَلَّكَ
 اِذْ جَاؤُنِي وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَدُوْلًا . تو عمر میں خدمت
 میں یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اسی نے ہم جیسے گنہ گاروں کو
 قرآن کے سنتے اور سنانے کی توفیق عطا فرمائی . آج چھٹی کا دن ہے . ہر ملازم یا قی دن
 تو اپنے کام میں مصروف ہوتا ہے یہ ہی ایک دن ہوتا ہے کہ ہم اپنے ذاتی کاروبار
 کے لئے وقت نکالتے ہیں کسی کام ہوتے ہیں کہتے ہیں چاہے بھائی اتوار کو چھٹی ہوگی

اس دن کریں گے یا اگر کوئی کام نہ بھی ہو تو چلو ذرا نیند کریں۔ یا لہو و لبیب میں ہی
 مشغول ہو جائیں لیکن میرے دوست نے اب ایسے ہی وقت میں آیا۔ پہلی قوموں کی تباہی
 الیٰ وقت ہوئی۔ فرمایا: وَهُمْ يَلْعَبُونَ جب کہ وہ کھیل رہے تھے۔ اس وقت
 کھیل کود میں مشغول یا فراغت جو بہتی اور کسی کام میں لگے ہوتے۔ یا آرام کرتے
 ہیں اس لئے سحری کی نماز کا زیادہ ثواب ہے۔ کیونکہ وہ آرام کا وقت ہوتا ہے۔ فرمایا
 وہ مجھے بہت اچھا لگتے ہیں جو سحری کو اٹھ کر مجھ سے معافیاں مانگتے ہیں۔ میرے سامنے
 سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اولوالالباب کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ایک
 یہ نشانی بھی فرمائی والمستغفرین بالاسحار (آل عمران ۷۶) سحری کے وقت
 معافی مانگتے ہیں۔ آرام کا وقت تھا۔ اس آرام کو قربان کر کے دوسرا آرام حاصل کرنے کی
 کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے میں ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں۔ ایسے کھیل کود کے
 وقت میں اگر کوئی دو رکعت نماز نفل چاشت پڑھے جو نادر و نیک چاشت کا وقت ہوتا
 ہے۔ حدیث کے الفاظ کچھ اور ہیں مفہوم یہ ہے کہ گویا اسی نے ۳۶۰ قربانیاں دیں۔
 صحیح حدیث ہے یہ بڑی برکت والی نماز ہے۔ اتنا اجر ثواب کیوں؟ اس لئے کہ کھیل
 کود کا وقت ہوتا ہے ایسے وقت عبادت میں مشغول ہونا۔ اس سے طبیعت پر بوجھ پڑتا
 ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اسی لئے آپ حضرات بڑے خوش نصیب ہیں
 اور آپ کی وجہ سے میں بھی اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تجھے اور
 آپ کو اخلاق نصیب فرمائے۔ ہم تو ارکو جو ہمارا چھٹی کا دن ہے۔ اس کو نیکی کے لئے
 قربان کرتے ہیں یہ ہمارا آنا جاننا سب قرآن کے لئے ہے۔ آج ایسٹ آباد سے بھی لوگ
 دوست تشریف لائے ہیں۔ ان کو قرآن اللہ کا کلام اچھا لگتا ہے تب ہی تو آئے۔ اللہ

تعالیٰ آپ سب کو اجر و ثواب عطا فرمائے اور ہمارے اعمال میں برکت ڈالے۔ جیسا کہ
 میں ابتدائے سورۃ میں عرض کر چکا ہوں کہ سارے قرآن مجید میں چار قسم کے لوگوں کا ذکر
 ہے پہلی دو قسم کا ذکر کر چکا ہے۔ آج کی آیات میں تیسری قسم کے لوگوں کا بیان ہے۔
 تیسری قسم کو سمجھنے کے لئے پہلے ایک بات کو سمجھنا ضروری ہے۔ کہ جناب محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کتنی تھی ہیں۔ ایک زندگی آپ کی قبل از نبوت کی زندگی
 ہے۔ چالیس سال کی عمر پر آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبوت کا اعلان فرمایا۔ اعلان
 نبوت کے بعد تیرہ سال آپ مکہ مکرمہ میں رہے۔ اسے جنابت کی مکی زندگی سے تعبیر
 کیا جاتا ہے۔ پھر دس سال آپ اس عالم ناموس میں مدینہ منورہ رہے جسے آپ کی
 مدنی زندگی کہا جاتا ہے۔ مکی زندگی میں آپ کی ظاہری طور پر کوئی طاقت شان و
 شوکت نہ تھی چند ہی لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ وہ بھی مسکین قسم کے حضرت بلال رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ اور صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے یا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کہ باوجود والد ارہونے کے انتہائی رحم اقلب تھے۔ اور ان کے مزاج میں زیادہ نرمی پائی
 جاتی تھی بلکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی اتنی طاقت نہ تھی کہ اہل مکہ مسلمانوں سے مرعوب ہو
 کر درپردہ کوئی سازش اہل اسلام کے خلاف کرتے۔ بلکہ اکثر وہی قسم کے لوگ پائے جاتے
 تھے۔ ایک تو وہ لوگ تھے جو بچے مسلمان تھے جنہوں نے علی الاعلان اپنے ایمان کا ادا
 اسلام کا اقرار کیا۔ ماریں کھائیں طرح طرح کی لیزائیں دی گئیں اور ان سے ترک موالات
 کیا گیا۔ لیکن صاف کہہ دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو مدد لائیں اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا سچا رسول مانتے ہیں۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں اس عقیدہ سے
 نہ ہٹا سکی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایسی ایسی تکالیف پہنچائی گئیں جن کو سن کر انسان کے
 رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری قسم کے وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے ڈنکے کی

چوٹ کہا کہ ہم اسلام کو نہیں مانتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا طاقت ہے؟ کہ ہمارا مقابلہ کر سکے۔ ایمان لاتے تو علی الاعلان کفر کہتے تو بھی ظاہر دورِ سُرخ پالیسی نہ تھی یہ نہ تھا۔ کہ دل میں کچھ اور ہو اور زبان پر کچھ اور ہو۔ اس طرح توجہ کرتا ہے کہ جسے کوئی ڈر ہو یا سخت اپنے حاکم سے صاف بات نہیں کر سکتا کیونکہ اسے ڈر ہے کہ یہ میرا حاکم ہے میری روٹی لگی ہوئی ہے میں نے ایسی بات کر دی جو اس کی مرضی کے خلاف ہوئی تو مجھے نکال دے گا۔ لیکن اگر یہی مانتا ہے تو وہی بات بلا روک ٹوک صاف کہہ دے گا۔ کیونکہ اسے کسی کا ڈر نہیں۔ اس طرح آپ کا وہ دور جو مکی زندگی سے منسوب کیا جاتا ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب دو ہی قسم کے لوگ تھے۔ بچے مومنین یا بچے کافر تیسری قسم وہاں نہ تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں حالات اور تھے یہاں آپ تھوڑی سی بات سمجھ لیں قرآن کا کوئی لفظ بھی سمجھ میں آجائے۔ تو سعادت ہے یہی کوشش کروں گا۔ کہ چند ہی رکوع اس طریقے پر عرض کروں کہ ان کو برکت سے ہم پر سارا قرآن آسان ہو جائے۔ ہر آیت کی تھوڑی بہت تفصیل عرض کروں گا۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے سے مجھے سمجھانی ہے۔

مدینہ منورہ میں یہودیوں کی آبادی زیادہ تھی مدینہ منورہ اب شہر کی صورت میں موجود ہے اس وقت اس طرح نہ تھا بلکہ مختلف جگہوں پر آباد تھے۔ جس کو ہماری زبان میں ڈھوک کہا جاتا ہے اس منتشر آبادی میں زیادہ لوگ یہود تھے۔ باقی لوگوں پر انہی کا تسلط تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے مدینہ کے یہودیوں نے بیعت کیا کہ وہ اپنا سردار عبداللہ ابن ابی اسدیل کو بنائیں۔ جو اس سارے علاقے کا سردار کہلائے گا۔ چنانچہ اس کی دستاویز بندی کا دن بھی مقرر ہو گیا۔ یہاں صنمنا طالب علموں کے لئے ایک علمی بات عرض کئے دیتا ہوں کہ طلباء یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ یہاں تو دو

نام آئے ہیں۔ ایک ابی اور ایک سلول تو اسی وجہ ابی باپ کا نام ہوا اور سلول واداکا سلول
 اس کے واداکا نام نہیں بلکہ ماں کا نام ہے یعنی وہ عبداللہ جس کے باپ کا نام ابی اور ماں
 کا نام سلول ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ یہودیوں نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ فلاں وں لست
 یاوشاہی کا تاج پہنایا جائے گا نام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر پورا باب بیان فرمایا جو
 آتے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ منورہ تشریف لے آئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا
 آنا تھا کہ کیفیت یہی بدل گئی۔ لوگ مسلمان ہوئے گئے۔ یہودی کی ساری سکیمیں فیل ہو گئیں بادشاہ
 بنانے کا خیال ہی دلوں سے نکل گیا۔ اس کس مکش میں بدر کا معرکہ پیش آیا۔ جس میں چند سو
 مسلمان ہزاروں کافروں پر فزادہ آگئے۔ وں بدن اسلام کو عروج حاصل ہونا شروع ہوا۔
 یہاں اگر ایک تیسری جماعت پیدا ہو گئی جسے منافق کہا گیا۔ یہ جماعت مکہ میں نہ تھی۔ مدینہ
 منورہ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے مرعوب ہو کر یہی ذفق کہتے ہیں سہنگ لگانے
 کو منافق۔ جیگی چہرہ کے سوراخ کہتے ہیں جس کے دو منہ ہوتے ہیں منافق کو آپ
 نے دو منہ بھی فرمایا۔ دل میں اور زبان پر اور۔ اس طبقے نے اسلام کو بہت زیادہ نقصان
 پہنچایا جبکہ احد میں آپ کے دانت مبارک شہید کر آئے۔ آپ کی شہادت کی خبر اڑادی
 شہداء بہ کرام شہید کر لئے۔ غین لڑائی میں منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی اپنے تین سو
 رضا کار میدان جنگ سے لے کر بھاگ آیا تاکہ باقی مسلمانوں پر برا اثر پڑے بہر حال جو
 کچھ بہرہ سیرت کی کتابوں میں سب کچھ موجود ہے۔ قرآن کریم نے یہاں بھی اشارہ ان کی
 نشاندہی فرمائی۔ دوسری جگہ سجدہ منافقین میں پورے طور پر ان کے اخلاق، اعمال، عقائد
 نظریات بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیے۔ تاکہ مسلمان ان کے دجل و فریب سے ہوشیار
 رہیں۔ اس منافقانہ زندگی کو سمجھنے کے لئے وہاں پوری تفصیل ہے۔ اس لئے قرآن کا ایک
 حصہ دیکھ کر یا ایک آیت دیکھ کر فیصلہ نہ کیا جائے۔ ایک آیت کی تفصیل دوسری

یہ موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح ان کی پوری حقیقت وہاں آتی ہے۔ انہوں نے کس طرح
 انفت کا حال بچایا مثلاً فرمایا۔ إِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُونَ قَالُوا لَنْ نَسْهَدَ
 بِكَ لَمْ نَسْأَلِ اللَّهَ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کے پاس
 دوڑنے لوگ آتے ہیں۔ تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں۔ دیکھئے کتنی بڑی بات کرتے ہیں!
 ہم گواہی دیتے ہیں کس بات کی اِنَّكَ بے شک آپ اس میں اِنَّكَ حرف تاکید کیا
 ہے لَمْ نَسْأَلِ اللَّهَ یہ لام تاکید ہے۔ آپ یقینی طور پر اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم، اگر یہ نہ بھی کہیں تو بھی آپ میرے رسول
 ہیں۔ وَاللَّهُ تَعْلَمُ اَنَّكَ لَمْ سَأَلْهُ ط بَلْ كُنَّا وَاللَّهُ يَشْهَدُ اَنَّ
 الْمُنْفِقِينَ كَذِبُونَ ۗ اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔
 ہر زبان سے کہہ رہے ہیں۔ دل سے اس کے مخالف ہیں۔ منہ سے کیوں کہتے ہیں
 تَتَّخِذُوا اٰمَانَتَهُمْ حِيْنَہٗ فَصَدُّوا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
 نَعْمُ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ انہوں نے اپنی قسموں کو ٹوٹھاں
 پایا ہوا ہے تاکہ حملوں سے بچے رہیں۔ دل سے اسلام کے مخالف ہیں۔ آگے چل کر فرمایا
 وَاِذَا رَاٰیہُمْ تَعَجِبْتَ اَحْسَامُہُمْ اے میرے رسول صلی
 اللہ علیہ وسلم، وہ نفاق میں اس قدر گہرے ہیں کہ جب آپ ان کو دیکھیں آپ کو بھی
 ان کی بدی ساخت تعجب میں ڈال دے۔ وَاِنْ لَّيَقُوْلُوْا لَسَمِعْنَا لِقَوْلِہُمْ
 كَانَتْ حُسْبًا مَسْتَدْرَجًا اور جب بات کرتے ہیں۔ تو ایسی چکنی چیرٹی
 باتیں کرتے ہیں کہ آپ کان لگا کر سنتے ہیں۔ حالانکہ وہ بچے مخالف ہیں آپ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے۔ آپ کے نظریات کے مالئہ ان کو مارے انہوں نے کیا ٹھوک اختیار
 کیا ہوا ہے۔ وہاں ان اجمالی آیات کی پوری تفصیل موجود ہے۔ یہاں فرمایا وَ هٰسِبٰنَ

النَّاسِ مَنْ يَقُولُ مُحَمَّدٌ رَجُلٌ مِمَّنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ
 الْآخِرِ - ہم بھی ایمان لائے ہیں۔ اللہ پر اور آخری دن پر۔ یہاں یہ شبہ نہ ہو گیا
 کہ صرف ایمان باللہ اور ایمان بالیومِ الآخر کا ذکر فرمایا۔ کیا آپ رسول اللہ
 وسلم، پر ایمان لانا ضروری نہیں؟ تو جیسے میں نے پہلے منافقوں کا قول نقل کیا
 دوسری جگہ ہے کہ وہ رسالت کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ قَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ
 كَرَسُولُ اللَّهِ - یہاں اجمالی طور پر بیان ہے۔ ورنہ وہ سب عقائد کا اقرار کر
 تھے۔ جیسے فرمایا کہ وہ کہتے ہیں ہم اللہ کو اور قیامت کو مانتے ہیں لیکن حقیقت کیا ہے
 وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ - حالانکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ پھر کہتے کیوں ہیں
 يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَالدِّينَ آمَنُوا وَهِيَ كَرِهُوا لَمْ يَتَّقُوا اللَّهَ
 کو اور ایمان داروں کو، اندرونی سازشیں کر کے ایمان کو مٹانا چاہتے ہیں۔ وَهِيَ
 يُخَدِّعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ حَالَانِكَ وَهِيَ كَرِهُوا لَمْ يَتَّقُوا اللَّهَ
 دو تین باتیں میرے اور آپ کے سمجھنے کے قابل ہیں۔ طالب علم سونے کی حیثیت سے
 یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ وہ دھوکہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں
 کو۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے۔ دھوکہ تو وہ ذات کھاتی ہے جو ظاہر و باطن سے
 ناواقف؟ اللہ تعالیٰ کو عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ہیں۔ اللہ تعالیٰ
 دل کی باتوں کو جانتے ہیں۔ اس لئے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ حضرت علیہ
 علیہ السلام سے فرمائیں گے۔ اِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰنَا
 قُلْتُ لِلنَّاسِ اخِذُوْنِي وَاٰنَا اِلٰهِيْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
 (المائدہ ۱۱۶) عیسیٰ علیہ السلام، کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں
 کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں خدا مان لیں۔ وَاَنْتَ قُلْتَ كَمَا تَقُولُ الْكَافِرِيْنَ
 کہ تو نے کہا تھا

حضرت عیسیٰ جواب میں کہیں گے قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِيْ اَنْ
 قَوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ
 فَلَمْ يَأْتِنِيْ النَّفْسُ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اے میرے
 تبار! زبان سے کہنا تو بجائے خود رہا میرے دل میں بھی ایسی بات کا خیال تک نہیں
 آیا۔ دل میں بھی ارادہ نہیں کیا۔ دھوکہ تو وہ کھائے جو دل کی بات نہ جانتا ہو اس لئے اس
 نے دو ترجمے کئے گئے۔

۱۔ دھوکہ دینا چاہتے ہیں اپنے خیال میں اللہ تعالیٰ کو اور ایمان داروں کو جس طرح
 گناہ کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھتا چھپ کر کرتے ہیں اپنے خیال میں تم نفس کر
 دھوکہ دیتے ہیں۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کا فکر اور یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ
 ہمیں دیکھ رہے ہیں تو ہم گناہ کیوں کرتے؟ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ
 نے اپنے ایک مرید کو جو نظام سادہ طبیعت تھے۔ خلافت دے دی۔ تو باقی مریدوں
 نے اعتراض کی شکل میں آپس میں بات چیت کی ہم اتنی ریاضتیں اتنے مجاہدے کرتے
 ہیں پتے نکال نکال کر تھک گئے ہیں۔ اور یہ رات دن صرف حضرت کے پاس بیٹھا رہتا
 ہے کبھی پاؤں دو باتا ہے۔ کبھی سر دو باتا ہے۔ حضرت تک بات پہنچ گئی۔ کہ انہوں نے
 میں میٹھی زبان میں حضرت کے پاس شکرہ کیا۔ حضرت نے ہر ایک کو ایک ایک چھری
 اور ایک ایک مڑھی دی۔ اور فرمایا جاؤ ذبح کر کے لاؤ لیکن ایسے مقام پر جہاں کوئی
 دیکھ نہ پائے۔ اور اس کو جس کو حضرت نے خلافت دی تھی اسے بھی یہی فرمایا تھوڑی
 دیر بعد سارے ذبح کر کے لے آئے کسی نے کہا میں نے دیوار کے پیچھے ذبح کی ہے
 کسی نے کہا غسل خانے میں عزم چھپ چھپ کر سارے ذبح کر لائے۔ مگر وہ سادہ
 لوح چھری اور مڑھی زندہ واپس لائے سب نے دل میں خیال کیا ہو گا۔ اسے کوئی جگہ

نہ ملی کہ جہاں مرغی ذبح کر کے لاتا۔ اسے حضرت نے خلافت دے دی یہ سب
جگہ خوش تھے کہ ہم نے حضرت کا حکم بجالایا لیکن
دل را بدل رہیست

وہ سمجھ گیا کہ حضرت نے جو یہ فرمایا کہ جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو اس میں بھی
راز ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ اللہ کے بندے۔ کچھ کوئی ایسی جگہ نہ ملی کہ جہاں پر وہ
والا کوئی نہ ہوتا۔ عرض کی حضرت میں جہاں بھی گیا رب العالمین کی ذات کو حاضر فرمایا
پھر میں کس طرح ذبح کرتا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو اس لئے
نہ کی حضرت نے فرمایا دوسروں کو۔ کچھ سمجھے؟ اسے تو بمقام شہود حاصل ہو چکا ہے
پھرتے، اٹھتے بیٹھتے خدا کے سامنے اپنے آپ کو سمجھتا ہے۔ اسی لئے حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم خداوند قدوس کو اس طرح سمجھو کہ اسی کا جلال
اور جمال ہر وقت تمہارے سامنے جلوہ گر ہے۔ ہر نصیبت سے تم محفوظ رہو گے
تو دھوکہ دینے کا مفہیم ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ہم دھوکہ دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ
کو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ دیکھ کر نہیں کھاتے دوسرا معنی دھوکہ دیتے ہیں مسلمانوں
تو مسلمانوں کو دھوکہ دینا تو گریہ کرنا اور دھوکہ دینا ہے اور دین کو دھوکہ دینا
جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا ہے۔
مَا يَخْدَعُونَ إِلَّا الْأَفْسُوسَ اور وہ دھوکہ نہیں دے رہے
اپنے آپ کو وَمَا لِيَشْعُرُونَ اور وہ نہیں سمجھتے کہ ہم کسے دھوکہ دے
رہے ہیں۔ خود کو جہنمی بنا رہے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے

۱۲۰

کی موٹی سی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ کوئی بیمار اپنے کسی معالج یا ڈاکٹر یا حکیم کے پاس آئے
 مگر صاحب اس سے پوچھیں کیوں بھائی، رات کو کھانسی آئی تھی۔ جی نہیں میں نے
 رات آرام سے نیند کی حالانکہ ساری رات کھاتا رہا۔ بخار تو نہ تھا؟ جی میں نے
 مائیسٹر لگایا بالکل نہیں تھا۔ گویا کبھی بخار ہوا ہی نہیں۔ اب طبیعت کیسی ہے؟ کوئی
 پھر تو نہیں جی نہیں میں تو اپنے آپ کو اچھا پاتا ہوں۔ واپسی پر اپنے آپ سے
 تباہ ہے دیکھو جی کیسا ڈھنگ کیا۔ بات پتہ بھی نہ لگنے دی۔ تو سوچئے وہ اپنے
 آپ کو دھوکہ دے رہا ہے یا ڈاکٹر حکیم یا معالج کو۔ حالانکہ اس کو ساری رات بخار
 لیکن معالج کے سامنے اپنی حالت پیش نہیں کرتا۔ کہ وہ اسے کوئی دوائی دے تاکہ
 اس کو صحت حاصل ہو۔ آج ہم میں بھی اکثریت ان لوگوں کی ہے جو صوفیائے عظام
 ہیں جن کو ہم اپنی زبان میں پیر کہتے ہیں بیعت دنیاوی مفاد کے لئے ہوتے ہیں۔
 بیعت کا مفہوم تربیت ہے۔ کہ مرید اپنی بیماریاں اپنے شیخ کے حضور بیان کرے
 شیخ ان کی اصلاح فرمائے شیخ کا مقام بہت اونچا ہے۔ قطب الارشاد مولانا
 شہداء احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرید کو یہ چاہئے کہ وہ یقین کرے کہ
 اس وقت میرے شیخ سے ساری دنیا میں کئی انسان اپنے مرتبے کا نہیں ہے۔ اپنے
 آپ کو اس کے حوالے کرے۔ اور اس یقین کے ساتھ کہ اس وقت اس کے مقام
 یا کوئی انسان نہیں۔ اگرچہ خارج میں موجود ہے تب ہی شیخ سے کچھ حاصل ہوگا۔
 سب کی بھی عزت کرے۔ لیکن اگر اسے کچھ ملے گا تو صرف اپنے ہی شیخ سے
 وہ رحمت جو اللہ تعالیٰ اسے دینا چاہتے ہیں شیخ کے ذریعہ عطا فرمائیں گے۔

۱۲۱
 ۲۵۹ ص ۲ ج ۲ ، مسلسل ج ۲ ص ۲۵۹

دیکھئے ایک آدمی کا باپ ایسا ہو جو لنگڑا بھی ہو۔ اس کے منہ پر چمچک کے واقعہ
 رنگ میں بھی کالا ہے۔ نسب میں بھی کم ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں اس کا پوتہ
 والد از خوب صورت، اچھی صحت والا۔ پدنی لحاظ سے قوی ہے ریڈیو بھی
 ہے۔ کوٹھیوں، بلڈنگوں والا بیٹے کے لئے کیا مناسب ہے۔ اپنے عزیز باپ کو
 سمجھے یا اس امیر پڑوسی کو؟ نیک مرید اور بیٹا ہمیشہ اپنے والد اپنے شیخ کو
 سے اونچا تصور کرتے ہیں۔ ویسے اب سب کا کرتے ہیں کیونکہ بیٹے کو اگر کچھ
 ہے تو اپنے باپ کی جائداد سے نہ کہ غیر سے! اگر کچھ ملے گا۔ تو اپنے باپ کی جائداد
 سے۔ اللہ تعالیٰ سب کے والدین، خویش و اقارب احباب کو بخشے۔ اور جن
 والدین زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مرید کو اگر
 ملے گا تو اپنے شیخ کے حصہ سے۔ بھائی یہ سب درس قرآن ہے۔ سو بیعت کیا
 ہے؟ اور کیا اس کی بھی ضرورت ہے؟ تو یہ بھی ایک علم ہے، تربیت، ایک کو درس
 جس طرح دنیاوی کتابیں پڑھی جاتی ہیں۔ بی اسے۔ اہم اے کرتے ہیں یا درس نظام
 میں قاضی مبارک، حمد اللہ وغیرہ پڑھائی جاتی ہیں۔ لیکن علم اس وقت مفید ہے جب
 علم کے ساتھ عمل بھی ہو اور تربیت بھی ہو۔ ساتھ یہ کہہ سکی بھی کرایا جائے۔ روز
 رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

علم را برتن زنی نارسے بود علم را برجان زنی نارسے بود
 اگر علم کو برتن پر ناردیا۔ کتابیں پڑھ لیں۔ سزئیں حاصل کر لیں اور روپے ڈن
 سینے لگے تو کہ علم تمہارے لئے سانپ بن جائے گا۔ اور اگر علم کو روح پڑ
 علم کی برکت سے عمل کی زندگی اختیار کی۔ تو یہ علم تمہارے لئے تمہاری نجات کا
 بن جائے گا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت

پوری رحمتہ اللہ علیہ ان بزرگوں نے علم کو جان پر مارا۔ دنیا میں بھی رب کو راضی رکھا
 ت کے درجوں سے بھی نوازے گئے۔ اور لاکھوں انسانوں کو تباہی سے بچا گئے
 کا نام روشن کیا۔ خداوند تعالیٰ ان کے ناموں کو بھی زندہ رکھیں گے۔ علم سے
 میں لے لیں۔ بلند عمارتیں تعمیر کر لیں۔ شاندار محل کوٹھیاں بنالیں۔ کروڑوں بنالی
 ہے۔ لیکن وہ مقام جو قرب ربوبیت سے ملتا ہے اس سے تو محروم ہو گئے
 کے اس دور میں بیعت کی بڑی سخت ضرورت ہے۔ ہم بڑے کمزور ہیں۔
 تو قدم قدم پر اہمالی کی ضرورت ہے۔ ہم تو بھائی شیخ کے بغیر ایک قدم
 نہیں چل سکتے۔ شیخ کے ہوتے ہوئے ڈگمگاتے جاتے ہیں۔ نہ ہو تو پھر کیا
 ہو۔ یہ تو بھائی وہ زمانہ ہے جس کے متعلق حضرت شیخ لاہودی رحمۃ اللہ علیہ
 یا کرتے تھے۔ دنیا والو! تم کہتے ہو جیسا سارے۔ نابینا کوئی کوئی۔ میں کہتا ہوں
 یا سارے۔ بیا کوئی کوئی یعنی تم کہتے ہو آنکھیں والے بہت ہیں۔ اور اندھا
 کی ایک آدھ ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک سارے اندھے ہیں۔ کوئی کوئی ہی
 بھوں والا ہے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے۔ میں اپنی طرف
 نہیں کہتا اللہ مجھے بچائے میں تو خود گنہگار ہوں۔ خواہ دنیاوی علوم ہوں یا
 علوم ہوں۔ نفس علم کوئی چیز نہیں علم کو عمل میں لانا اصل چیز ہے۔ یہ شیخ کے ہاتھ
 ہاتھ دینے سے آتا ہے پھر مرید شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ شیخ پرچھے
 کیوں بھائی نماز پڑھتے ہو۔ جی پڑھتا ہوں۔ جماعت کے ساتھ پڑھتے ہو۔ جی
 لیکن کبھی کبھی نہ جاتی ہے۔ شیخ فرمائیں گے بیل کیا کرو۔ لیوں کیا کرو۔ مرید
 بیاں تباہی کے گا اور شیخ ان کی اصلاح کا طریقہ بتائے گا پیر کا مطلب تو
 تھا۔ لیکن ہم یہاں بھی دنیا کو مد نظر رکھتے ہیں بیعت ہو گئے۔ کہیں سال چھ نہیں

کے بعد چکر لگایا پیر صاحب کے لئے کچھ گھی لے گئے یسور و سپہ نذرانہ پیش کر دیا
 پیر صاحب نے پوچھا میرے مرید! تمہاری دینی حالت کیسی ہے۔ اور نہ ہی
 نے اپنی حالت بتانے کی رحمت گوارا کی، استاد ٹیچر، پروفیسر، مدرسہ کے معلم
 علم حاصل کیا جائے۔ مدارس سکولز، کالج کا چکر لگانا، بلڈنگوں کی زیارت مقصد
 نہیں۔ اسی طرح شیخ سے ہدایت حاصل کرنا اور پھر عمل کرنا۔ اور زندگی کو اس
 اتباع میں گزارنا مقصود ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت
 میں کسی مرید نے لکھا، حضرت! جی چاہتا ہے، کہ آپ کی خدمت کر دوں۔ مگر
 بہت کافی ہے صحبت اچھی چیز ہے جب عمل پیدا ہو۔ عمل پیدائے ہو تو چراغ
 پاس آنکھیں بند کر کے بیٹھنے والے کو کہاں روشنی نظر آئے گی حضرت رحمۃ اللہ
 علیہ نے اُسے بڑا بہتر جواب ارشاد فرمایا ہے

چہ بامنی درمینی نزد منی چہ بے منی نزد منی درمینی
 اے میرے مرید! اگر تو میری ہدایت پر عمل کرتا ہے، تو میرے پاس
 اگر چین میں ہو۔ اور اگر میری بات نہیں مانتا تو میرے پاس بیٹھا بھی یہی سمجھ لو
 تو میں میں ہے۔

اسی طرح حضرت اولیں قرنی رحمۃ اللہ علیہ قرن میں تھے۔ حضور صلی اللہ
 وسلم کو دیکھا تک نہیں۔ لیکن اتنا عشق تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ساتھ حدیث میں ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا اقر
 میں ایک شخص اولیں نامی ہو گا جب وہ تم سے ملے تو اس سے کہنا کہ وہ امت

۱۴۲

۱۴۲

کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔ ملاقات تو نہ ہوئی لیکن با محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ مگر
 منافق آپ کے پاس اٹھتے بیٹھتے۔ نماز پڑھتے تھے۔ لیکن دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے بغض تھا۔ با محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھے۔ بلکہ پاس بیٹھے ہوئے کبھی بے محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم تھے۔ اس لئے یہاں فرمایا کہ منافق آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ
 ہم اللہ تعالیٰ کو اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دے رہے ہیں۔
 یہ دو تین مثالیں ہیں نے سمجھنے کے لئے عرض کی ہیں۔ وہ ایسا کہوں کہ میں نے
 لئے کہ ان کے دل ہی خراب ہو چکے ہیں۔ دل اندھے ہیں۔ *حی قلوبہم سے قورس*
 ان کے دلوں میں ایک خاں بیماری ہے۔ *قورس* تنویر میں تنوع کے لئے آپ کو دل
 سے اچھا نہیں جانتے۔ *قرا آذہم اللہ مسرخصا* پس بڑھاوی ان کی اللہ تعالیٰ سے
 بیماری۔ قرآن کا نزول ان کے لئے نقصان کا باعث ہو گیا۔ *و نزلت*
القرآن فما هو شفاء و رحمة للمؤمنین و الرضا
 قرآن کا نزول مؤمنوں کے لئے باعث رحمت ہے۔ اور مؤمنوں کے دلوں کی بیماریاں
 اس سے دور ہوتی ہیں۔ *و لا یزید الظالمین الا خساراً* لیکن جو
 اللہ تعالیٰ کی حدیں توڑنے والے ہیں۔ ان کے لئے خسار ہے۔ دیکھئے آپ کیا رہے
 ولکہ ہیں۔ سورج نے طلوع ہو کر سارے ملک کو مشور کر کے کھا ہے۔ سورج کی روشنی
 سے دن مشور۔ انسان حیوان پرندے چرندے کے سب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن ایک
 ایسا پرندہ بھی ہے جسے چمکا دیکھی کہتے ہیں۔ سورج طلوع ہوتا ہے۔ تو وہ کہتی ہے
 یہ کیا مصیبت آگئی ہے۔ اسے گھولندہ تلاش کرنا پڑتا ہے۔ یہ ساری چیزیں اللہ
 نے بیماری عبرت کے لئے پیدا فرمائیں۔ فرمایا ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے۔
قرا آذہم اللہ مسرخصا پس بڑھاوی اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری

جہاں اسلام بڑھتا ہے۔ ان کا نفاق بھی بڑھتا جاتا ہے جس کے ساتھ حد کرتے ہیں وہ
 جلتا رہتا کرتا ہے۔ ان کی بیماری، حسد بھی بڑھتا جاتا ہے۔ دنیاوی طور پر بھی حد کرنے
 والا اتنا ہی غم میں گھٹتا رہتا ہے۔ جس کے ساتھ وہ حد کرتا ہے۔ اس کی تسبیح پر اسلام
 کہ اللہ تعالیٰ پھیلا رہا ہے۔ وہ اپنے دلوں میں زیادہ کڑھ رہے ہیں میرے نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے دین کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں۔ وَ لَهُمْ عَذَابٌ
 الْعِزِّ جَمًّا كَانُوا يَكْفُرُونَ ان کے لئے برا اور ناک عذاب ہے۔ اس
 وجہ سے کہ وہ بھڑکتے ہیں۔ یہ عذاب ہے قیامت کا اور دنیاوی طور پر بھی وہ ذلیل
 ہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
 جہتیاں پڑتی ہیں۔ اور کافروں کے پاس جاتے ہیں وہاں بھی جہتیاں پڑتی ہیں جس کی وحی
 پر اعداؤں نے جو جس کے قول اور فعل میں تضاد پایا جائے، دنیا کی زندگی میں بھی اُس کے
 ساتھ کوئی سلوک نہیں کرتا۔ یہاں جو کچھ بیان ہوا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور
 دوسرے مفسرین کرام فرماتے ہیں۔ یہ نفاق اعتقادی کے مشعلق ہے جن کے دلوں میں
 بیماری ہے اور جو احادیث میں آتا ہے۔ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثُ بَاتِ
 كَرِهَتْ تَرْجُوْثُ بَوْمٌ وَ دَعْدَةٌ كَرِهَتْ تَوْجُوْدُ نَكْرٌ وَ اَمَانَةٌ رَكِيْحَةٌ جَائِئَةٌ تَوْجُوْدُ نَكْرٌ
 اور ایک چوٹی نشانی بھی آئی ہے۔ جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے کسی مسلمان بھائی کو
 آج ہم پہلے معذرتیں نہیں دے سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اب
 دو قسم کے لوگ ہیں یا سب مسلمان یا سب کافر تعلق کا تعلق دل سے ہے۔ دل کا حال تو اللہ
 تعالیٰ جانتے ہیں۔ یاد رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پر دہی کے ذریعے واضح کرتے

۱۰۶ بخاری

۱۰۶ بخاری

ہیں۔ اس لئے اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ہم کسی کو منافق نہیں کہہ سکتے۔ البتہ عملی غلطیوں کا ارتکاب ممکن ہے۔ بات میں کوئی شخص غلطی کر ڈالے۔ ایفائے عہد نہ کرے۔ منہ سے بک بکا کرے۔ یہ منافق عملی ہے۔ ہم اس کو وہ منافق نہیں کہہ سکتے۔ اور یہ بات اس وقت معلوم ہوتی ہے۔ جب کوئی موقع ناموس نبوت پر حملہ کا آیا۔ ہم نے دیکھا کہ ناموس نبوت پر قربان ہونے والوں زیادہ تعداد ایسے گنہگار مسلمانوں کی ہوتی ہے۔

سب آپ کے سامنے ایک آدمی آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک سمجھتا ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا آخری اور سچا نبی سمجھتا ہے جنت و دوزخ مانتا ہے۔ اللہ کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے۔ مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں کہوں کہ جی نہیں یہ اندر سے خراب ہے۔ اس کا دل خراب ہے۔ سب عقائد اسلام کا اقرار کر رہا ہے۔ عملی کمزوریاں ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں۔ کہ اسے اسلام سے خارج کر دیا جائے وہ گنہگار ہے۔ آپ کے ذمے سمجھانا فرض ہے اسے اپنے طور پر سوچنے کی ضرورت ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے گئے۔ ایک آدمی نے ان کے سامنے کلمہ پڑھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ دوسرے ساتھی نے کہا کہ یہ تم نے غلطی کی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس نے دل سے نہ پڑھا تھا بلکہ جان بچانے کے لئے پڑھا۔ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اسے اسامہ رضی اللہ عنہ! تو نے اسے کیوں قتل کیا جب کہ وہ تیرے ساتھ کلمہ پڑھا رہا تھا۔ عرض کی اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ دل سے نہ پڑھا تھا۔ فرمایا بخاری شریف میں ہے۔

شتقت قلبہ یعنی تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا تھا۔ پھر فرمایا یا اور کھو
 اخساکم اَوْ حَسْرَانَ الْقَبِّ الْقَوْبِ النَّاسِ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا
 کہ میں لوگوں کے دلوں میں لقب لگا کر دیکھتا پھروں۔ بھائی جو کلمہ وہ پڑھتا ہے۔
 وہی میں بھی پڑھتا ہوں۔ انبیاء کرام کے سوا کون گناہوں سے پاک ہو سکتا ہے۔ گناہوں
 میں کمی بیشی تو ہو سکتی ہے۔ کسی کے گناہ تھوڑے ہیں اور کسی کے زیادہ۔ فرمایا جناب
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صَلُّوا مَعَ كُلِّ تَرَوَّافٍ مِنْ نَبِیِّکُمْ وَ بَدِ
 کے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھ لو مثلاً میں نماز پڑھنے لگا ہوں۔ میں آپ لوگوں کے
 گمان میں نیک ہوں۔ اللہ مجھے نیک ہی رکھے میرے ساتھ ایک ایسا آدمی کھڑا ہو جاتا
 ہے جس کی دائرہ ہی منہ میں پتلون پہنی ہوئی ہے۔ مجھے عار نہ ہونی چاہئے باللہ
 کے ہاں تو فیصلہ انجام پیر ہوتا ہے۔ معلوم نہیں جاتے جاتے کیا ہو میرے سامنے تو
 وہ خدا کے سامنے سجدہ کر رہا ہے۔ ہم کیا جانے اس کے باطن کو۔ ۱۹۳۹ء میں جب
 پہلی دفعہ حج کی دولت نصیب ہوئی، اللہ تعالیٰ نے دو دفعہ حاضری کا موقع دیا ہے
 اللہ تعالیٰ مجھے دیا اور مخزن سے بچائے۔ اور پھر بھی جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ تھوڑی
 نعمت کے طور پر عرض کر رہا ہوں۔ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ اللہ ان
 کے حج قبول فرمائے۔ اور خیریت سے اپنے بال بچوں میں واپس لائے اس وقت
 جوانی کا زمانہ تھا۔ نفس زیادہ سرکش تھا۔ حضرت مولانا سید احمد صاحب بہا جردنی مدنی
 مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی تھے۔ مدینہ شریف میں قیام پذیر تھے۔ آپ مدرسہ
 علوم شریعہ کے ہتھم تھے۔ حضرت مولانا اعجاز علی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ان کے نام
 خط لکھا تھا۔ نہایت اچھی نیک اور زہمان نواز تھے۔ باب مجیدی کے ساتھ ہی ان کے دو
 منزلہ کے مکان تھے۔ پیچھے دوکانیں تھیں وہاں ایک کمرے میں مجھے جگہ دی گئی۔ مہارٹ

کے ایک دوست بھی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا خطا لائے۔ شاید حضرت کے مزید
 ہوں۔ ان کو بھی میرے ساتھ ہی جگہ دی گئی۔ رات ہوئی میں نے دل میں سوچا۔
 بھائی یہ کہاں آیا۔ اس کی دائرہ صوفی مہکچیں صاف ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 سلام کے لئے آیا ہے۔ اسے کیا ملے گا۔ اسے آپ سے کیا نسبت و محبت کہے
 خیر رات ہوئی وہاں یہ قاعدہ ہے کہ رات کو عشاء کے بعد حرم نبوی صلی اللہ
 علیہ وسلم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم آرام فرماتے ہیں آپ سے اسی طرح اپنے روضہ اطہر میں حیات میں جس
 طرح دنیا میں تھے۔ فرمایا اگر کوئی میرے روضہ کے پاس آکر درود شریف پڑھے میں
 خود سنا ہوں اور جواب بھی دیتا ہوں۔ اگر دور سے پڑھے تو فرشتے مجھ پہناتے
 ہیں کتنے خوش نصیب ہیں وہ جو وہاں پڑھ رہے ہوں گے۔ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
 عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ہمارے اسلاف کا یہی عقیدہ ہے پھر سحری کو
 دروازے کھول دیئے جاتے ہیں شمع نبوت کے پر دانے آدھی رات ہی کو جا
 کر بیٹھ جاتے ہیں تاکہ دروازے کھلتے ہی سعادت حاصل کریں چونکہ تھکان تھا
 میں رات کو سو گیا۔ اپنی طرف سے سویرے اٹھنے کی کوشش کی دیکھا تو وہ بنگالی
 کے دوست نہ تھے۔ میں دُخو وغیرہ کر کے تیار ہوا۔ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
 میں پہنچا جبکہ بھری تھی میں نے اس بنگالی کو دیکھا چاہا۔ دیکھا تو وہ آپ کے قدموں
 میں پڑا رہا تھا۔ میں نے کہا کہ زاہد یہ بہتر ہے یا تو؟ میرا خیال ہے کہ وہ رات
 کو نہیں سویا۔ بعد میں میں نے اس سے معافی مانگی پھر وہ میرے ساتھ ہی رہے جتنے
 دن ہم وہاں رہے بڑے اچھے دن گزرے۔ دیکھئے اس کی وجہ سے میری اصلاح
 ہو گئی۔ جن کو تم گناہ سمجھتے ہو ہو سکتا ہے وہ نیکی میں تم سے بہتر نکلے کسی کی نیکی

کو دیکھ کہ ہم اس کی نیک سیرت و صورت سے اسے نیک تو کہہ سکتے ہیں۔ لیکن یقینی فیصلہ تو خاتمہ پر ہے۔ پتہ نہیں جاتے جاتے کیا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

آگے چل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صَلُّوا عَلٰی اٰكِلِ بِيْرِ وَقَاجِرٍ جو کلمہ گو مر جائے خواہ وہ نیک ہو یا بُرا جس حال میں تھا۔ مسلمان تو تھا۔ سب بھائی کھڑے ہو کر اُس کے لئے شفاعت کی دعا کرو۔ تمہارا بھائی ہی تو تھا۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَأَعْيُنِنَا
وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكِّرْنَا وَأُنثِّنَا اللَّهُمَّ مَنْ
أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا
فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ

اے اللہ ہمارے زندوں کو بخش اور ہمارے مردوں کو اور جو حاضر ہیں اُن کو اور جو غائب ہیں ان کو ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو ہمارے مردوں کو اور عورتوں کو سب کو بخش دے۔ زندہ رکھے تو اسلام پر اور حیات خاتمہ ایمان پر فرما۔

ہمارے علم سطحی ہیں۔ ہم تو خود جاہل ہیں جو اکابر سے بلا ہے۔ اللہ اُن کی قبروں پر نور فرمائے اور کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ ان کا ہم پر بڑا احسان ہے۔ ہمیں تو جو اکابر سے بلا وہ بیان کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت بایزید لبظامی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک پولیس کے سپاہی کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے عرض کی گئی۔ آپ نے فرمایا آپ دوست ہیں۔ پڑھ دیں میں نہیں آسکتا۔ شاید عسیرۃ للناس آپ نے فرما دیا۔ کیونکہ عملی لحاظ سے بہتر نہ تھا۔ اس طرح پھر

لوگوں کو دلیل مل جاتی ہے۔ گناہ پر دلیر ہو جاتے ہیں۔ رات ہوئی وہ سپاہی بڑے
 مزیدار و فید رنگ کا سا فریگٹ (باندھے ہوئے حضرت کو خواب میں ملا۔
 حضرت نے کہا سنا۔ بھائی! کیسے گزری؟ عرض کی حضرت میری بکیسی پر خدا کی رحمت
 جوش میں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے سارے گناہ معاف فرما دیئے۔ بھائی گناہ گار تو سب
 ہی ہیں لیکن سب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ نے ہر گناہ کو سب سے
 کے لئے دعائے مغفرت نہ کریں گے تو اور کون کرے گا۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ خواہ کوئی نیک ہو یا عملی اعتبار سے کمزور ہو۔
 اس پر نماز جنازہ پڑھو تم اس کے باطن کے متعلق کیا سمجھتے ہو۔ اس کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ
 کے سپرد ہے۔ اس طرح جو آدمی آگے ہو گیا ہے۔ نماز پڑھانے کے لئے تم اس کے
 عملوں سے تا واقف ہو۔ بشرطیکہ شرعی نقطہ نظر سے اس میں کوئی عیب نہ پایا جاتا
 ہو۔ ظاہری طور پر اسلامی یونیفارم ہو۔ یعنی ڈاڑھی قبضہ ہو؟ قبضہ سے کم نہ ہو۔
 جن کے مصلے پر کھڑا ہونے لگا ہے۔ کم از کم ان جیسی صورت تو ہو۔ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم دلوں کی بیماری سے پاک ہیں۔ ہمارے دل ٹھیک ہیں
 جب اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا ہے تو ہمارے دل
 لرز جاتے ہیں۔ گناہ گار ضرور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے
 اور ہم پر رحم و کرم فرمائے۔ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اب ترجمہ سن لیں۔
 وَمِنْ النَّاسِ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأْتُوا اللَّهَ بِإِيمَانٍ لَّيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ يَنْفَعُونَ
 لِقَوْلِ اللَّهِ قَوْلًا كَذِبًا أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَدْخُلُونَهَا إِلَّا مَنْ
 يَشَاءُ اللَّهُ ذَلِكَ جُنُودُ اللَّهِ لَا يَصُدُّهُمْ عَنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ جَمِيعٌ عَلِيمٌ
 وَمِنْ النَّاسِ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأْتُوا اللَّهَ بِإِيمَانٍ لَّيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ يَنْفَعُونَ
 لِقَوْلِ اللَّهِ قَوْلًا كَذِبًا أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَدْخُلُونَهَا إِلَّا مَنْ
 يَشَاءُ اللَّهُ ذَلِكَ جُنُودُ اللَّهِ لَا يَصُدُّهُمْ عَنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ جَمِيعٌ عَلِيمٌ

دینا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وَالَّذِينَ آمَنُوا اور ایمان والوں کو وَمَا
 يَخْتَدِعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ جالانکہ وہ نہیں دھوکا دیتے مگر اپنے آپ
 کو وَمَا يَشْعُرُونَ اور وہ نہیں سمجھتے فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ان کے
 دلوں میں ایک خاص قسم کی بیماری ہے فَرَادَاهُمْ اللَّهُ مَرْضًا
 پس بڑھا دی اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
 اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ اس
 وجہ سے کہ وہ جھوٹے بولتے تھے۔ ایک قراۃ میں شدید بھی ہے جس کا معنی وہ
 دل سے ہمارے نبی کو چھٹلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا
 فرمائے۔ آمین!

ساتواں اور آٹھواں درس

قرآن مجید

محرم و صفر ۱۳۸۵ھ مئی و جون ۱۹۶۵ء

یہ درس مقدس مندرجہ ذیل آیات پر مشتمل ہے۔
لَسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِؕ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا
فِی الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ؕ اَلَا اِنَّهُمْ
هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَاَلَا یَشْعُرُوْنَ ؕ وَاِذَا قِيْلَ
لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْا اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ
السُّفَهَاۗءُ ؕ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاۗءُ وَاَلَا یَعْلَمُوْنَ ؕ

۱۔ اس درس میں مندرجہ ذیل دینی اور تذکیری مضامین ہیں۔

۱۔ سب سے بڑی خیر خواہی اصلاح ہے۔

۲۔ سب سے اچھا نظریہ اسلام میں ناپسند ہے۔

- ۳۔ مجدد الف ثانی کا عظیم کارنامہ
- ۴۔ ہر کام کے لئے مخصوص آدمی ہوا کرتے ہیں۔
- ۵۔ اسوہ کامل صرف اسلام میں ہے۔
- ۶۔ مسلمانوں کا آپس میں اختلاف ارتداد کی راہ کھولتا ہے۔
- ۷۔ بے پردگی کا فتنہ منہک ہے
- ۸۔ صحابہ کرام سے خداوند قدوس راضی ہے۔

واللہ الموفق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بزرگوں و دستوروں بھائیو! پچھلے درس سے پہلے درس میں اپنی آیات گرامیہ کو تلاوت کیا گیا تھا۔ اور اس کی تہذیب میں میں نے عرض کیا تھا کہ قرآن کریم نے یہاں سے انسانوں کی تیسری قسم کو بیان فرمایا ہے۔ جو دین کے لئے اور انسانیت کے لئے نہایت تباہ کن ایک طبقہ ہے۔ جس کو اسلامی اصطلاح میں منافق کہا جاتا ہے۔ یہ طبقہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس وقت پیدا ہوا جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسلام دن بدن پھیلنے لگا تو کچھ لوگ وہ تھے جنہوں نے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور کچھ وہ تھے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سچے دل کے ساتھ ایمان کی دولت سے اپنے آپ کو نوازا اور بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے زبانی طور پر کلمہ پڑھ لیا۔ لیکن درحقیقت اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ یہی گروہ اسلام کے لئے بڑا خطرناک ثابت ہوا۔ اس کا سلسلہ آج تک باقی ہے۔ اللہ ان کی شرارتوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

ان کی کچھ کیفیت اللہ تعالیٰ نے پہلے بیان فرمادی ہے۔ **فِی قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا** ان کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ بیماری دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ جس طرح کہ اسلام بڑھتا چلا جا رہا ہے

اسی طرح ان کی وہ بیماری بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ آج کی جو آیات گرامیہ تلاوت کی گئی ہیں ان میں ان کے نظریے کی شرارتوں کو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا اور ساتھ ہی ہمیں بھی متنبہ فرمایا۔ کہ تم بھی اگر اپنے ایمان کو اس منہج پر لادو گے۔ تو میرے نزدیک تمہارے اس ایمان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ تمہارا ایمان ایک کھرا اور صحیح ایمان سونا چاہیے۔ جو پہلی آیت ارشاد فرمائی وہ **وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا وَآخِذُوا بِالْحَبْلِ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْكُمْ قَالُوا لِمَا نَحْنُ بِمُصْلِحِينَ** ہے۔

ترجمہ :- جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اصلاح کرنے والے تو ہم ہی ہیں۔ یعنی اپنے اس فساد کو وہ اصلاح سمجھتے ہیں۔ ان کی یہ بیماری اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ وہ اپنے آپ کو تندرست اور دوسروں کو بیمار سمجھتے ہیں۔ اپنے آپ کو مصلح اور دوسروں کو مفسد سمجھتے ہیں۔ اپنے آپ کو برا سمجھتے ہیں۔ اپنے آپ کو مصلح اور دوسروں کو مفسد سمجھتے ہیں۔ اپنے آپ کو دانا اور دوسروں کو بے وقوف سمجھتے ہیں۔ تو قرآن کریم نے ان کی پہلی نشانی بتلائی وہ یہی ہے کہ وہ اپنے فساد کو اصلاح سمجھتے ہیں۔ اپنے اس نفاق کے متعلق ان کا فیصلہ ہے کہ ہم دنیا کی اصلاح کر رہے ہیں۔ اصلاح کیا ہے کہ مسلمانوں کے پاس بیٹھتے ہیں۔ تو ان کے گن گاتے ہیں۔ کافروں کے پاس بیٹھتے ہیں تو ان کے گن گاتے ہیں۔ ہم تو دونوں کو خوش کر رہے ہیں۔ اور یہ اصلاح ہے۔ ہم لڑاتے نہیں کہ مسلمانوں کے پاس جا کے کہہ دیں کہ جی تمہارے دین میں فلاں فلاں باتیں اچھی ہیں۔ اور کافروں کے پاس جا کے کہہ دیں کہ تمہارے دین میں فلاں فلاں باتیں بری ہیں۔ ہمیں کیا پڑی ہے کہ ہم دونوں کے ساتھ لڑتے رہیں یا دونوں سے ہم اپنے جھگڑے ٹھالیں۔ ہم تو مصلح ہیں۔ اصلاح کرنے

والے ہیں۔ اور اصلاح کا مفہوم ان کے نزدیک کیا تھا؟ کہ سب کو خوش رکھ
 میرے بزرگو اور میرے دوستو! ایک نظریہ دنیا میں یہ بھی چلا۔ اب بھی
 ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ وہ نظریہ یہ ہے کہ سب کو اچھا سمجھو۔ جہاں تک انسانی
 قدروں کا تعلق ہے۔ جہاں تک انسانی بہتری اور ہیبتی کا تعلق ہے۔ جہاں تک
 کائنات کی بہتری اور ہیبتی کا تعلق ہے۔ اس حد تک تو ہر کسی کو اچھا سمجھنا اور
 معنوں میں ہے۔ مثلاً اگر ایک انسان دیکھتا ہے کہ کتا پیاسا ہے۔ انسان اور
 کتے میں کتنا فرق ہے؟ انسان انسان ہے اور کتا بدترین مخلوقات ہے۔ لیکن اللہ
 تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اس پیاسے کتے کو پانی پلا دیا جائے۔ یہ ہے اصلاح۔
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے
 آپ سے پوچھا گیا جلیے کہ بخاری شریف میں ہے۔ آپ میں سے اکثر دوست
 جانتے ہوں گے یا سنتے رہے ہوں گے کہ ایک فاحشہ عورت یا ایک بدکار مرد کی
 مغفرت اس لئے ہو گئی تھی کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلا یا تھا۔ امام
 الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے پوچھا۔ کہ حضرت!
 صلی اللہ علیہ وسلم) کتے کے ساتھ بھی کھلا کرنے میں کچھ اجر ہے؟ فرمایا۔
 فِي ذِكْرِ ذَاتِ كَيْدٍ مَا كَلْبَةٌ اَجْرٌ ہاں کتا تو کتا رہا جس کے بھی
 بدی میں ترخبر ہے اس کے ساتھ نیکی کرنے میں اجر ہے۔ بلکہ ہر ذی روح کو سچے
 خود ہر رحمتہ اللعالمین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑوں کے متعلق
 ہدایات دیں لہذا ان کے متعلق ہدایات دیں۔ ہنر پودوں کو بلا ضرورت مٹ کاٹ
 زمین پر اکڑ کر مت چلونا جائز طریقے پر زمین پر پاؤں مٹ مارو زمین پر ایسی لاکھی مٹ
 مارو کہ جس سے زمین میں سوراخ ہو جائے۔

مقصد و عزم کرنے کا یہ ہے کہ جہاں تک اصلاحِ عالم کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوقات کے ساتھ بہتری کا سلوک کیا جائے اس کا تو سب سے پہلا داعی ان ہے۔ اور سب سے پہلے یہ پہلو اسلام نے پیش کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات کے ساتھ اچھا اور بہتر سلوک کرو۔ لیکن جہاں تک اس کی برائیوں کے بیان کرنے کا تعلق ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ برے کر بڑا کہو۔ برے کی بُرائی کو بیان کرو۔ اپنی زبان کو مت دباؤ۔ ایسی غلط پالیسی مت اختیار کرو۔ اگر تمہارے سامنے کسی شرابی کا ذکر آئے تو شراب کی بُرائی بیان کرو۔ اس کی ذات کے ساتھ عداوت تو تمہاری نہیں ہے۔ تم شراب کی بُرائی بیان کرو۔ تم زنا کی بُرائی بیان کرو۔ کافر کے کفر کو بیان کرو۔ تم یہ مت کرو تمہارے سامنے اگر فرعون کا ذکر آجائے تو کہہ دو کہ جی ہم سے تو سب ہی اچھے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے فرعون لعنتی ہے جہنمی ہے۔ تمہارے سامنے ابولہب کا ذکر آجائے تو تم کیا کہو گے؟ قرآن نے فرمایا تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۚ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۚ يَهَيِّئْ لِي آيَاتِي وَأُنزِلْ لِي آيَاتِي ۚ

یہ نظریہ درحقیقت ان لوگوں کا ہے جو لوگ کسی کے ساتھ الجھتے نہیں اور اپنا ذوق قائم کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ہم نے کسی کو اپنا مخالف بنا لیا۔ تو ہماری ترقی میں رکاوٹیں پیدا ہو جائیں گی۔ چلو جی یہ کہہ دو کہ ہم سے سب اچھے۔ بھائی کیوں؟ جس کو اللہ تعالیٰ بُرا کہتا ہے۔ تم کہیں اس کو بُرا نہیں کہتے؟ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ سَبَّحَانَ لِلَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ

جس کو اللہ تعالیٰ لعنت پلانے والے پر خدا کی لعنت پلانے والے پر خدا کی لعنت اور شراب بنانے والے

پر خدا کی لعنت۔ فروخت کرنے والے پر خدا کی لعنت۔ اچھٹی کرنے والے پر
 خدا کی لعنت۔ تم اس حدیث کو کیوں نہیں بیان کرتے۔ تم کیوں کہتے ہو کہ اگر
 شراب پیا ہے تو اپنی جگہ ہے مجھ سے تو اچھا ہے۔ تجھ سے کیوں اچھا ہے؟
 تم یہ کہو وکھ الحمد للہ میں شراب نہیں پیا یہ شرابی ہے۔ الحمد للہ میں بے نماز
 نہیں ہوں۔ یہ بے نماز ہے۔ اس صفت سے تو تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر دو۔ اور
 اس کے عیبوں کو بیان کرو۔ یہ دعویٰ کرنا کہ اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ
 کہ جی ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ جس کے پاس بیٹھے رہے اس کے ہی گن گاتے
 رہے۔ سخت دھوکہ میں اپنے آپ کو ڈالنے کے مترادف ہے۔

میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے المجلد السنیہ
 ایک کتاب ہے۔ احادیث اربعین کی شرح ہے۔ اس میں میں نے واقعہ پڑھا ہے
 اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کا کہ وہ تشریف لے گئے کسی بستی میں۔ جا کر دیکھا ایک
 جنازہ تھا۔ اس پر بڑا ہجوم ہے۔ مخلصات بڑی کافی ہے۔ ایک آدمی مرچکا تھا۔
 جنازہ پڑھنے کے بعد انہوں نے متعدد آدمیوں سے تباولہ خیالات کیا۔ پوچھا تباولہ
 بھائی یہ آدمی کیا تھا؟ اس محفل میں سے جتنا بڑا مجمع تھا کسی آدمی نے بھی نہیں کہا
 اس کے متعلق کہ یہ سخت گیر تھا یا اس کی عادت سخت تھی۔ یا کسی معاملے میں متعصب
 تھا۔ یا کسی معاملے میں متشدد تھا۔ جس سے بھی پوچھا سب نے کہا کہ جی میرے ساتھ اس
 کے تعلقات اچھے تھے۔ اس اللہ کے ولی نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایمان سے غالی
 چلا گیا ہے اس سے کوئی بھی اللہ کے لئے خفا نہیں؟ اس نے کبھی کسی شرابی کو بڑا
 نہیں کہا؟ کبھی کسی زانی کو بڑا نہیں کہا؟ کبھی کسی بے نماز کو بڑا نہیں کہا؟ کبھی کسی
 بے دین کو بڑا نہیں کہا؟ معلوم ہوتا ہے ہر جانی تھا۔ جو ملتا گیا اسی کے ساتھ

تعلقات قائم رکھتا گیا۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک بستی پر عذاب نازل کرنے کا حکم دیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ فلاں ٹیک کو عذاب میں مبتلا کر دے کہ میرے دین کے مخالفوں کے لئے بھی کبھی اس کی پیشانی پر بل بھی نہ آیا تھا۔

بہتری اور بہبودی میرے دوست اور چیز ہے اور بُرائی کا بیان کرنا یہ اور چیز ہے۔ یہی فرق ہے۔ علماء حق میں اور علماء و سود میں۔ علمائے سود کے سامنے جو آگیا۔ جی مجھ سے بہتر ہے۔ علمائے حق کہتے ہیں کہ نہیں بھائی تیرے اور میرے درمیان رشتہ ہے واقعی اس میں کوئی شک نہیں تم بھی انسان ہو اور میں بھی انسان ہوں تم بھی مسلمان ہو میں بھی مسلمان ہوں۔ لیکن تم میں جو فلاں فلاں عجیب و نقائص ہیں ان کو دور کر دو۔ بہتری اور چیز ہے۔ بہتری جانا اور چیز ہے۔ اس کی اصلاح اور چیز ہے۔

بھائی ایک سوٹی سی مثال ہے اگر ایک بیمار جانا ہے ہسپتال میں ڈاکٹر کے پاس کہ ڈاکٹر صاحب میری ٹانگ میں درد ہے۔ یا ناسور ہے۔ میری ٹانگ کا آپریشن کیجئے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں بھائی تم مجھ سے اچھے ہو جاؤ گھر جا کر آرام کرو۔ تو کیا ڈاکٹر نے اپنا فرض ادا کیا ہے؟ وہ تو کہتا کہ ادھر آ جاؤ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ تمہارا سارا بدن ٹھیک ہے۔ یہ ٹانگ میں ذرا سانا سوراخ ہے۔ میں آپریشن کر دیتا ہوں یہ تو ڈاکٹر نے اپنا فرض ادا کیا؟ اگر ڈاکٹر یہ کہہ دے کہ تمہیں غلط کسی نے کہا ہے تم مجھ سے طاقتور ہو۔ میں ایک میل دوڑتا ہوں تم میں سے میں دوڑ سکتے ہو۔ تو میرا خیال ہے ڈاکٹر نے اس پر زیا دتی کی۔ اپنے منصب

سے اس نے غلط فائدہ اٹھایا۔ اور بیمار کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی بلکہ بدخواہی کی۔ اللہ والے۔ علمائے حق ہمیشہ جو کچھ کہتے ہیں، آپ نے سنا ہوگا۔ الحمد للہ آپ دوست اللہ والوں کے ساتھ ملنے والے ہیں ہمارے اکابر رحمۃ اللہ علیہم ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے اور خصوصاً امام الاولیاء حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لہ کہا کرتے تھے کہ میں پہلے اپریشن کرتا ہوں پھر مریم لگاتا ہوں۔ بات ٹھیک ہے ڈاکٹر کا کام ہے کہ پہلے اپریشن کرے پھر مریم لگائے۔ لیکن اپریشن بھی نہ کرے مریم بھی نہ لگائے کہہ دے سب ٹھیک ہے تم درست ہو جاؤ اپنی مورچا کرو۔ تو وہ ناسور بڑھتے بڑھتے وقت آئے گا کہ اس کو ختم کر دے گا۔ اہل اللہ یہ نہیں کرتے۔ اصلاح کا مفہوم یہ نہیں میرے دوست۔ بہتری اور چیز ہے۔ بہتری کا چاہنا اور چیز ہے۔ لیکن حق بات کہنا اور چیز ہے۔

حضرت خواجہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (شیخ احمد سرہندی) جو خاندان نقشبندیہ میں اللہ کے بہت بڑے ولی گزرے ہیں اور ہمارے نظریہ کے مطابق مجدد الف ثانی ہیں یعنی ایک ہزار سال بعد اللہ تعالیٰ کے دین میں جو بدعات پیدا ہوئی تھیں۔ ان کی اصلاح کے لئے گیا۔ یہیں صدی ہجری میں جس کو پیدا کیا وہ میں حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اکثر دستوں نے ان کا مزار پر انوار دیکھا ہوگا۔ نقشبندی طریقہ کے بہت بڑے کامل اولیاء میں سے ہیں۔ یہ زمانہ ہے جہاں نیکر اکبر نے جو دین الہی پھیلا یا تھا کہ سب دین اچھے ہیں انہما عن مصلحتوں پر بات چل رہی ہے۔ یہ سب درس قرآن ہی ہے۔ اکبر نے دین الہی پھیلا یا تھا کہ سب دین اچھے ہیں۔ ہندو مل گئے یہ بھی اچھے کہیتورک عیسائی اس وقت آچکے تھے مدراس میں کیتورک عیسائیوں کے ساتھ

لنا اکبر کا ثابت ہے۔ بلکہ بعض کتابوں میں تو لکھا ہے کہ ۱۵۹۷ء تک، ۳۴
 عیسائی ہو چکے تھے اور لاہور میں گرجا بن چکا تھا۔ اس حد تک بھی تاریخوں میں آیا
 ہے اکبر نے ایک معجون مرکب تیار کر دیا تھا۔ جیسا کہ آج کل ہمارے بعض بھائیوں
 کے دماغ میں یہ بات آچکی ہے کہ یہ مذہبی جھگڑے ختم ہونے کے لئے ایک مشترک
 دین بنا دو اور وہ کیا ہے؟ سب اچھا ہے عیسائی ملے، سب اچھا ہے۔ یہودی
 ملے ٹھیک ہے، مشرک ملے ٹھیک ہے، بت پرست ملے، ٹھیک ہے، خدا
 نہ ملنے والا ملے ٹھیک ہے۔ "لائف" کا ایڈیٹر ملے ٹھیک ہے، ٹائمز کا ایڈیٹر
 ملے ٹھیک ہے۔ یہاں سب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرگی کا بیمار کہتے
 ملے ٹھیک ہے، سب ٹھیک ہے۔ ایسا دین بنا دو کہ یہ مذہبی جھگڑے ختم ہو جائیں
 تو پھر مسیحا کیوں بناتے ہو؟ ایک ایسا ادارہ بنا دو کہ کوڑھے بھی اس میں
 داخل کر دو، خارش والے بھی داخل کر دو، جیرامی بھی داخل کر دو، انڈھے بھی داخل کر دو، پاگل بھی
 داخل کر دو، صورت والے بھی داخل کر دو اور کہہ دو کہ سب ٹھیک ہے اور تو بدی کی اتنی احتیاط
 کر کے ہو کہ پھرت پھرت کا مسئلہ اب تک چلا جا رہا ہے بیمار کو لٹکا دو تو صابن سے دھو
 ہو لیکن ایک کامر کے ساتھ ہاتھ لگ جائے تو پتہ نہیں کہ کتنا کفر اندر چ
 گیا ہے۔

مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس دین کو جس کو اکبر نے پیش کیا تھا
 دین الہی یا دین اکبر کے نام سے اس کو مٹانے کی کوشش کی۔ جہانگیر کی حکمرانی
 تھی۔ جہانگیر تک یہ بات پہنچی۔ میں بتا رہا ہوں خیر خدای اور اصلاح۔ اس پر
 میں عرض کر رہا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ سمجھا دیتے ہیں۔ میں تو بہت بڑا گنہگار

یہ انہی لوگوں کی برکت ہے۔ جن کی برکتوں سے آپ سب لوگ یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ اکبر نے ایک دین بنایا تھا۔ جس کو دین اکبری بھی کہتے ہیں۔ اور یہ دین الہی بھی کہتے ہیں۔ آپ سب دوست جانتے ہیں کہ اکبر کا مشن کیا تھا۔ چنانچہ اس کی ضمانت کو وود کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں بات ڈالی۔ کہ جو یہ گندگی پھیلا گیا ہے۔ اس کو وود کرو۔ چنانچہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف قلمی اور زبانی جہاد کیا۔ جہاں لیکر کی حکومت تھی۔ جہاں لیکر کے اطاعت میں پہنچیں۔ کہ ایک مجدد سرسندی فقیر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ تمہارا ہے۔ مقابلے میں ایک متوازی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ تمہاری پڑا پھلا کہتا ہے۔ میں اختصار کے ساتھ عرض کر رہا ہوں۔ چنانچہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی بلایا گیا۔ جس رنگ میں بلایا گیا وہ آپ بھی جانتے ہیں۔ کہ کیا رنگ ہو گا اس وقت نہ موٹیں تھیں نہ کاریں تھیں نہ ہوائی جہاز تھے اور پھر سلطان معزوب جو انسان ہو اس کو کس طرح بلایا گیا ہو گا؟ آپ دلی دربار میں پہنچے۔ جہاں لیکر تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پیش ہوئے۔ تو اس نے پہلے آپ کو مرعوب کرنے کے لئے مختلف ساز و سامان رکھے۔ لیکن آپ پلن سامانوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو جائے کھائی میرے دوست اور میرے بھائی محمد بھی اور آپ کو بھی یہ بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس کا سر خدا کے سامنے جھک جائے۔ اس میں اللہ تعالیٰ وہ قوت پیدا کرتا ہے۔ کہ وہ ساری کائنات کو پھر اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بیچ سمجھتا ہے۔ یہ بالکل حقیقت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ میرا گروں تو خدا کے سامنے جھکی ہے میں تجھے کیا سمجھتا ہوں کہ تو کیا ہے۔ اقبال کا شعر ہے

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیا ہے آدمی کو نجات

ایک اللہ کے سامنے ٹھک جا غیر اللہ کے سامنے سجدے کرنے سے تو

بچ جائے گا تیرا ضمیر اتنا مستقل اور طاقت ور ہو جائے گا کہ تو اللہ کے بغیر

کسی کو بھی مجبور نہیں مانے گا۔ چنانچہ شیخ سر سہدی رحمۃ اللہ علیہ پہنچے۔ جہانگیر کے

دربار میں جا کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے اور السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے۔ اور جتنے وہاں

پر تھے کوئی فرشتی سلام کرنے لگا۔ کوئی عرشى سلام کرنے لگا۔ یہ بھی عجیب لعنت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بجایا یعنی تقسم سے پہلے ریاستوں میں چھوٹے چھوٹے جو

ہمارے نواب بھائی تھے۔ اللہ ان کے گناہوں کو معاف فرمائے اور اللہ ان پر رحم

کرم فرمائے۔ اپنے کئے کی کافی سزا بھگت چکے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے نواب ہوتے تھے۔

لیکن ان کے ہاں سلام کے جو طریقے تھے۔ اکثر میرے دوست جانتے ہوں گے۔ کہ ان

کے ہاں فرشتی سلام ہوتے تھے۔ نواب صاحب تخت پر بیٹھتے ہوئے ہیں۔ ایک آدمی آتا

ہے۔ زمین پر لیٹ جاتا ہے یہ فرشتی سلام ہے۔ کوئی عرشى سلام تھے پتہ نہیں کشتی

قسمیں تھیں مسلمانوں کی۔ حضور پر نور ﷺ لایح نوزد لاجعلی ولا قوۃ الا باللہ مٹی کے بنے

ہوئے بندوں کو پیسوں کے لئے سیم نے کیا کیا کہا ہوا ہے۔ اللہ ہمارے سب کے

گناہوں کو معاف فرمائے۔ جو اپنے وجود کو پھر باقی نہ رکھ سکے ان کو ہم نے کہا "حضور پر

نور ﷺ حضور پر نور تو صرف ایک ذات ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

باقی یہ خاک و خون کے انسان ہیں کہاں نور ہے؟ اگر نور ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کے

نافرمان ہوتے؟ ایک ہی حضور پر نور ہیں۔ سید الانبیاء و جناب محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم۔

تو آپ تشریف لے گئے۔ آپ نے جہانگیر کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اور بیٹھ گئے
 بات آئی گئی۔ جو شیخ الاسلام تھے۔ اس وقت جہانگیر کے (ہم جیسے مولوی) انہوں
 نے مجدد صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب! آپ نے آداب سلطانی کو پورا
 نہیں کیا فرمایا کیا؟ کہنے لگے کہ آپ آئے آپ نے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور بیٹھ گئے
 فرستی سلام نہیں کیا سلطان کا آپ پوری طرح آداب بجا نہیں لائے۔ کورنش بجا
 نہیں لائے فرمایا کہ میں کورنش نہیں جانتا۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ غیر اللہ کے سامنے
 مت جھکو مولوی صاحب نے کہا جی اس وقت اپہر عمل کرنا جائز ہے۔ اور رخصت
 ہے۔ جہاں بادشاہ ہو۔ تو رخصت ہے۔ فرمایا کہ مجدد رخصت پر عمل نہیں کرتا
 عزیمت پر عمل کرتا ہے۔ یہ علمی نکتہ ہے۔ رخصت پر عمل نہیں کرتا۔ جہانگیر کے
 ساتھ بات ہوئی۔ تو آخر فیصلہ یہ ہوا۔ کہ حضرت مجدد و اہل تالی رحمۃ اللہ علیہ کو
 گوالیار کے قلعے میں بند کر دو۔ گوالیار کے قلعے میں مجدد صاحب کو پھر بند کر دیا۔ اللہ
 کا نقر اللہ کا بندہ گوالیار کے قلعے میں اپنی منزل روحانی طے کر رہا ہے۔ ان کو یہ کیا
 پتہ کہ جیل خانے میں کیا ہوتا ہے؟ بندشوں میں کیا ہوتا ہے۔ پابندیوں میں کیا
 ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو نکال فرعون نے۔ مدین تشریف لائے۔ مدین سے واپس
 گھر جا رہے ہیں جلا وطنی کی حالت میں کوہ طور پر کیا ہوا؟ اللہ نے فرمایا۔ اِنِّی
 اَنَا اللّٰهُ تَرَابُ الْحَمَلِیْنَ ۝ موسیٰ ادھر آئیں تجھے نبوت دیتا ہوں۔ فرعون نے
 ملک سے نکال دیا۔ اللہ نے نبوت دے دی۔ یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے
 کنوئیل میں ڈال دیا۔ عزیز مصر نے جیل خانے میں ڈال دیا۔ اللہ نے فرمایا یوسف میں
 تجھے مصر کا بادشاہ بنا دیتا ہوں۔ چنانچہ مصر کی حکومت آپ کو عطا ہوئی۔ اسی طرح

وکیچے لیجئے۔ اللہ کے فقیر پھراہنی کا نام ہمیں لینا پڑتا ہے ہمارے سامنے زندگی ان ہی لوگوں کی ہے۔ حضرت لائبرٹی رحمتہ اللہ علیہ کو ہتھکڑیوں میں بیڑیوں میں جکڑ کر لائبرٹی کی کوتوالی میں بند کر دیا گیا کہ آپ اس دائرے سے باہر نہیں جاسکتے یہ اللہ تعالیٰ کا فقیر حبیب لائبرٹی میں آیا تو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں مجبوس تھا، لیکن حبیب لائبرٹی سے کیا تو دو لاکھ کے مجمع نے آپ پر پھول برسائے۔ یہ ہیں اللہ والوں کے کام۔ کیا ہم جانتے ہیں ان کی تسدیریں ہمیں کیا پڑے کہ یہ لوگ کیسے ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو قید کر دیا گیا سال یا دو سال کا عرصہ گزارتا ہے۔ جہانگیر خراب دیکھتا ہے کہ وہ ملی کی شاہی مسجد میں بہت بڑا اجتماع اور ہجوم ہے پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے؟ بتایا گیا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے چلے جا رہے ہیں جہانگیر آخر مسلمان تو تھا لپکا دوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہٹ جاؤ میرے سامنے سے تونے ایک بہت بڑا انسان کو جیل میں ڈال رکھا ہے۔ بس اٹھا، کانپتے ہوئے گوالیار خود پہنچا حضرت خواجہ سے بیعت کی۔ آپ سے معافی مانگی۔

یہ کیا تھا؟ یہ تھی اصلاح۔ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اصلاح کی لیکن پہنچی کا جب وقت آتا ہے بہتری کا اب دیکھئے یہ بہتری کا وقت ہے۔ جہانگیر وہاں معافی کا خواستگار ہے۔ کہا مجھے معاف فرمادیں فرمایا کہ جہانگیر تونے میرے ساتھ وہ کیا جو تیرے شایان شان تھا۔ میں تیرا بدخواہ نہیں تھا۔ میں تیرا خیر خواہ ہوں۔ اس وقت بھی تھا اور اب بھی ہوں۔ میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر قیامت میں اللہ تعالیٰ جنت میں لے گئے تو میں تیرے بغیر جنت میں نہیں جاؤں گا۔

ہے بہتری وہ ہے اصلاح۔ یہ بات پہلے کہیں نہیں کی؟ پہلے آپریشن کیا خوب آپریشن کیا۔ اسکی
 لگیں پھاڑ دیں۔ دین اکبری کا بیڑا عرق کیا۔ اکبر کے دین کو دفن کیا۔ جب اصلاح ہوگئی پھر اب
 ہم لگائی کہا جہاں گئے تو نے میرے ساتھ وہ کیا اور میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر خدا نے
 مجھے جنت دی تو وہ میں جنت میں گیا تو میں تیرے بغیر جنت میں نہیں جاؤں گا۔

اس واقعہ کو مولانا محمد میاں صاحب ناظم اعلیٰ جمعیتہ العلماء ہند نے محمد والہ ثانی کے تذکرے

میں جو علمائے ہند کا شاہدار ماضی کے نام سے چھپا ہے پہلی جلد میں درج فرمایا ہے ان ہی کا میں
 یہ حوالہ دے رہا ہوں یعنی ہمارے علمائے دیوبند کے ہاں یہ مسلم بات ہے۔ اور یہ نہیں ہے کہ میں کسی اور کا
 حوالہ دے رہا ہوں۔ تو اس لئے فرمایا کہ ان کا کیا حال ہے۔ **وَ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا**

فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ کہتے ہیں کہ ہم مصلح ہیں مصلح کا معنی سمجھے

بڑے کو برائے کہو۔ اچھے کو اچھا نہ کہو۔ اپنے دن گزارو۔ میرے بھائی! یہ بڑے فساد کا پیش خیمہ ہے اور

یہ وہی چیز ہے جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت میں ایسے لوگ پیدا

ہو جائیں گے جو بڑے کو برائے کہیں گے۔ اچھے کو اچھا نہ کہیں گے۔ امع بن جائیں گے امع کے معنی

جس کے پاس بیٹھے اسی کے ہو گئے۔ اس وقت میری امت فتنوں کا شکار ہو جائیگی۔ لیکن اس وقت

تک میری امت میں حتیٰ بات کہنے والے ہوں گے اس وقت تک حتیٰ کا آوازہ بلند نہ رہے گا۔

اور یہ بات قیامت تک رہے گی۔

ارشاد فرمایا۔ **إِلَّا أَنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ** بے شک یہی لوگ

فسادی ہیں۔ **وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ**۔ لیکن وہ لوگ سمجھتے نہیں کہ ہم فساد کر رہے

ہیں۔ یہ تو فساد ہی ہیں جب بڑے کو برائے کہا چھٹی دے دی۔ اچھے کو اچھا نہ کہا۔ تو

میرے بھائیو! یہ اچھی بات ہوئی یا بُری بات ہوئی؟ فساد تو یہ ہے۔ چنانچہ میرے

دوستو! میرے بھائیو! آپ میں سے جو دوست سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کر چکے

ہوں گے۔ یا معاذی کی تاریخ دیکھ لیجئے۔ جتنے فتنے کھڑے کئے سب منافقوں
 نے کھڑے کئے۔ جنگ بدر سے لے کر جتنی جنگیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے لڑیں یا لڑانی گئیں ان میں زیادہ ہاتھ اہنی لوگوں کا تھا۔ تو قرآن نے
 ترویج فرمائی۔ اَلَا دَيَاوِرُكُمْ اِنْتُمْ رَايَسٌ هِيَ لَوْكٌ مِّمِّي لَوْكٌ رَهْمٌ
 الْمُنٰفِقِيْنَ رِيْسًا وَاِيٌّ وَاَلٰى لَيْسُ عُرُوْكَ لٰكِن
 یہ سمجھتے نہیں کہ یہ فساد ہے، جیسے کہ ایک بیمار کی بیماری حد سے بڑھ جائے اور
 وہ اپنے آپ کو اچھا کہے اور تندرست کو پاگل کہے۔ ایسے لوگ بھی تو ہیں جو آپ
 آپ کو تندرست کہتے ہیں۔ اور تندرستوں کو بیمار کہتے ہیں۔ فرمایا کہ سمجھ بھی نہیں
 سکتے۔ اس حد تک نفاق ان پر چھا چکا ہے کہ ان کی جو قوت عیترہ سے وہ سلب
 ہو چکی ہے۔ اصلاح اور فساد کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔

ان کی دوسری نشانی کیا ہے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا
 كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْا اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ
 اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاۗءُ وَاَلٰى لَيْسُ عُرُوْكَ لٰكِن
 ابھی میں نے عرض کیا ہے کہ بیماری اتنی بڑھ چکی ہے کہ تندرستوں کو بیمار سمجھ
 رہے ہیں۔ اور بیماروں کو تندرست سمجھ رہے ہیں یعنی خود بیمار ہیں اپنے آپ
 کو تندرست سمجھتے ہیں۔ اور جو تندرست ہیں ان کو بیمار سمجھتے ہیں۔ کیسے؟ وَاِذَا
 قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا رَجَبٌ اَنْ سَمِعُوْا اٰمِنُوْا رَمٰ
 ايمان لے کر، كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ، (جیسے ایمان لائے یہ اور لوگ،
 اچھا بھائی! اگر تم واقعی یہ سمجھتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ تو پھر تمہارے اسلام میں اور
 ان بچے مسلمانوں کے اسلام میں فرق کیوں ہے؟ پھر تم ایسا ایمان لاؤ جیسا ایمان

کون لائے۔ یہ لوگ ان لوگوں سے کون مراد ہے؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ ابو عبیدہ
 رضی اللہ عنہ۔ خالد رضی اللہ عنہ۔ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 قَالُوا تَوْبَهُ مَنَاقِحُ جَوَابٍ مِّنْ كَيْفِهِمْ، أَلَمْ تَرَ كَيْفَ مَنَاقِحُ جَوَابٍ مِّنْ كَيْفِهِمْ
 كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ رَجَسَ طَرِحَ يَرُوحُ لَوْ كَرِهَ لَأَبَىٰ (یہ توبہ یوقوف
 ہیں۔ ان پڑھ ہیں۔ ہم تو ریسرچ کے بعد ایمان لاتے ہیں۔ اور تحقیق کرتے ہیں۔
 کہ نمازیں پابخ فرض ہیں یا تین؟ ابھی تک تحقیق ہو رہی ہے۔ ہمارے یہاں
 بھی آلا ریاور کھو، انہم هم السفهاء رہی لوگ تو یوقوف ہیں) وَ
 لَكِن لَّا يَتَكَبَّرُونَ (لیکن اپنی بے وقوفی کو نہیں جانتے، بے
 وقوف تویہ ہیں کہ مسئلہ چیزوں کی مخالفت کرتے ہیں۔

میرے دوست اور زبردگرا ہر چیز کے جاننے والے پہچاننے والے اس
 کی علم اور ان کو سمجھنے والے خاصیات کو سمجھنے والے موجود ہیں۔ لِكُلِّ
 شَيْءٍ رِّجَالٌ ۝ اگر ہم مسٹریوں کا کام کرنا چاہیں۔ کوئی مکان بنانا چاہیں
 تو مشورہ کس سے لیں گے؟ حجام سے لیں گے یا مسٹری سے لیں گے مسٹری سے
 لیں گے! اور بچے کا ختنہ کرنا چاہیں تو مشورہ مسٹری سے لیں گے یا حجام سے لیں
 گے؟ حجام سے لیں گے۔ کوٹ سلانا چاہیں تو مشورہ کس سے لیں گے؟ موچی سے
 لیں گے یا درزی سے لیں گے؟ درزی سے لیں گے۔ اور جوتا سلانا چاہیں تو
 مشورہ درزی سے لیں گے یا موچی سے؟ ہمیں نے کبھی نہیں کہا کہ چھوڑو جی یہ کیا
 جانتا ہے۔ میں تو بوٹ بنانے والے کی جو بات ہے یہ پوچھوں گا اپنے امام سے
 ہمارے مولیٰ صاحب اچھا جانتے ہیں کہ بوٹ کیسا بنانا چاہیے۔ اور کوٹ

سلانے کی بات ہے۔ یہ ہمارے گاؤں میں ایک بھوار بے وہ لوہے کا کام
 بہت اچھا کرتا ہے پوچھوں گا کہ کوٹ کیسے بنانا چاہتے تو بھائی اسے کون عقل
 مند کہے گا۔ لِكُلِّ فَنٍّ وَجِبَالٍ ہرن کے لئے رجال ہیں تو اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا کہ میرے دین کا جس ایمان کر میں تم سے چاہتا ہوں۔ اس ایمان کا میں نے
 ایک نمونہ بنا دیا ہے۔ اور وہ نمونہ کون ہیں۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ
 اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سب سے بڑا نمونہ کون ہیں؟ جناب محمد رسول
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ذات بابرکات اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
 صحابہ کرام نے علی حصہ لیا۔ عیسائیت میں تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ
 والتسلیم کو جب صلیب لگانے لگے۔ (انجیل کی روایت کے مطابق) بارہ عواری
 تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں سے ایک تھا یہودا۔ اس نے حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کو تیس روپے کھوٹے لے کر پکڑا دیا۔ پیچھے گیارہ رہ گئے۔ انہوں
 نے بھی حبیب حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب لگانے لگے۔ (انجیل کی روایت کے مطابق)
 تو یہ گیارہ کے گیارہ بھاگ گئے۔ اور صلیب پر آپ کو حب لگایا گیا تو انجیل یہ کہتی
 ہے کہ آپ نے کہا ایللی ایللی لَمَا سَبَقْتَنِي یعنی راے میرے خدا تو
 نے پیچھے کیوں اکیلا چھوڑ دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیت کے لئے نمونہ پیش
 نہ کر سکے انجیل نہیں بتا سکتی کہ عیسائی ہونے کا نمونہ کیا ہونا چاہیے ان کے نبی کی کوئی
 تعلیم ان کے پاس نہیں ہے۔ لیکن جذبے کی قدر کوئی پڑے گی۔ آج اخباروں میں شور
 ہے۔ لیٹہ میں عیسائی ہو گئے۔ اور مشرقی پاکستان میں عیسائی ہو گئے۔ تو کیوں نہ ہوں
 تم کیا کر رہے ہو؟ تم کلبوں میں ناچو۔ تم ثقافتی شو کرو۔ سر ریہ دار کارخانے لگائیں۔

لاء مجھ سے ناراض نہ ہوں) یہ ہمارے علماء اور لوگوں کے جھگڑے کریں۔ اور پیران
 یقت نقشہ بند یہ اسہرور دویہ کے جھگڑے کھڑے کریں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے دین پر عیسائی ڈاکے ڈال رہا ہے۔ کیا ہمارے سامنے کوئی پروگرام نہیں؟
 غیر سرکاری ہیں۔ اس وقت مشرقی پاکستان میں پانچ موشن کام کر رہے ہیں
 کے اجبار میں آپ نے پڑھا ہوگا۔ تو کبھی ہم نے غور کیا؟ کبھی ہم لیٹے گئے؟ کبھی ہم
 قی پاکستان گئے۔ کبھی ہم نے کوئی وفد بھیجا؟ کبھی ہم نے غور و فکر کیا؟ ہمارے کسی سرکار
 نے کبھی کہا کہ ایک لاکھ روپیہ میں دنیا بھر میں تبلیغی موشن قائم کیجئے اور غیر مسلموں میں
 عام پھیلائیے؟ مسلمانوں کے عیسائی ہونے کے اسباب کی تلاش کیجئے۔ یہ لوگ کیوں
 بائی ہو رہے ہیں؟ آج تک میرے بھائی مسلمان اپنے اسلام کی اشاعت
 نہیں سمجھ سکا۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داعی الی اللہ تھے پاکستان
 جانے کے بعد ہمیں تو یہ چاہیے تھا کہ جو عیسائی یہاں رہ گئے تھے انہیں ہم مسلمان
 تھے جن کو ہم اچھوت کہتے ہیں۔ ان کو ہم مسلمان کرتے لیکن کیا کہا جائے؟

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم نے ایک دوسرے کے خلاف کفر کی توہین لگا رکھی
 ہے۔ اپنی اپنی پارٹیاں گرد و پناہ بنا رکھے ہیں۔ اپنا اگر سیدھا کر رہے ہیں۔ میں سچ
 میں کر رہا ہوں۔ قیامت کے دن ہم سب سے سخت باز پرس ہوگی۔ ہم
 کے مراد پیر مولوی۔ امرا۔ عامۃ المسلمین۔ ایک مسلمان کا مرتد ہو جانا۔ ایک
 مسلمان حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو چھوڑ دے۔ اتنے بڑے
 ال کا باعث ہے کہ کوئی دبا ل اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک غیر مسلم کا مسلمان ہو
 نا اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت ہے۔ کہ اس نعمت سے بڑھ کر اور کوئی نعمت

كَمَا اَمِنَ النَّاسُ آجِ سَلْمَانِ مَنُونَةَ پيش كر سكتا هے . اسلام كا ، كس كو پيش
 كر سكتا هے ؟ نبى كريم صلى الله عليه وسلم كو نهى وه الله تعالى كے محبوب تھے . ان كے
 متعلق تو ہم كهہ سكتے هیں . دنيا بهى كهہ سكتى هے كه نبى تو گنا هوں سے معصوم هوتا هے .
 نبى تو الله كى طرف سے چا هوا هے وَ اَنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ
 الْاِصْطَفَيْنِ الْاَخْيَارِ لے نبىوں كو الله تعالى چننا هے . جسے الله تعالى
 چنئے . اس هیں كو نبى عيب هوكا ؟ الله تعالى فرماتا هے . يه سارے نبى ميرے چنئے
 هونكے هیں . يهين نے ان كا انتخاب كيا هے . متهارا انتخاب هو تو هو سكتا هے
 اندر گروپ هوجاتے . ليكن جسے الله چن ليا هے . وه گروپ نهى هوتى . وه جاتا
 هے كيونكه وه عليم و خير هے . اسے پته هے كه جناب محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم
 كى زندگى كس طرح گزركى . اسے پته هے كه حضرت موسى ، حضرت عيسى اور حضرت
 داؤد و عليهم السلام كى زندگياں كس طرح گزريں گى . اس لئے نبىوں كے معصوم هونے
 ميں تو شك هى كوئى نهى . البته اسلام همنے پيش كيا . اسلام نے كهها كه اگر تم اسلام
 ديكتا يا هرا ايمان ديكتا چا هو ، اپنے ايمان كو ديكتا چا هو . تو كس كے ايمان پر
 ديكتا ؟ اَمِنُوا كَمَا اَمِنَ النَّاسُ ايا ايمان لاؤ جيسا ايمان هے ابو بكر صديق
 رضى الله عنه كا . جيسا ايمان هے عمر فاروق رضى الله عنه كا . جيسا ايمان هے على رضى
 الله عنه كا . جيسا ايمان هے عثمان غنى رضى الله عنه كا . جيسا ايمان هے بلال
 حبشى رضى الله عنه كا . يه سارے مَنُونَةَ قرآن نے پيش كئے . ديكتا ليكتا .
 اَمِنَ النَّاسُ هے يا اَمِنَ مُحَمَّدٌ هے ؟
 جولوگ يه كهتے هیں كه صوا پڑ معيار حق نهى وه كتنى غلطى ميں هیں . قرآن تو

کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ کرو کیونکہ وہ تو مرے
 بچا ہیں۔ ان جیسے تو تم نہیں بن سکتے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے
 نہیں بن سکتے نہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتا ہوں کہ
 کر رہے ہیں معیار بآمن الناس۔ إذا قيل لهم امنوا حین
 کہا جاتا ہے ان منافقوں سے کہ تم ایمان لے آؤ کیا ایمان؟ حین
 آمن الناس۔ جیسے ایمان یہ لوگ لائے تو معلوم ہے کہ حضور
 اللہ علیہ وسلم کے بغیر اور بھی کوئی منور ہے؟ جن کے منورے کو اللہ تعالیٰ
 ہے۔ تو وہ کون ہیں بھائی؟ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ وہ عمر فاروق
 رضی اللہ عنہ ہیں وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں وہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 وہ صحابہ میں جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ابو بکر فی الجنة۔ عمر فی الجنة۔ عثمان فی
 الجنة۔ علی فی الجنة۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا
 ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے سارے صحابہ سب عدول ہیں اور اس
 کی شہادت میں میں یہ ایک واقعہ عرض کر دوں۔ کیا کیا جائے میرے بھائی! حین
 یہ ہے کہ حبیب میں یہ باتیں کرتا ہوں۔ یا ہمارے اکابر فرماتے ہیں تو وہ دل
 نہیں کرتے ہم چاہتے ہیں کہ اصولی مسائل ہمت کے سامنے پیش کریں لیکن
 میں نے عرض کیا ہے

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ہمارے اندر سے وہ فتنے اٹھ رہے ہیں کہ الامان الحقیقہ۔ اللہ
 سب کو دین کی صحیح خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اسی لئے کبھی کبھی اشیا

کرنے ضروری ہیں۔

صحابہ کرام کے متعلق میں نے ابھی عرض کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدول ہیں۔
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پسند ہیں قرآن کریم نے کیا فیصلہ کیا؟ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ لِمَنِ حُشِيَ
رَبُّهُ فِي مَنَازِلِهِمْ رَضِيَ رَضِيَ كَمَا يُرَادُ فِي صِدْقِهِمْ
شان دیکھئے کہ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ
يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَمِنْ هَٰؤُلَاءِ مَنُوعٌ
ہو گیا۔ جنہوں نے تیرے ہاتھ پر بیعت کی پورے کے نیچے بیٹھے کہہ کر راضی
ویسے ہی ہو گیا؟ ممنونہ بنا یا تب راضی ہو گیا یا ویسے ہی راضی ہو گیا۔ دوسری
کسی کو ایسے ہی ملتی ہے بلا پاس ہونے کے؟ دوسری جگہ فرمایا۔ اَلَّذِينَ
يُبَايِعُونَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ سَيِّدَ الْوَالِدِينَ
اِيْدِيهِمْ۔ اے میرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کا ہاتھ تیرے
ہاتھ میں آچکا ہے۔ ان کو معمولی مت سمجھا جائے۔ کیونکہ ان کے ہاتھوں پر اللہ
کا ہاتھ ہے۔ جن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہوگا۔ پھر کیا وہ گمراہی کی طرف
رغبت باللہ جائیں گے؟ وہ دین قیم کو چھوڑ دیں گے؟ وہ کوئی ایسی بات
کریں گے جس سے دین پر الزام آئے؟ میں ایک مثال عرض کر رہا ہوں۔
بخاری شریف میں ہے۔ امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم شریف فرماتے ہیں۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم

۱۔ البیت ۵۔ ۲۔ الفتح ۱۸۔ ۳۔ جزر ثالث ص ۶۴ مطبوعہ مصر۔

اللہ رجب اور دوسرے دو صحابہ کو حکم فرمایا کہ تم جاؤ یہاں سے قریب ایک
 جگہ ہے، وہ خطہ خانج ایک عورت جا رہی ہے مکہ مکرمہ۔ اس کے پاس ایک
 خط ہے وہ خط لے کر فوراً میرے پاس پہنچو صحابہ تھے ہم جیسے تھوڑے ہی
 تھے گھا آپ کو کس نے بتایا؟ اگر ہم ہوتے تو کیا پوچھتے؟ جناب کو کس نے
 بتایا؟ اس وقت اکیلے جائیں؟ چلو صبح کو چلے جائیں گے۔ صحابہ نے کیا کیا
 اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے صحابی دوڑے اور اسے جا
 ادٹھنی پر جا رہی تھی مکہ مکرمہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ
 تیرے پاس ایک خط ہے۔ وہ خط نکال۔ وہ کہتی ہے میرے پاس خط؟ خط
 کا کیا تعلق؟ انکار کر دیا۔ تو حدیث میں ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تنبیہ
 فرمایا۔ لا حبر دناست تو خط نکال ورنہ ہم تیرے کپڑے اتار کر تیری
 تلاشی لیں گے۔ (یہ تنبیہ فرمایا) قاضی کہ حاکم کو حق پہنچتا ہے کہ جب دیکھے
 کہ جو مجرم ہے۔ یہ بات نہیں مانتا۔ تو تنبیہ کی کہ اگر تو نہیں نکالے گی تو ہم تیرے
 کپڑے اتار دیں گے۔ وہ ڈر گئی۔ بھتی تو کافر مگر نتکا ہونے سے ڈر گئی۔

اب ہماری بچیاں نکلی ہو رہی ہیں اللہ ہماری بچیوں کو شرم و حیا نصیب
 فرمائے۔ کیا بن رہا ہے۔ ہمارے ملک میں؟ یہ ننگے فوطہ۔ العیاذ باللہ استغفر
 اللہ۔ استغفر اللہ۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا
 رَبِّ كَاسِيَةِ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ۔
 بہت سی وہ عورتیں۔ بہت سے وہ بدن جو دنیا میں ڈھانپے ہوئے تم کو نظر
 آتے نہیں۔ قیامت کے دن ننگے ہو جائیں گے۔ آج جو ہماری بچیاں لباس پہنتی
 ہیں۔ اگر میری بچیاں حاضر میں تو میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ میری بچیو! اس

فانی زندگی پر عز و مست کرو۔ تمہارے بازو کا ننگا ہو جانا تمہارے پورے بدن
 کا ننگا ہو جانا ہے۔ تمہارے دانت بھی کسی کے سامنے ننگے نہ ہوں۔ تمہارے
 بال بھی پردہ۔ تمہاری آواز بھی پردہ۔ تمہارے ناخن بھی پردہ۔ تمہارے پاؤں بھی
 پردہ۔ تمہاری شکل بھی پردہ۔ تمہارا قالب اور وجود بھی پردہ۔ بعض کتابوں میں آتا
 ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رات کو فوت ہوئیں۔ وصیت فرمائی
 تھی کہ اے علی رضی اللہ عنہ! جب میں مر گئی اور رات ہی کو میری موت آگئی۔ تو
 رات ہی کو دفن کر دینا۔ کیوں؟ اس میں کیا مصلحت تھی؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ
 عنہا یہ چاہتی تھیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی میت کو بھی غیر حرم
 نہ دیکھیں۔ اندھیرے میں دفن کر دینا۔ یہاں ہماری بچیاں مرجاتی ہیں۔ تو ان کے فولو
 ہم لیتے ہیں۔ فولو گرا کر کرم ہلاتے ہیں۔ اس بچی کا فولو لیا جاتا ہے۔ یہ حرام ہے
 مرنے کے بعد میت کے ساتھ چھپڑا چھپڑا جاز ہے۔ اگر کوئی مر جائے
 کوئی انسان بٹک۔ ٹیک ہو۔ بڑا ہو۔ چھپڑا ہو۔ بڑا ہو۔ اس کے بال مت کاٹو۔ اس
 کے ناخن مت اتارو۔ اس کے بدن کی بھر کیفیت ہے اسی پر رہنے دو۔ اور
 بہت جلد اس کو دفن کر دو۔ مگر وہ ٹیک ہے۔ تو اس کو اس کے گھر پہنچا دو۔
 اگر وہ بڑا ہے۔ تو تم عذاب والی لاش کو اپنے پاس کیوں رکھتے ہو؟ اگر وہ ٹیک
 ہے۔ مثلاً ایک شخص مر گیا ہے اس کے ناخن بڑھے ہوئے ہیں۔ اگر اس نے ان
 ناخنوں کے ساتھ تسبیح کے دانے چلائے ہیں ناخنوں کے ساتھ حق حلال کی روزی
 کمانی ہے۔ تو یہ ناخن قبر میں گواہی دیں گے۔ تم اس آدمی کو میت چھپڑو۔ یہ اس کے
 شاہد عدل ہیں۔ یہ ناخن نیکی کرنے والے ہیں۔ تم اس کی نیکی کے گواہوں کو کیوں بند کر

۱۷۷

لہجہ ہو اس کا تو ابھی مقدمہ پیش ہونے والا ہے جس پر قتل کا مقدمہ ہو شہادت
 اور گواہی کو تم اپنے پاس بند کر رکھو گے یا اُسے اندر بھیجو گے؟ ابھی مقدمہ چلنے
 والا ہے تم کیا سمجھتے ہو؟ تم سمجھتے ہو کہ ہم ڈونگے کھا رہے ہیں اور پلاڈز وہ
 اڑا رہے ہیں۔ اس سے جا کر ذرا پور چھو قبر والے سے کیا بن رہا ہے۔ اللہ ہماری
 سب کی قبروں کو مندر فرمائے۔ تو یہ معاملہ بڑا سخت ہے ہم چو کہ اس عیاشی میں پر
 ہیں سمجھتے ہیں۔ معمولی سی بات ہے۔ کاش حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں
 ہوتیں یا حضرت رائے پوری کی آنکھیں ہوتیں۔ حضرت مدنی ج کی آنکھیں ہوتیں۔ تو
 آپ قبروں میں جا کے دیکھتے کہ کیا بن رہا ہے۔ اللہ ہماری اور آپ سب کی قبروں
 کو مندر فرمائے۔ عذاب قبر کے قتلوں سے اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ رکھے۔

تو بھائی! امیت کے ناخن اتارنے سے روک دیا۔ اگر وہ بڑا ہے۔ تو ان
 ناخنوں کے ساتھ شراب کا پیالہ پیا رہا۔ ناخنوں کے ساتھ غیر محرموں کے بدن کو
 چھریا رہا۔ ناخنوں کے ساتھ گانے بجانے کے آلات کو بچھایا رہا۔ تو اب وہ عذاب
 والے ناخن ہیں تم عذاب والی چیز کو کیوں گھر میں رکھتے ہو؟ ساتھ دفن کرو۔ بھائی اگر
 کوئی اینٹوں کا سنگ پکڑا جائے۔ ٹرک پر آپ اس سے اینٹوں لے کر اپنی کوٹھی میں
 رکھ لیں گے؟ پولیس سے کیا کہیں گے۔ کہ اس کو تو گرفتار کر لو۔ اور اینٹوں بچھے دے
 دو۔ کرو گے ایسا؟ اگر وہ کہے بھی کہ بالو جی میں مسافروں میں میرا یہ کپڑا گھر لے جاؤ۔
 "او بھائی نہیں میں نہیں رکھتا۔" اچی اس میں کچھ نہیں۔ نہیں نہیں بھائی! تم تو مجرم
 ہو۔ تمہیں پولیس سے گرفتار کیا ہے۔ میں تمہارا کیوں گھر رکھوں؟ تمہارا میرے ساتھ
 کیا تعلق ہے؟

یہاں تو اس حد تک ہم ڈرتے ہیں اور وہاں؟ یاد رکھو میرے بھائی مرنے

کے بعد میت کی وارٹھی کو چھڑنا۔ میت کی مونچھوں کو چھڑنا۔ قطعاً حرام ہے۔ وہ نیک ہے اس کے لئے وہ نیکی کے گواہ وہ بڑا ہے تو اس کے لئے وہ بُرائی کی شہادت ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی جو ہے۔ رب کا وسیلہ (اللہ) نئے نئے لباس میں رہتے ہیں اور بڑے افسوس سے کہتا ہوں کہ اس جہالت سے ہم مولوی بھی خالی نہیں۔ ہمارے گھروں میں بھی لباس گندے ہو چکے ہیں۔ پیروں کے گھروں میں لباس گندے ہو چکے ہیں۔ وہ لوگ جو باہر بڑے دیندار نظر آتے ہیں۔ اللہ بچائے ان کے گھروں میں جا کر اگر دیکھا جائے تو وہ غلاظت پھیلی ہوگی کہ الامان والکھیط۔ اور وہ لوگ جو اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے ہیں۔ وہ تو کسی شمار میں ہی نہیں ہم مولوی بگڑ گئے۔ پیر بگڑ گئے۔ ہم نے عیاشی کو اپنا مشغل بنا لیا۔ اور بگڑے کس طرح؟ ہماری بچیوں کے بال کٹے ہوئے۔ ہماری بیویوں کے بال کٹے ہوئے۔ آپ میں سے اکثر دوست اس علاقے کے ہیں بہاؤ علاقہ ملتا ہی ہے۔ ہم چھوٹے بچے تھے تو کوئی جب کسی کو ذرا کہہ دیتا بیوی کو گالی کیا دیتے؟ اور سر مٹینے کیہ پھی کھینی این" بیوی خفا ہوتی کسبے سر مٹی (سر مٹی) کہا ہے اب سر مٹینے کے باقی عدد شفا خانے کے مل گئے ہیں۔ اب تو تار کھین دینی پڑتی ہیں مسلمان سچی کہ سر کے بال کٹانے کی تار کھین یعنی پڑتی ہیں۔ کوئی گرد نہیں ملتا ہے۔ کوئی پٹھن ملتا ہے۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔ لوجی پھر بھی شرم باقی رہ گئی؟ سچا باتی ہے؟ نظر دوسروں پر پڑ گئی۔ بدن دوسروں کے ہاتھوں میں گیا۔ اللہ مجھ اور آپ کو بچائے۔ میں تو ہین نہیں کر رہا ہے۔ میں کسی کی نیت پر حملہ نہیں کر رہا بھائی! میں عرض کر رہا ہوں۔ یہ باتیں سب اچھی ہیں یا بُری ہیں؟ میری بچی کے بدن کا ناپ لینے والا ایک غیر حرم ہمارے

جوتے سینے والے غیر محرم بہاری بچیاں جاتی ہیں اپنا پاؤں موجی کے سامنے
 رکھتی ہیں اپنی پنڈلی کو تنگ کرتی ہیں۔ استغفر اللہ! العیاذ باللہ۔ وہ بدن جس کے
 متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ نماز میں بھی تنگ ہو جائے۔ تو نماز نہیں ہوتی۔ وہ بدن
 آج کون کون نہیں دیکھ رہا؟ ہم خود دکھاتے ہیں بھائی۔ آج مسلمانوں کی بچیاں
 تنگی ہو چکی ہیں۔ لباس پہنتی ہی نہیں اور جو پہنتی ہیں وہ بھی ایسا ہے کہ جس میں
 بدن تنگ نظر آ رہا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ میری بچیوں کو اور آپ
 کی بچیوں کو اس عذاب سے بچائے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب کہا کہ تجھے تنگ کر دیں گے۔ وہ تھی تو کافر
 مگر ڈر گئی تو اس نے کہا کہ مجھے تنگ نہ کرو و خط میں دیتی ہوں وہ رقعہ نکال کر رکے
 دیا۔ وہ رقعہ اسی طرح بند تھا۔ لفاظہ نہیں تھا ایسے ہی رقعہ تھا۔ لیکن محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے امانتی کیسے رقعہ پڑھ سکتے ہیں۔ حضرت علی کریم اللہ وجہ فرماتے
 ہیں کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں بند کیا اور دوڑتا ہوا امام الانبیاء صلی اللہ
 علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ پوچھا۔ لے آئے؟ حضور لے آئے۔ کھولا صحابہ
 رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ صدیق اکبر رضی
 اللہ عنہ اور بھی کچھ صحابہ بیٹھے ہوئے تھے۔ کھولا تو دیکھا وہ خط تھا عا طیب کی طرف سے یہ
 ایک صحابی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے بخاری میں۔ وہاں بیٹھے کے کانر کے نام۔ اپنے
 پڑوسی کے نام وہ خط لکھ رہا ہے۔ کہ میں خیریت سے ہوں! امید ہے تم بھی خیریت
 سے ہو گے۔ بس بیٹھے اپنا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خط پڑھ کر سنایا حضرت
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھڑک اٹھے۔ عرض کیا۔ قد غنی ذنا جنس رب عندنا
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں کہ یہ مدینے

میں بیٹھ کر مجھے کے کافروں کو خط لکھ رہا ہے۔ ٹھہر کر فریبات سن ذرا۔ پوچھا: جواب
 دو تم نے یہ خط کیوں لکھا؟ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بدری ہوں۔ بد
 میں شریک ہوا۔ میں نے اپنی جان آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدموں میں پیش کی ہے
 میں اگر منافق ہوتا تو بدر میں شریک نہ ہوتا۔ اب بھی میری جان آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)
 پر نثار ہونے کو تیار ہے۔ حضور بات اصل میں یہ ہے کہ یہ جتنے آپ (صلی اللہ
 علیہ وسلم) کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں کسی کا باپ وہاں ہے کسی کی ماں وہاں ہے
 کسی کا بھائی وہاں ہے کسی کا بیٹا وہاں ہے قبیلہ وہاں ہے بچے وہاں ہیں۔
 ان کے بچوں کی خبر گیری کرنے والے وہ کافر ہیں بگڑا رشتہ دار تو ہیں موجود ہیں۔
 اور حضور! میری بیوی مکہ مکرمہ میں میرے چھوٹے چھوٹے بچے مکہ مکرمہ میں
 میرا کوئی وہاں بھائی نہیں ہے۔ ماں نہیں، باپ نہیں چچا نہیں، मामوں نہیں۔
 میں نے اپنے ایک کافر پروسی کے نام یہ رقعہ دل جوئی کے لئے لکھ دیا تاکہ وہ میرے
 بچوں کے ساتھ بہتری کا سلوک کرے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں منافق نہیں
 میں نے کون سی اس خط میں غلط بات لکھی ہے۔ میرے بچے وہاں ہیں۔ یہ تو ان سے
 پوچھیے۔ بھائی تقسیم کے بعد جن کے ماں باپ وہاں رہ چکے ہیں جن کی قبریں وہاں
 رہ چکی ہیں جن کے رشتہ دار وہاں رہ چکے ہیں۔ ان سے ذرا پوچھیے۔ دل کا حال
 اللہ تعالیٰ ہم سب کو خشیت الہی نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو
 مصیبتوں سے بچائے۔ اللہ بھارت کے مسلمانوں کو بھی ہندوؤں کے مظالم
 سے جلدی نجات دے۔ اللہ کشمیر کے مسلمانوں پر رحم و کرم فرمائے۔

نہ بخاری جز ۱ ص ۱۳۵ مصری

تو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا ٹھیک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر صفائی خود پیش فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اسے عمر فاروقؓ اور دیگر صحابہؓ سن لو۔ یہ بدر میں شریک ہوئے اور ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، بدر والوں سے فرمایا ہو۔ اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمْ الْجَنَّةُ۔ اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کے لئے ایک پروانہ دے دیا ہے۔ کیا؟ اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ اسے بدر میں شریک ہونے والوں! تم نے اتنی بڑی قربانی کی ہے۔ کہ اب بدر کے بعد جو تمہاری مرضی ہے کرتے رہو۔ میں نے تمہارے سارے گناہ پہلے ہی معاف کر دیئے ہیں۔ تو جن کو قرآن بھی کہتا ہو رضی اللہ عنہم جن کو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیغام دیتے ہیں جنتی ہونے کا۔ تو وہ معیار بنے کہ نہ بنے؟ وہ معیار بن گئے۔

اس لئے قرآن فرماتا ہے۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ امِنُوا كَمَا امِنَ النَّاسُ اور جب کہا جاتا ہے۔ ان سے کہ تم ایمان لے آؤ جیسا کہ ایمان لائے یہ لوگ۔ کون سے لوگ؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قالوا وہ کہتے ہیں جواب میں انور حسینؑ کیا ہم ایسا ایمان لائیں کَمَا امِنَ النَّاسُ کہ جیسے یہ جاہل ایمان لائے؟ بلال رضی اللہ عنہ کو ایمان کا کیا پتہ؟ یہ تو غلام ہیں صہیب رضی اللہ عنہ کو کیا پتہ؟ زید رضی اللہ عنہ کو ایمان کا کیا پتہ؟ یہ تو غلام ہیں۔ مگر وہ لوگ ہیں۔ ان پڑھ لوگ ہیں۔ ان کو کیا پتہ؟ ہم ریسرچ کریں گے۔ دینیے کے لوگ ہیں۔ ہم تحقیق کریں گے۔ ہمارا ایمان محققانہ ہے۔ ہمارا ایمان ماڈل ایمان ہے۔

ماڈل — آج کل ایک اصطلاح نکلی ہے۔ ماڈل ایمان محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہو نہ ہو، ماڈل ہو۔ اس پر ماڈل کی مہر لگی ہو۔ استغفر اللہ
 اللہ مسلمانوں کو بچائے۔ مسلمان کا ذہن بڑا بدل چکا ہے۔ بڑے افسوس کی بات
 ہے۔ بھائی! آج مسلمان اگر قرآن بھی پڑھتا ہے تو وہ بھی انگریزی میں پڑھتا ہے۔
 میں نے اکثر دوستوں کو دیکھا کہ وہ قرآن کا ترجمہ پڑھنا چاہتے ہیں۔ تو وہ انگریزی
 ترجمہ پڑھتے ہیں۔ حضرت لاہوریؒ کا نہیں پڑھیں گے حضرت تھانویؒ کا
 نہیں پڑھیں گے۔ کسی اللہ کے نیک بندے کا نہیں پڑھیں گے۔ وہ ترجمہ
 بھی انگریزی الفاظ میں ہی پڑھیں گے۔ قرآن کو بھی وہ انگریزی روپ میں دیکھنا
 چاہتے ہیں۔ تو پھر وہ لائف کیوں نہ پڑھیں؟ ٹائم کیوں نہ پڑھیں؟
 پھر اگر ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین آئے تو کوئی
 بڑی بات ہے؟

تو قرآن نے جواب میں فرمایا۔ **إِلَّا أَنَّهُم كَفَرُوا بِهَا** اور کھو
 یہی جاہل ہیں جو فائدے کی بات کو نہیں سمجھ سکتے۔ **وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ**
 لیکن یہ جانتے نہیں کہ جہالت کس کو کہتے ہیں۔ جاہل تو یہ ہیں جو آدمی
 شام کو اپنے گھر چلا جائے وہ جاہل ہے؟ یا وہ جاہل ہے جو سارے شہر کا
 چکر لگاتا رہے۔ پوچھئے کیوں بھائی؟ "جی میرا گھر گم ہو گیا ہے۔ شہر کے
 سارے گھر مجھے معلوم ہیں مگر اپنے گھر کا پتہ نہیں" مجھے اپنے گھر کا پتہ ہے اور
 اپنے دفتر کا پتہ ہے۔ صبح اٹھتا ہوں اپنے گھر سے تو چلا جاتا، مولیٰ دفتر
 مسجد میں آکر نماز پڑھ لیتا ہوں۔ اور شام کو اپنے بال بچوں میں آجاتا ہوں تو ان
 میں سے کون سا آدمی عقل مند ہے؟ وہ جو ساری ٹیکسٹری میں چکر لگاتا ہے۔ نہ گھر
 کا پتہ ہے۔ نہ مسجد کا پتہ۔ نہ دفتر کا پتہ۔ کہتا ہے جی آج میں نے آٹھ میل ڈاک

ابے دفتر بھی گئے کہ نہیں؟ نہیں دفتر کا نہیں پتہ ہے گھر بھی گئے ہو یا
 نہیں؟۔ نہیں مجھے گھر بھول ہی گیا ہے۔ "ارے مسجد بھی گئے ہو یا
 نہیں؟ خیر مسجد کی تو ضرورت ہی نہیں مسلمانوں کو۔
 تو فرمایا کہ لا یحسبوا ان یرتدوا انہم لیسئلوا اللہ لعلہم یرحمہم
 علم کسے کہتے ہیں۔ ہدایت کسے کہتے ہیں۔ ایمان کسے کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے
 بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

”امین“

نواں درس قرآن مجید

ربیع الاول ۱۳۸۵ھ مطابق جولائی ۱۹۶۵ء

یہ درس مندرجہ ذیل آیات گرامیہ کی تشریح پر مشتمل ہے۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِؕ وَاِذَا كَفَرُوۡا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوۡا قَالُوۡا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا بِالْحٰی
شَیَاطِیْنِهِمْ قَالُوۡا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِیۡوُنَ
اللّٰهُ یَتَهَنَّۤا بِهٖمْ وَیُہٰدِیۡهِمْ فِیۡ رِطْعٰنِهِمْ
یُہٰدِیۡهِمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَسْتَشْرَفُوا الضَّلٰلَةَ بِا
لْهُدٰی فَمَا رَجَبَتْۢ حِجَابُتُهُمْ وَمَا كَانُوۡا
مُهْتَدِیۡنَ۔

اس درس گرامی میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد موجود ہیں۔
۱۔ اسلام دینِ کامل ہے۔ اس لئے اب کسی دوسرے دین کی تلاش
کفر ہے۔

۲۔ آج مسلمانوں میں منافق اعتقاد ہی نہیں۔

۳۔ مناقب اور فرائض کا فرق

۴۔ حجر اسود شہابی پتھر ہے۔

۵۔ بیسویں صدی کے ادائل میں علماء حق کا اعلان حق اور برصغیر کی آزادی کی بشارت۔

۶۔ نیک اعمال شیطانی وساوس کو دور رکھتے ہیں۔

۷۔ امام بخاری کی عظمت۔

۸۔ کفر کے دو سلیب ہیں۔ تکذیب اور استخفاف۔

وَاللَّهُ لَطِيفٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بھائیو بزرگو اور دوستو! پہلے درس میں بھی قرآن کریم نے نفاق اعتقادی کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا اس کی تشریح میں کچھ عرض کیا جا چکا ہے۔ آج جو آیات پڑھی گئی ہیں۔ ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے نفاق اعتقادی کی علامت۔ نفاق اعتقادی کی حقیقت اور اس کا نتیجہ۔ یہ تینوں چیزیں بیان فرمائیں۔ پہلے درس میں یہ عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز نفاق ہے۔ کہتے ہیں کہ اسلام کو اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا نفاق سے ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے منافقوں کے بارے میں تقریباً ہر سورت میں تصریح یا ضمناً اس بات کو واضح کیا۔ اور مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ اے مسلمانو! تمہیں چاہیے کہ تم نفاق عملی سے بچو۔ اور منافقین اعتقادی کے ساتھ اپنی ساز باز مت رکھو۔ سورہ بقرہ جو قرآن کریم کی ترتیب عثمانی کے اعتبار سے پہلی طبری سورہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ عترت نے بہت تفصیل کے ساتھ منافقین اعتقادی کی علامتیں بیان فرمائیں۔

پہلے گزر چکا ہے۔ کہ منافقین اعتقادی اپنے ایمان کو اپنے خاص طرز پیش کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ
وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اهْبِئُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا

اَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّقَهَاةُ

ان سے جب یہ کہا جاتا تھا۔ کہ تم اپنے ایمان کو بجائے تحقیقی ایمان کے تقلیدی ایمان بناؤ۔ تحقیقی اسلام مت تلاش کرو۔ تقلیدی اسلام پر ایمان لاؤ۔ اس لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تکمیل کے بعد ایک بہت بڑا اعلان فرمایا اور مسلمانوں کے لئے راہ عمل کو متعین فرمایا۔ ان کی فکری کوششوں کو محدود کر کے ارشاد فرمایا۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي
وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ ۳)

یہ آیت کریمہ سورت مائدہ کی ہے اور یہ وہ آیت ہے کہ جس کے نزول کے فوراً بعد امام الانبیاء خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم ناسوتی سے رخصت ہو گئے۔

اس آیت کریمہ میں دیکھئے اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ - تمہارا دین تمہارے لئے آج میں نے کامل کر دیا۔ دین کسے کہتے ہیں؟ نظام حیات کو، نظام معاشرت کو، نظام تہذیب کو۔ تمہارا جو دین ہے وہ میں نے کامل کر دیا ہے۔ یہ غلط بات ہے کہ دین صرف چند عقیدوں کا نام ہے۔

دین تو ساری زندگی کے نظام کا نام ہے۔ کیا مسلمان صرف عقیدے کا پابند رہے۔ مسلمان تو عقیدے کا پابند۔ عمل کا پابند۔ عبادت کا پابند۔ اخلاق کا پابند۔ اسلامی معاشیات کا پابند۔ ہر سلسلے میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہوگا تو حیب جا کے پکا مسلمان ہوگا۔ اسی کا نام دین ہے۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ إِلَيْكُمْ دِينَكُمْ

لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔

وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ دِينَكُمْ غُفَّتِ أُولَئِكَ فِي سُنَّتِ مُحَمَّدٍ

تمام کر دی۔ تم سب امتوں سے آخری امت ہو۔ تمہارا نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سب نبیوں سے آخری نبی ہے تمہارا نظام حیات سب نظاموں سے آخری

اور کامل نظام ہے۔

وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا أَدِينُوا فِيهِ

اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا ہے۔

اب میرے کچھ بڑھے دوست جانتے ہیں کہ اتنا بڑا اعلان کیا بتارہا

ہے؟ اسلام ایک کامل نظام حیات ہے۔ اور وہ جناب محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مکمل ہو چکا ہے۔ اب اس کے سوا کسی اور چیز کی

تلاش؟ قرآن مسلمان کے پاس ہو۔ اس کی تشریح اہم الانبیاء کا فعل اور اس

کی تفصیل و تفسیر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و حدیث کی

شکل میں مسلمان کے پاس موجود ہوں اور مسلمان مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے اور

پھر وہ کسی اور چیز کو ڈھونڈے تو کیا وہ مسلمان رہ سکتا ہے؟ ایک آدمی کے پاس

پانی کی ایک ٹری صراحی بھری ہوئی ہو۔ وہ کہتا ہے مجھے سخت پیاس ہے۔ صراحی

میں پانی ہی موجود ہے۔ کلاس بھی موجود ہے۔ پیتے میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں

ہے۔ اور کہتا ہے مجھے ٹری پیاس ہے۔ میں پانی تلاش کرتا ہوں۔ تو اب

اس کے متعلق یہی رائے قائم کر سکتے ہیں کہ یا تو فطر العقل ہے۔ اس کو عقل

نہیں ہے کہ میرے سامنے صراحی ٹری ہے یا آگ ہے اور یا اسے کسی اور

اور چیز کے ساتھ آپ تعبیر کر سکتے ہیں۔ صحیح سمجھ والا وہ انسان نہیں ہے جو یہاں
 کا دایلا بھی کر رہا ہو اور اس کے سامنے پانی بھی موجود ہو اور پانی پینے میں کو
 رکاوٹ بھی نہ ہو معلوم ہوتا ہے۔ وہ درحقیقت پانی کا متلاشی نہیں ہے۔ وہ
 کسی اور چیز کو پانی کے رنگ میں پینا چاہتا ہے۔ اگر وہ پانی کا متلاشی ہوتا
 پی لیتا۔

اسی طرح اسلامی نظام حیات کے ہوتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ
 وسلم کی سیرت مقدمہ کے ہوتے ہوئے قرآن کریم کی تعلیمات کے ہوتے ہوئے
 جو اسلام کے سبیل کے نیچے غیر اسلام کو ٹھونڈنا چاہتے ہیں۔ یہ درحقیقت ایک
 مغالطہ ہے۔ وہ کسی اور چیز کو اسلام کا لباس پہنا کر اسلام کے نام پر استغما
 کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے قرآن نے دیکھے صاف فرمایا۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
 لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ مَخْرَجَ السُّؤْمِيَّةِ لَوْلَا
 مَا تَوَلَّىٰ وَنُصِّلَهُ جَهَنَّمَ وَنَسَاءَتْ مَصِيْرًا (النساء)

قرآن کتنی شدت کے ساتھ تنذیری طور پر فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ
 الرَّسُولَ جس نے رسول سے دوری اختیار کر لی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)
 وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ جس کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
 دوری اختیار کر لی۔ وہ دوری کیسے اختیار کرے گا؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم) کو چودہ سو سال ہو گئے اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ تو ہم تو اس لحاظ
 ان سے دور ہی ہیں۔ فرمایا نہیں دور نہیں تم قریب ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 جو نظام حیات لے کر آئے تھے۔ وہ قیامت تک باقی رہے گا اور حضور انور

صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق قرآن کریم کے عقائد کی تشریح کے مطابق ہر
 وقت دنیا میں ایک طاقتور حق پر ضرور رہے گا۔ اور اسی کو کہا گیا مومن و یتبع
 غیر سبیل المؤمنین رسول سے وہ کیسے کٹا؟ اس کے راستے کو چھوڑ دیا جو مسلمانوں کا تھا۔ اور اس راہ پر چل پڑا۔ جو مسلمانوں کے سوا اور
 کوئی راستہ ہے۔ دیکھئے۔ وَیَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ مومنین
 کے راستے کو چھوڑ دیا کسی اور راستے کو ڈھونڈتا ہے کہتا ہے میں اسلام کو ڈھونڈتا
 رہا ہوں۔ اسے بھائی اسلام تو مسلمانوں کے پاس ہے۔ اسلام تو قرآن میں ہے
 اسلام تو حدیثوں میں ہے۔ اسلام تو فقہائے امت نے تمہارے سامنے پیش
 کر دیا پھر تم کس چیز کو ڈھونڈتے ہو۔ وَیَتَّبِعْ
 تو فرمایا مسلمانوں سے کٹ چکا ہے۔ وَیَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ
 نُولَهُ مَا تَوَلَّى ہم بھی اس کو دھکیل دیں گے۔ جہاں وہ جانا چاہتا
 ہے۔ وَانصِبْ جَهَنَّمَ اور اس کا انجام جہنم ہوگا۔ وَهَسَاوَاتِ
 مَصِيرًا اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ دوسری جگہ متنبہ فرمایا وَمَنْ
 يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ
 فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ہ (آل عمران ۸۵)

اللہ فرماتے ہیں کہ اب اسلام کے کامل پورے جانے کے بعد خاتم النبیین
 صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد اگر ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ میں اسلام
 کے سوا اور کوئی چیز ڈھونڈوں گا۔ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ اس سے اس
 دین کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس کا انجام عاقبت اس کا بہت ہی
 بُرا ہوگا۔

ترمیرے دوستوں اور بزرگوں کو قرآن کی حواستیں گزر چکی ہیں۔ پہلے درجے
 میں ان میں اللہ تعالیٰ اعز اسمہ نے فرمایا تھا۔ ایمان کیا ہے؟ اسلام کیا ہے
 یہ تقلید ہی ہے حقیقتی نہیں ہے۔ آج دنیا کے کروڑوں مسلمان اگر یہ کہہ دیں
 کہ ہم مسلمان ہیں ٹھیک ہے۔ ہم نماز مانتے ہیں فرض ہے۔ لیکن ہم ذرا نماز نہ
 کچھ اپنی تحقیق بھی کرتے ہیں وہ چند عرب لوگ تھے۔ وہ باغ تھے۔ ان کے ہاں
 ملیں تھیں نہ کارخانے تھے۔ نہ فیکٹریاں تھیں۔ نہ کالج تھے نہ یونیورسٹیاں تھیں
 نہ کھیتیاں تھیں نہ باغ تھے۔ نہ بارکیں تھیں۔ صحرائی لوگ تھے۔ وہ فارغ البال تھے
 لہذا ان کو تو اللہ نے فرمایا تم پانچ دفعہ میرے سامنے جھکا کر دو۔ لیکن ہم تو کار
 نم کے لوگ ہیں۔ اس لئے ہم اس میں تھوڑی سی ترمیم کرتے ہیں تھوڑی سی
 سی ترمیم کرتے ہیں۔ ذرا سی حرج کیا ہے؟

آج مسلمان کے دماغ پر ایک بھوت سوار ہے اور شیطان و وساوس
 مسلمان کے دماغ میں اس نے ایسا کھیر ڈیا ہے۔ کہتا ہے جی بوتل شراب کی
 حرج کیا ہے جی؟ کلب میں جا کے ناچ لیا۔ حرج کیا ہے؟ اگر سبق آتا رہا
 ہے حرج کیا ہے؟ حرج تو کچھ بھی نہیں۔ پھر رات کو روٹی نہ کھاؤ، حرج کیا
 سالن میں ذرا نمک نہ ڈالو، حرج کیا ہے؟ چائے میں مٹھانہ ڈالو۔ حرج کیا ہے
 برٹش کے تسمے نہ بانڈھو۔ حرج کیا ہے؟ کوٹ کے بٹن نہ لگاؤ۔ حرج کیا
 وہاں تو ذرا ذرا سی باتوں کو ہم کر دیتے ہیں۔ اگر ہمارے کھانے میں رات
 نمک نہ ہو تو باورچی کو سب ستم کرتے ہیں۔ خانا لے کر گالیاں دیتے ہیں۔
 کے ساتھ لڑائی کرتے ہیں کہ ترنہ کائے میں نمک نہیں ڈالا۔ حالانکہ نمک کا
 مقام ہے آٹے میں؟ اگر ہمارے برٹش کے تسمے نہ ہوں۔ تو دفتر نہیں جا۔

کہ یہ بڑی بد تہذیبی ہے۔ بوٹ ہوں اور تم سے نہ ہوں۔ بڑی بد تہذیبی ہے۔ اور اگر
 کتے کے بیٹے نہ ہوں؟ بیٹن کے بغیر جانا بڑی بد تہذیبی ہے۔ بیٹن تو لگانے

ہی چاہئیں۔

تو بھائی جب ہم دنیا کی زندگی کے اور اعمال میں "خرج" نہیں کرتے
 تو دین کے بارے میں کہتے ہیں۔ کہ جی خرج کیا ہے؟ نماز نہ پڑھیں تو کیا خرج
 ہے؟ خرج تو کچھ بھی نہیں کچھ اسلام سے منکل کیا۔ خرج تو کچھ بھی نہیں۔ زکوٰۃ نہ دیں
 خرج کیا ہے؟ خرج تو کوئی بھی نہیں کوئی بات نہیں۔ ذرا سا اور کھسک
 گیا۔ روزے کھالیں تو کیا خرج ہے؟ خرج تو کچھ نہیں بس اور ذرا سا
 کھسک گیا ہے۔ یہ جو خرج خرج کا مسئلہ ہے۔ یہ بھی شیطان نے ہمارے دماغ
 میں گھسیر دیا ہے۔ ورنہ قرآن کریم نے تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی مقدس سیرت ہمارے سامنے پیش فرمائی۔ تو گو یادین تحقیقی نہیں بلکہ دین
 تقلیدی بتایا۔ اور اسی کے ضمن میں پہلی آیات، کندھ چکی ہیں۔ آج بھی اس کی طرف
 اشارہ ہے۔ چنانچہ منافقین افتقادیہ کی ایک اور علامت قرآن بیان فرماتا

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا

منافق ملتے ہیں ان لوگوں سے جو سچے مومن ہیں۔ قَالُوا آمَنَّا تو ان سے
 کہتے ہیں ہم بھی ایمان لا چکے یہ تو ماضی کا صیغہ ہے۔ کہ جی ہم بھی تو مسلمان ہیں
 ہم بھی لا چکے اللہ تعالیٰ کی توحید پر امام الانبیاء کی نبوت پر قرآن کریم کی صداقت
 پر قیامت کے آنے پر۔ واقعی تھا رادین جو ہے۔ یہ بھیک ہے ہم بھی تمہاری
 طرح مسلمان ہو چکے ہیں۔ لیکن وَإِذَا خَلَا إِلَىٰ شَيْطَانِهِمْ وَإِذَا

وہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ اپنے شیطانوں کے ہاں قالوا اتنا معکم ان سے کہتے ہیں ہم تو تمہارے ہی ساتھ ہیں۔ اِنہَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤْنَ مسلمانوں کے پاس جہنم جاتے ہیں وہ صرف ٹھٹھا اور مذاق کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ یہاں پر تفاق اکتفاوی کو چمکا دیا۔ کہ معلوم ہوتا ہے کہ منافق کے اندر جو عقیدہ ہے وہ عقیدہ کفر ہی کا ہے۔

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ تفاق عملی و اللہ تعالیٰ سب کو تفاق عملی سے بھی بچائے۔ ایک مسلمان منافق عملی تو ہو سکتا ہے اس کے متعلق امام الالبانی نے اپنی حدیث مقدسہ میں اشارہ فرمایا۔

آيَاتُ مُنَافِقٍ ثَلَاثٌ مُنَافِقٌ كِي تَيْنِ نَشَانِيَاں ہيں۔

۱۔ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ بَاتِ كَرِهَ تُو بھوٹی کرے۔ ۲۔ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَعَدَ کرے تُو وعدے کی مخالفت کرے۔ ۳۔ اس کے پاس مانت رکھے تُو وہ خیانت کر دے۔ اور ایک حدیث میں جو چھٹی علامت بھی۔ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ حَيْبَ اَلَيْسَ يَلُطُّ تُو منہ سے بک بکا کرے۔ یہ ہے منافق عملی آج دنیا میں ہم سے جو غلطیاں ہوتی ہیں۔ آخر ہم ان فعلوں کے مرتکب ہیں لیکن ہمارے سینوں میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت موجود ہے۔ ایک بے سے بُرا انسان بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر چھلے کو برداشت نہیں کر سکتا وہ اپنے ظاہر میں بھی اپنے باطن میں بھی اسلام کی حقانیت کا معترف ہے۔

لیکن منافق اکتفاوی حیب وہ مسلمان سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم تو مسلمان لیکن جب وہ اپنے ان شیطانوں کے پاس پہنچتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ جی ہم تو تمہارے

ہی ساتھ ہیں۔ اچھا بھائی جب تم ہمارے ہی ساتھ ہو تو پھر مسلمانوں کے پاس جا کر کیوں یہ بات کہتے ہو۔ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤْنَ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ ہم تو مسلمانوں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ مذاق کرتے ہیں اور ہنسی کرتے ہیں۔

اس آیت مقدسہ میں چند باتیں بڑی واضح طور پر موجود ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو دین حق کے برخلاف ہیں۔ قرآن نے شیطان کے ساتھ تعبیر کیا پہلے دس میں اس طرف اشارہ کر چکا ہوں۔ کہ ہمارے ہاں ایک فلسفہ رائج ہے کہ سب کو اچھا کہو۔ سب کو نیک کہو۔ جیسے اکبر کے زمانے میں دین الہی ایک بنا تھا۔ سب دین ٹھیک ہیں کسی کے ساتھ تعارض مت کرو۔ کوئی اچھا کرتا ہے۔ تب اس کا اپنا کام، کوئی بُرا کرتا ہے تب اس کا اپنا کام۔ یہ مسلمان کی ڈیوٹی نہیں ہے۔ مسلمان کو تو فرمایا۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (آل عمران ۱۱۰)

قرآن میں ہے اللہ کے لئے فرماتے ہیں مسلمانو! کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ تم دنیا کی ساری امتوں سے بہتر امت ہو۔ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم کو لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا۔ اور تمہارے قرآن منضیٰ کیا گیا ہے۔ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ تم لوگوں کو نیک کام دو۔ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور لوگوں کو بُرائی سے روکو۔ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ اور یہی تمہارے ایمان باللہ کی نشانی ہے۔ ایمان باللہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ اگر تم میں یہ قوت پائی گئی تو معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا اللہ پر ایمان ہے۔ اور اگر تم امر بالمعروف نہیں کرتے۔ نہی

بڑے جوان بوڑھے اس لڑکچہ کو پڑھتے ہیں۔ آج قلم کے ساتھ جہاد کرنے والا سب سے بڑا مجاہد ہے۔ میرے دوست اور بزرگوار! اسلام صرف مناقب کا نام نہیں ہے، اسلام صرف عقیدے کا نام نہیں ہے۔ اسلام صرف صفات کا نام نہیں ہے۔ دیکھو ابھی اس مہینے میں اس ماہ مقدس میں سب مسلمانوں نے الحمد للہ سیرت کے جلسے کئے۔ جلوس نکالے۔ بڑے بڑے سینڈ باجے بنکے۔ اپنے اپنے خیال کے مطابق مسلمانوں نے میرا خیال ہے لاکھوں روپیہ صرف کیا۔ اس ملک میں عید میلاد النبی کے موقع پر لیکن آپ اپنے دل سے پوچھے کیا ہم نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مقدس کو خوش کرنے کی کوشش کی؟ کیا حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مقدس اس سے خوش ہوگئی؟ کیا روضہ اطہر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہیں؟

بھائی! ایک ہوتا ہے مناقب کا بیان، ایک ہوتا ہے ان کی تعلیمات پر عمل دیکھنے جب تک حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دعویٰ نبوت کو عملی طور پر پیش نہیں کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے دو حصے ہیں ایک چالیس سالہ زندگی ہے۔ اور ایک تیس سالہ زندگی ہے۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے شکم میں بھی نبی تھے۔ اپنے والد ماجد کی پشت میں بھی نبی تھے۔ ہمارا تو یہ ایمان ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب ابھی تک آدم علیہ السلام کا پتلا بھی نہیں بنا تھا اہل مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کہتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب چینج کرتے ہیں۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ اَفْلا

تَعْقَلُونَ رِيش (اور مجھے دارالامین نے تم میں چالیس سال گزارے
میری آنکھ نے کبھی خیانت نہیں کی؟ میری زبان نے کبھی جھوٹ بولا؟ میرے
ہاتھ نے کبھی غلطی کی؟ میرے پاؤں نے کبھی غلطی کی؟ کہتے ہیں نہیں چالیس سال
تیرے بٹے یا کداحنی سے گزرے اور تو تم میں کیا مشہور ہے؟ مُحَمَّدٌ
الْأَمِينُ مُحَمَّدٌ الصُّدُقِ وَ قِ اَمَامِ الْاَنْبِيَاءِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَةِ نَبُوْتِ
سے پہلے دولت مشہور تھے مجھے کے رہنے والے چالیس سال تک محمد رسول اللہ
صلى الله عليه وسلم کو کیا کہتے تھے مُحَمَّدٌ الْاَمِينُ وَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ جو بڑا امانتی ہے مُحَمَّدٌ الصُّدُقِ وَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جو
بڑا سچا ہے۔ اپنے جھگڑے طے کراتے تھے جناب محمد رسول اللہ صلى الله عليه
وسلم سے جب حضور انور صلى الله عليه وسلم کی عمر مبارک تینتیس سال کی تھی یا تیس
سال کی تھی تو بیت اللہ شریف کی تعمیر پر جھگڑا ہوا کہ حجر اسود کون لگائے حجر
اسود وہ سیاہ پتھر ہے جس کو ہمارے بھائی سوچ کر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب
کو نصیب فرمائے۔ اور ان کے حج کو بھی اللہ تعالیٰ حج مبرور فرمائے۔ وہ حجر
اسود جو بیت اللہ کے کونے میں لگا ہے۔ جس کے متعلق اسلامی تعلیمات یہ
ہیں کہ وہ جنت کا پتھر ہے۔ اور وہ شہابی پتھر ہے۔ جو پانی میں ڈووتا نہیں اور
آگ میں گرم نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ جب طوفان نوح آیا اور بیت اللہ مبارک
بھی سیلاب میں بہ گیا تو یہ حجر اسود جبل ابی قیس کی چوٹی پر لگ گیا۔ تو اگر یہ پتھر
ہوتا۔۔۔ دنیا کا پتھر۔۔۔ تو پانی میں ڈوب جاتا۔۔۔ پہاڑ پر کیسے پہنچ گیا۔؟
شہابی پتھر کے متعلق لے انسانی کو پڑیا پٹانیکا میں بھی یہ بات ہے کہ شہابی پتھر

لے صدق ۲۶ اگست ۱۹۹

مسلمانوں کی قرآن کریم کی نظر میں۔

میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ وہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلانِ نبوت سے پہلے چالیس سال تک اتنے اونچے مقام کے مالک ہیں کہ عرب کے کافر بھی کہتے ہیں کہ تو امانتی ہے تو بہت سچا ہے۔ لیکن حبیبِ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کے بعد قریش مکہ کو جبلِ صفا پر اکٹھا کیا۔ اور فرمایا کہ دیکھو وہ حمد میری زندگی تھی تمہاری نظر میں وہ میری ایک ذاتی زندگی تھی اس وقت میں نے تمہاری اصلاح کی طرف تم کو بلایا نہیں تھا۔ اب میں امر بالمعروف بن کر آیا ہوں۔ اور نبی عن المنکر ہو کر آیا ہوں۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَقْلِحُوا۔ اے مکہ والو! لا الہ الا اللہ محمد رسول پڑھ لو تم نجات پا جاؤ گے۔ وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کے متعلق سب وورٹ دیتے ہیں۔ دو منٹ پہلے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اگر یہ کہو کہ اس صفا پہاڑ کے دامن میں ڈاکو ہیں چہرے میں جو مکے والوں کو لوٹنے کے لئے آتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ نیچے کوئی بھی نہیں لیکن اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ دیا تو ہم آپ کی بات مان لیں گے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ اتنا بڑا ورٹ دیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کافروں نے لیکن جو نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کی طرف قدم بڑھایا۔ فرمایا کہ اچھا تمہاری نظریں میرا یہ اعتماد یہ حسن انتخاب تو میری ایک بات چھوٹی سی مان لو عمل کی طرف ذرا قدم اٹھاؤ کیا اُنہا الناس قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَقْلِحُوا۔ اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو تم کامیاب ہو جاؤ گے انہوں نے دیکھا کہ یہ تو ہمیں عمل کی طرف سے جا رہا ہے تو سب سے پہلے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا چچا تھا ابوہب جہنی اُس نے زبان سے بھی کہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پتھر سے مارا۔ جس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیشانی میں زخم ہوا۔ قرآن کریم کی یہ سورت تَبَّتْ يَدَايِ لَهَبٍ وَتَبَّ اسی کے جواب میں نازل ہوئی۔

اچھا جی یہ کیا اور کیوں ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کی طرف قدم اٹھانے کا فرمایا تھا۔ اگر یوں ہی سیرت مناتے رہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں جھنڈیاں باندھ دیتے۔ پلاڈ کی دیکھیں چڑھا دیتے اور کہتے تم بچے بھی رہو۔ تم کو دوتے بھی رہو۔ شراب بھی پیتے رہو۔ جوار بھی کھیتے رہو۔ قتل بھی کرتے رہو۔ بچوں کو زندہ درگور کرتے رہو۔ یہ کیا کرو۔ کہ جب میری ولادت کا دن آیا کرے تو جھنڈیاں باندھ دیا کرو ہم کہہ دیں گے واہ جی واہ — لغزہ تکبیر لغزہ رسالت — لغزہ حیدر سی اور پتہ نہیں کیا کیا لگا دیتے — لیکن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا کہ دیکھو عمل کی طرف بھی آؤ۔ جب تک عمل کی طرف نہیں آؤ گے۔ اس وقت تک تم خدا کے نیک بندے نہیں بن سکتے۔ جواب میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر کھانے پڑے اور اس کا منظر آپ نے دیکھا ہو — میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے نزدیک سب اکابر واجب الاحترام ہیں۔ لیکن جن بزرگوں کو ہم نے دیکھا ہے۔ ہم تو انہی کی باتیں کریں گے۔

انگریز ہندوستان میں آیا۔ انگریز نے کچھ خالقا سوں کو ٹہری ٹہری جاگیریں دیں۔ انگریز نے بعض مولویوں کو شمس العلماء کے خطاب دیا۔ شمس العلماء ایسے گزرے ہیں ہندوستان میں جن کو انگریز نے کیا کہا؟ شمس العلماء یعنی

عالموں کے سمجھنے کے لیے۔ لیکن انگریز برداشت نہ کر سکا۔ حسین احمد مدنی کے وجود کو برداشت نہ کر سکا۔ احمد علی لاہوری کے وجود کو انگریز برداشت نہ کر سکا۔ ابوالکلام آزاد کے وجود کو انگریز برداشت نہ کر سکا۔ مفتی کفایت اللہ کے وجود کو کیا کیا انہوں نے؟ کیا وہ مولوی نہیں تھے؟ کیا وہ عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں تھے؟ کیا وہ پابند شرع نہیں تھے؟ ان کو یہ کہتے تھے کہ یہ باطل ہے یہ کفر ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے فتویٰ دیا کہ یہ ہندوستان دارالحراب ہے اور مسلمان اس وقت چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ جب تک ہندوستان سے اس کا فر حکومت کو نہ نکال لے۔

بھائی اسلام بڑی مشکل سی بات ہے۔

چرمی گویم مسلمان بلرزم کہ دائم مشکلات لا الہ الا
 اقبال کا شعر ہے؟ اقبال گویم پوجتے ہیں۔ اقبال؟ آماجی اقبال۔
 آماجی اقبال علامہ کو میں نے پڑھا ہے۔ جی علامہ کو پڑھا ہے۔ تو گھر کے اندر
 بھی علامہ کو چھوڑتے ہو۔ کہ نہیں؟ بیٹھک کے باہری علامہ ہے۔ علامہ کو ہم
 پڑھتے ہیں۔ اندر نہیں چھوڑتے علامہ کو۔ علامہ باہر سے اندر نہیں ہے۔ اندر
 کتابیں ہیں۔ علامہ باہر ہے۔ علامہ نے جو کچھ کہا اس پر عمل کتنا ہو رہا ہے؟ علامہ
 نے کیا کیا کہا؟ کیا ہم عمل کرتے ہیں کسی بات پر؟ کہیں بھی نہیں۔ اسی اقبال کا
 شعر ہے۔

چرمی گویم مسلمان بلرزم کہ دائم مشکلات لا الہ الا
 تو ان اہل اللہ نے انگریز سے یہ کہا کہ ہندوستان کو چھوڑ دو۔ تاکہ لا الہ الا
 اللہ محمد رسول اللہ کا نظام رائج ہو۔ مولانا مدنی ج ۱۹۲۰ء میں گرفتار تھے۔

کہراچی میں جب ہمارے ہاں پھپھوٹے پھوٹے بچے آپ میں سے اکثر دوستوں کو یاد ہوگا۔ سکولوں میں اس وقت کتابیں رائج تھیں ان کتابوں میں ایک دعا یہ تھی "خدا سلامت رکھے جارج پنجم کو" (God save the King) یہ بچے سکولوں میں پڑھتے تھے۔ اس وقت ہماری قوم کے بچے سکولوں میں کیا پڑھتے تھے؟

"خدا سلامت رکھے شہنشاہ جارج پنجم کو"

مگر ایک مرد فقیر اُس زمانے میں کراچی میں قید تھا۔ اسیر تھا۔ اُس نے کراچی سے ایک خط لکھا وہ حضرت کے مکتوبات میں بھیجا ہوا ہے۔ ۱۹۲۰ء میں مرد مومن اسی کو تو کہتے ہیں۔ ۱۹۲۰ء میں خط لکھا۔ جس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ میں ہندوستان سے انگریزوں کو نکال کر ہی دم لوں گا۔ اور آخر میں ایک شعر لکھا ہے

پڑا فلک کو ابھی دل جلوں سے کام نہیں

جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں ہے

حضرت مدنی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ انگریز پوریا بستریا بندھ کر ہندوستان سے نکل گیا۔ تبھی تو انگریز نے بڑا کہا۔ شمس العمار کا خطاب کیوں نہیں دیا مدنی؟ کو؟ حضرت لاہوری؟ کو کیوں ہتھکڑیاں لگا کر لایا؟ کیا خود باللہ مولانا لاہوری؟ جوا، کھیلے تھے؟ بلیک مارکیٹ کرتے تھے؟ قتل کرتے تھے؟ ڈاکہ ڈالتے تھے؟ جھوٹ بولتے تھے؟ کیا قصور کیا؟ کون سی قانون شکنی کی؟ حضرت لاہوری؟ قرآنی نظام کو چاہتے تھے۔ اور اس کی تجویز سوچتے تھے۔ اس لئے انگریز کی نظر میں وہ کھٹکتا ہوا کانٹا تھے۔

آج مسلمان اسلامی زندگی کو اپنائیں تو مسلمان صحیح معنوں میں متبع ہیں۔ جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آج ہم نے یہ مذاق بنا رکھا ہے جھنڈیاں باندھ
 دیں، کھیر پکالیں۔ چاول پکا دیئے اور جو کوئی عمل کی طرف بگاڑے۔ کہتے ہیں یہ
 تو عاشق رسول ہے ہی نہیں۔ کیوں؟ یہ جھنڈیاں نہیں باندھتا۔ ادھیالی
 وارٹھی ہے اُس کی؟ اجی وارٹھی تو ہے مگر وارٹھی کا کیا اعتبار ہے۔ میں تو سر
 بوز منڈ کرتا ہوں پر میں عاشق رسول ہوں۔ کیونکہ میں کھیر پکاتا ہوں۔ بھائی جوان
 لڑکی کی شادی کر دی؟ جی اس کام میں تو وہ بڑا سخت ہے۔ جو نہی لڑکی جوان ہوتی
 ہے بیاہ دیتا ہے۔ خواہ کوئی بھی ملے مالدار سپہیا غریب ہو۔ میری تین لڑکیاں ہیں
 ایک ڈاکٹر ہے۔ ایک پولیس میں بھرتی ہے۔ اور ایک لڑکی میری امریکہ گئی ہے چار
 سال کا کورس کرنے کے لئے۔ میں عاشق رسول ہوں۔ میرے گھر کھیر پکتی ہے
 جھنڈیاں لگتی ہیں۔ میں نوبان دھکتا ہوں۔ میں عاشق رسول۔ اور
 وہ؟ جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل کیا ہے وہ بے
 ادب ہے اور جس نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پاؤں کے
 نیچے روند ڈالا ہے وہ محب النبی ہے۔

آج مسلمان نے مذاق بنا لیا ہے دل مگی سمجھ رکھی ہے۔ دیکھئے سوچ لیجئے
 یہ کس کے متعلق ہے؟ اس لئے قرآن نے فرمایا کہ بڑوں کو بڑا کہو۔ اِذَا خَلَوْا
 بِالْحَمِيِّ شِيَا ظَنُّوْهُمْ وَهِيَ مَنَافِقٌ كُوْنُ تَحْتِہٖ۔ اُن کے جو رشتہ دار
 تھے دوست تھے۔ وہ کیا ہیں؟ شیطان ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ
 چھوڑو جی، ہمیں کیا ضرورت ہے شیطان نہ کہو خفا ہوتے ہیں۔ یہ فلسفہ دل سے
 نکال دیجئے۔ میرے نوجوان دوست اور میرے بوڑھے بزرگوں! ایسے کو بڑا سمجھو۔

نیک کو نیک سمجھو۔ نیکوں کے پاؤں کو چومو اور یاد رکھو بُروں کے قریب ہونے سے ایمان کی نوری قوتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے نامزمان کی عزت کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا عرش کانپ جاتا ہے۔

تو قرآن نے کہا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ ادَّٰرَبُوا

وہ علیحدہ ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس شیطانوں کی دوستی میں قرآن میں

آئی ہے سورت الناس کو دیکھو۔ قُلْ آتُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ

مَلِكِ النَّاسِ إِلَهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ

الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ

مِنَ الْجِبْتِ وَالنَّاسِ۔ ایک دوٹانگوں والے شیطان پرے مجسم

شیطان — والناس، اور ایک وہ شیطان ہے جو نظر نہیں آتا۔

آپ میں سے اکثر دست سائنس جانتے ہوں گے سائنس پڑھتے ہوں گے

سائنس میں پڑھتے ہیں کہ یہ ہماری جو سیری تو انسانی اس وقت تک کام نہیں آ

سکتی جب تک کہ اس کو کسی صوری تو انسانی میں ہم داخل نہ کر دیں۔ جسے ہم کہتے

میں نادیٹ — بھائی یہ پنکھے ہیں جو سہا آ رہی ہے۔ اب چل رہی ہے اگر

یہ پنکھے کے پر نہ ہوتے یہ اس کے درمیان جو مشینری ہے یہ نہ ہوتی تو سہا ہم

کو لگتی؟ کہاں لگتی؟ نہیں لگتی وہ جو بجلی ہے جس کی کرنٹ سے ہم اپنے

آپ کو ٹنڈا کر رہے ہیں وہ ہم نے اس پنکھے کے ذریعے حاصل کر لی۔ اگر میرے

سامنے یہ مشینری نہ ہوتی بھائی صاحب لے آئے ہیں اللہ ان کو جزائے خیر سے

یہ بھی بڑے شوقین ہیں قرآن کریم کے اللہ ان کو عمل کی توفیق سے دیکھئے کہ یہ ان

کی برکت ہے۔ ورنہ کہاں ایسٹ آباد۔ میں اب ایسٹ آباد سے آیا ہوں میرے
 ساتھ میرے دوست ہیں کیپٹن نصیر الدین صاحب اور ایک دوسرے دوست
 ہیں وہ بچارے صبح بیکے اپنی موٹر لے آئے۔ پرسوں جمعہ کے دن میں نے عرض
 کیا تھا کہ واہ کیٹ جانا ہے۔ تو صبح وہ چھ بکے تشریف لائے یہ دنیاوی اعتبار
 سے اور دینی اعتبار سے بھی بڑے اونیے انسان ہیں۔ اللہ پر ان کو کامل اعتماد ہے
 حقیقت یہ ہے آپ کو میں ایک خوشی کی بات سناؤں کہ ان کو اللہ پر کتنا
 اعتماد ہے یہ ویسے ضمانت بات آگئی ہے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کے
 دروازے کو مت چھوڑیے۔ وہ چھوڑتا ہے کہ کتنا ہے جس کو روک سکتی ہیں
 نہیں روک سکتا۔ اور جس کو روک سکتی نہیں روک سکتا۔ اسی کو محمد رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **اللَّهُمَّ لَا مَالِعَ لِمَا
 أَنْعَمْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ**۔ اے اللہ مجھے
 تو روک سکتی نہیں روک سکتا ہے تو نہ روکے اسے کوئی نہیں روک سکتا ان
 کو پندرہ سال کے بعد اللہ نے ایک بیٹا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس بیٹے
 کو سعید فرمائے۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا۔ کہ آپ کے ہاں اولاد
 ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ نے ان کو چار شہنے کے دن ایک سعید بچہ نصیب
 فرمایا۔ اللہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اسے بنائے۔ اور ان کی دنیا قیامت
 کا ذخیرہ بنائے۔ اللہ پر ان کو اتنا کامل اعتماد ہے کہ یہ اللہ کی رحمت سے
 ناامید نہیں ہوئے تھے۔ اسی لگن میں دعائیں کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ
 نے ان کو اپنی رحمت سے نوازا۔ تو میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ میرے سامنے جو یہ
 لگا ہوا ٹومبا (ٹائیک) اور یہ جو ٹیٹری ہے یہ اسی لئے تو ہے کہ جو اس میں

جو سہری طاقت کا ریگڑنے، صنّاع نے ودیعت کر دی ہے۔ وہ اس وقت تک کام میں نہیں آسکتی جب تک کہ یہ ڈھانچہ نہ بنایا جائے۔ جب تک کہ یہ ریگڑ نہ بنایا جائے۔ اس وقت تک یہ آواز کر نہیں کھینچ سکتی۔ تو اسی طرح شیطان بھی مردود ہے۔ یہ شیطان بھی اس وقت تک اپنا کام نہیں کر سکتا جب تک کسی بندے کے بدن میں نہ جائے۔ اس نے کچھ بندے منتخب کئے ہیں۔ جن کے دل میں گھس جاتا ہے ان سے پھر اپنا کام نکال لیتا ہے۔ اسی لئے جنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تمہارے سامنے کوئی اللہ کا نافرمان آئے جس کے ملنے جلنے سے تمہاری طبیعت پر انقباض ہو تو پھر کہو: **وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ**۔ پڑھا کرو۔ یہ بھی مسد ہے۔ کہ تم اس کے مکر سے۔ شرارتوں سے بچ جاؤ گے۔ اور بات بھی ٹھیک ہے شیطان کے سامنے جب خدا کا نام آئے تو یہ بھاگ جاتا ہے۔

گھبراہٹ یا بھڑبھڑ ہے ویسے یہ بات مذاق کی نہیں۔ میں ان دوستوں کے لئے دعا کرتا ہوں کہ جن میں یہ صفتیں ہیں اللہ ان کو فیک کی طرف مائل کرے میرے پاس کبھی کبھی کوئی دوست آجاتے ہیں اور میں اگر یہ چاہوں کہ ان کو میں اٹھا دوں اپنا کوئی کام کر دوں۔ یہ لالچنی بات کرتے ہیں۔ اب اگر میرے پاس گھڑی میں بارہ بجے کا وقت ہے اور میں وضو کرنا چاہتا ہوں تو میں عرض کرتا ہوں کہ اچھا بھائی! آپ ذرا بیٹھیں میں وضو کر کے آتا ہوں۔ تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اب یہ وضو کرے گا تو ہم سے بھی کہے گا۔ کہ تم وضو کرو۔ اور پھر یہ نماز ہمیں پڑھائے گا۔ اچھا جی ہم جانتے ہیں۔ اجازت دیجئے۔ یہ حقیقت

ہے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ تو بیکار قسم کا آدمی ہے۔ اس کے پاس کوئی وقت نہیں بے وقت بھی ٹھکریں مارتا رہتا ہے۔ تو یہ ہمیں بھی کہے گا کہ نماز پڑھو اور نماز تو ہم نے پڑھنی نہیں کیونکہ وہ اندر جو بیٹھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دیکھو! سب کے سامنے جھک جاؤ۔ ایک اللہ کے سامنے مت جھکو۔ سب کے سامنے ذلیل بنو۔ خدا کے سامنے مت ذلیل بنو حالانکہ جو خدا کے سامنے ذلیل نہیں بنتا۔ وہ سب کے سامنے ذلیل ہے۔ اور جو خدا کے سامنے پشیمان جھکاتا ہے وہ کسی کے سامنے ذلیل نہیں ہوتا۔ — اللہ؟ جو اللہ کے سامنے جھکے، خدا کی قسم ہے اللہ تعالیٰ اسے اورج ثریا پر پہنچاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک گیا۔ دنیا اس کے قدموں میں آپڑی۔

ابھی جن بزرگوں کے نام میں نے لے لئے ہیں۔ — میں کہا کرتا ہوں۔ کہ ہم کسی کے مخالف نہیں۔ سب ہمارے بزرگ ہیں۔ مگر جن کو ہم نے دیکھا۔ کیا تھا۔ حضرت لاہوریؒ کے پاس؟ حضرت امام اللدیار مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پاس کیا تھا؟ — ایک مکان وہ بھی کسی مرید نے بنا کر دیا۔ لیکن جب دنیا سے سے گئے تو دو لاکھ نانوں نے آپ پر نماز جنازہ پڑھی۔ — دو لاکھ نانوں نے۔ — کتنے بڑے بڑے لوگ مرتے ہیں۔ مگر کتنے آدمی مرتے ہیں۔ جانے میں ساتھ؟ لیکن ایک فقیر حق آگاہ جب دنیا سے جاتا ہے، کیا بات تھی؟ اس کا بدن بھی اللہ اللہ کرتا تھا۔ میں سچ کہتا ہوں وہ گلیاں بھی اللہ اللہ کرتی تھیں جب مولانا وہاں سے گزرے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے انعامات اور ایسی ایسی چھتوں سے نوازا تھا۔ تو یہ بات ہے میرے بھائی جو خدا کے سامنے جھک گیا اللہ تعالیٰ نے اسے اٹھا لیا۔ اور جو خدا کے سامنے جھکنے سے باغی ہوا اللہ تعالیٰ

نے اس کو ذلیل کر دیا۔ کیونکہ عزت تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ وَاللَّهُ الْعِزَّةَ وَالرِّسُولِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ (المنافقہ) فرمایا عزت تو میرے لئے ہے۔ اور عزت میرے رسول کے لئے ہے۔ اور عزت کس کے لئے ہے؟ ایمان والوں کے لئے ہے؟ ایمان والوں کے لئے ہے۔ جو میرا بنا۔ میرے رسول کا بنا۔ تو وہ دنیا میں باعزت نہیں ہے۔ اس کا جو حیر ہے۔ اس کا جو رعب ہے وہ بھی فانی ہے۔ جس دقت وہ اپنی ڈیوٹی سے ہٹ گیا۔ اگر وہ سلام دے گا کوئی جواب بھی نہیں دے گا۔

عزت تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی قبر سے خوشبو آتی ہو۔ امام بخاریؒ کی قبر سے آج تک خوشبو آ رہی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے تھے جن کے متعلق آج ہمارے ملک کے بعض بے ہودہ قسم کے مصنفین لکھتے ہیں۔ کہ بخاریؒ کی نعوت سے گھروں کو پاک کر دو۔ آپ کیا سوچ رہے ہیں؟ کس دنیا میں آپ بس رہے ہیں؟ ہم کہاں ہمارے ہیں۔ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤُنَا یہ ہیں یا نہیں؟ لکھتے ہیں بخاریؒ کی نعوت کو گھروں کو پاک کر دو تب مسلمان ترقی کر سگے۔ اور وہ امام بخاریؒ جس کو سلطان بخارا نے کہا کہ میرے بچوں کو میرے گھر پر آکر پڑھا یا کر دو۔ وہ کیا جانتا تھا کہ بخاریؒ کون ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ میرے گاؤں کا ایک ملاں ہے۔ باہر بہت بڑا عالم ہوتا ہے۔ گاؤں کے لوگ کہتے ہیں۔ او ملاں صاحب کیا حال ہے؟ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے عالم ہیں۔ آپ کے علاقہ میں بھی ہیں۔ لیکن گاؤں کے زمیندار کہتے ہیں ملاں صاحب کا کیا حال ہے؟ کیا کہتے ہیں جی ہمارے استاد صاحب باہر جاتے ہیں۔

تو بڑے پیسے کما کر لاتے ہیں۔ باہر بڑی عزت و توقیر بنا رکھی ہے۔ کچھ آدمی قابو کر رکھے ہیں، گاؤں والے کم عقل محروم رہتے ہیں۔ چراغ تلے اندھیرا۔ قریب والے محروم رہ گئے۔ ابولہب محروم رہا۔ ابوجہل محروم رہا۔ بلالی حبشی رہا۔ جنت کا مناد بن کر آیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اوبلال! میں جب کبھی جنت میں جاتا ہوں میں تیری جو تیروں کی آواز کسنتا ہوں (مشکوٰۃ کی صحیح حدیث ہے)۔

ہم تو بھائی اس کے قائل ہیں۔ جو نہیں مانتا نہ مانے۔ ہم قائل ہیں اس بات کے کہ اس دنیا میں، اس ناسوئی بدن کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ وہ قوت عطا فرماتے ہیں انسان میں اپنی رحمت کے ساتھ کہ اس گزشت پرست کا انسان بھی جنت میں جا سکتا ہے۔ پھر آسکتا ہے۔ ہم اس کے قائل ہیں۔ قیامت میں تو جائیں گے تو جائیں گے جو نہیں مانتا نہ مانے۔ ہمیں اس سے کیا ہے؟ ہم اس کے قائل ہیں۔ اور ہم ویسے ہی نہیں قائل دلیل کے ساتھ قائل ہیں۔ جب سب سے سچے رسول جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مشکوٰۃ کی صحیح حدیث دیکھ لیجئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ایک دن بلالؓ سے بایٰ عمَلٍ سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ رَشَفَ بَشْتًا اَوْبَلَالٌ تَرَكِيَ عَمَلًا كَرْتًا هَلْ سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ؟ فرمایا بایٰ عمَلٍ سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ؟ آگے تفصیل فرمائی کہ میں جب کبھی جنت میں جاتا ہوں تو میں تیری پرانی جوتیوں کی چلنے کی آواز سنتا ہوں۔ جس طرح ہماری مقامی بولی میں کہتے ہیں چھتر کھینچتا ہے۔ میں تیرا پرانی جوتیوں کی آہٹ پاتا ہوں۔ تو لے مشکوٰۃ شریف

بلال نے کیا کہا؟

کہاں میں اور کہاں یہ نگہب گل
نسیم صبح تیری مہربانی
حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ! بلال کہاں اور جنت کہاں؟ یہ تو آپ (صلی اللہ
علیہ وسلم) ہی کا فیض ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لطف و کرم ہے۔ تو بلال
دیکھئے جنت میں پہنچتا ہے دنیا میں اور ابلیس جہنم میں چلا جاتا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ
کی تقسیم ہے۔ اللہ شان نعمتوں سے کسی کو محروم نہ کرے۔ گاؤں کے لوگ، علاقے کے
لوگ محروم رہ جاتے ہیں اور باہر کے لوگ فیض پا جاتے ہیں۔ یہ تو دنیا میں لگا رہتا ہے
قرب والے محروم اور دور والے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب بن جاتے ہیں اس
مرد حق آگاہ کی رحمتوں سے وہ فیض پا جاتے ہیں۔

تو میں عرض خدمت میں یہ کر رہا تھا۔ کہ قرآن کریم نے یہ فرمایا: **وَ إِذَا خَلَوْا
الِیٰ شَیْطٰنِیْہُمْ حَبِیْبٌ یَّعْلَمُہُمْ ہُوْتِہُمْ ہِیْ اٰیٰتِ شَیْطٰنِیْہُمْ** کی طرف تو
رُبوں کو شیطان قرآن نے کہا اور شیطان کی دوستیں ہیں۔ ایک ہے شیاطین الالہس
اور ایک ہے شیاطین الحین، قرآن کر پڑھ کر دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **وَ
كَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا وَّ اٰیٰتِہٖ سَیِّئٰتِہٖ وَ اٰیٰتِہٖ سَیِّئٰتِہٖ
یہاں پر؟) فاموشی، حضرت قاضی صاحب کا صاحبزادہ محمد ارشد سلمہ ساتھ تشریف
لائے ہوئے تھے وہ ہرگز: **مَشَیْطٰنِیْنَ لِاٰلِہٖسِ وَ الْحَقِّ** (ماشاء اللہ)
شاباش بچے! یہاں پر میٹل پاس کتنے بیٹھے ہوئے ہیں؟ (مدامت کا مقہورہ)
وَ كَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا وَّ اٰیٰتِہٖ سَیِّئٰتِہٖ**

بے اللعالم ۱۱۳

وَالْحَبْنُ يُؤْجِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ
 عُرُورًا۔ ایسی بات کرتے ہیں کہ بات پر طمع لگا دیتے ہیں۔ اسلام کا معاشرتی
 نظام "اسلام کا اقتصادی نظام" — وہ بدلتے تھے۔ وہ اونٹوں کو چرانے
 والے تھے۔ اسلام اس وقت کے لئے تھا۔ یہ بڑا عالمگیر مذہب ہے۔ موٹے
 موٹے لفظ استعمال کرتے ہیں اور مسلمانوں میں رخنہ اندازیاں کرتے ہیں۔ یہ
 شیطانی الجبن والانس ہیں۔ یُوْجِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ
 زُخْرُفَ الْقَوْلِ عُرُورًا۔

تو اس ضمن میں میں امام بخاریؒ کا واقعہ پیش کر رہا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
 جب تکمیل کے بعد پہنچے اپنے گھر۔ بخاری میں — تو وہاں کا جو تھا سردار۔
 خان بخاریؒ رئیس بخاریؒ اس نے کہا "مولوی صاحب! ملاجی! میرے بیٹے کو
 پڑھا جایا کر دئے۔ وہ نہیں سمجھتا تھا۔ یہ مٹاؤں کون ہے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا
 کہ میرے ہاں اور بچے بھی پڑھتے ہیں بچے کو بھیج دیا کرو۔ اگر پڑھانا ہو تو میری رہائش
 گاہ پر بھجوا دیا کرو۔ بڑی دیر کشمکش رہی۔ امام بخاریؒ نے کہا میرے پاس کیا ہے
 تیرے ملک میں؟ یہ باپ کی چھوٹی پٹری ہے، یہ تیرے حوالے اور ہے
 پائے گدا لنگ نیست ملک خذاتنگ نیست
 وہاں سے چلے۔ سمرقند کے پاس ایک چھوٹا سا قصبہ ہے، خازتنگ اس
 قصبے میں آکر آباد ہوئے۔ مجدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا درس
 دیا۔ نوے ہزار شاگرد ہیں امام بخاریؒ کے۔ نوے ہزار۔ نوے

۱۶۳ تاریخ الادب العزلی ج ۳ ص ۱۶۳

ہزار انسانوں نے سنا ہے امام بخاریؒ کو۔۔۔ خدا کی قسم ہے بخاری کے دشمن میٹ
 جائیں گے۔ بخاری نہیں میٹ سکتی۔۔۔ یہ کون ہیں مٹانے والے؟ جو محمد رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر حملہ کرتا ہے۔ وہ میٹ جاتا ہے۔ محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کب میٹ سکتے ہیں؟ لا حول ولا قہ الا باللہ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار؟ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا؟ کب میٹ
 سکتے ہیں۔۔۔ آرتے ہزار انسانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث
 سنائی اور پھر عید الفطر کی رات کو دنیا سے رخصت ہو گئے۔ امام بخاری کے وصال
 کو تقریباً بارہ سو سال ہوتے ہیں۔ میرے دوستو! آج تک امام بخاری کی قبر سے
 خوشبو آتی ہے۔۔۔ اور ابھی یہ لاہور میں ایک مرد قنڈر گزرے ہیں۔۔۔
 مولانا احمد علی لاہوریؒ۔۔۔ ابھی تک قبر سے خوشبو آتی ہے۔۔۔ اب بھی ہے
 ۔۔۔ اب بھی آتی ہے۔۔۔ میں پچھلے دنوں گیا رات کو میرے ساتھ ایک دوست
 تھے۔ تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا۔۔۔ ہم سمن آباد سے جا رہے تھے گلبرگ۔
 اللہ کی موٹر میں میں تھا۔۔۔ یہ بالکل صحیح میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔ قرآن مجید
 میرے سامنے ہے۔ ہم جب حضرتؒ کے مزار کا جہاں بورڈ لگا ہے۔ وہاں
 قریب سے گزرے۔ اتنی عجیب خوشبو آئی۔ دوست نے مجھ سے کہا "قاضی
 صاحب! یہ بڑی خوشبو آرہی ہے میں نے کہا "نہیں سمجھتے کہاں سے آرہی ہے؟"
 انہوں نے کہا مجھے تو پتہ نہیں۔ میں نے کہا "حضرت امام الاولیاء کا مزار اس
 طرف ہے۔ وہاں سے خوشبو آرہی ہے۔۔۔ اب بھی۔۔۔"
 تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب یہ علیحدہ ہوتے ہیں اپنے شیاطین کی طرف

قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ تُوَان شَيْطَانُونَ سے کیا کہتے ہیں اِنَّا مَعَكُمْ
 بے شک جی ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ دیکھئے یہاں پر کہا مَعَكُمْ ہمارا دل
 تمہارے ساتھ، ہمارا بدن تمہارے ساتھ۔ ہمارا لباس تمہارے ساتھ۔ ہمارا
 تہذیب تمہارے ساتھ۔ ہمارا نظام معاشرت تمہارے ساتھ؛

ہاں۔۔۔ انگریز چلا گیا ہے جی۔۔۔ کہاں گیا ہے جی؟۔۔۔ انگریز گیا
 چلا گیا۔۔۔ کہاں گیا ہے جی؟ انگریز تو یہاں ہی ہے۔ کہاں گیا ہے؟ کیا
 انگریز بولی لے گیا؟ کیا انگریزی سکول زیادہ بن گئے یا کم بن گئے؟ پاکستان سے
 پہلے زیادہ تھے یا اب زیادہ ہیں؟۔۔۔ انگریز چلا گیا ہے۔۔۔ لیکن بولی؟
 چھوڑ گیا۔۔۔ یہ جو ہیٹ (Heat) سر پہناتے ہیں بعض میرے بھائی ()
 میری بولی میں یہ فٹ بال ہے فٹ بال، یہ فٹ بالوں کی دکانیں پہلے سے زیادہ
 میں یا کم ہیں؟۔۔۔ انگریز چلا گیا ہے۔۔۔ یہ گلے میں جو نکالی ڈالتے ہیں۔ یہ کس
 کی نشانی تھی؟ انگریز کا۔۔۔ اب زیادہ ہے یا کم؟۔۔۔ انگریز چلا گیا ہے جی۔۔۔
 ارے کہاں گیا ہے؟ وہ تو ہمارے چوٹی سے لے کر پاؤں کے ناخن تک اندر پورا
 گھس کر شامل کر گیا ہے۔۔۔ ٹھنڈ۔۔۔ وہ باڈی ہمیں اپنی دے کر چلا گیا۔ اپنے
 عقائد ہمیں دے کر چلا گیا۔ اپنے نظریات ہمیں دے کر چلا گیا۔ اپنا طرز معاشرت
 ہمیں دے کر چلا گیا۔ صبح تباہ میرے بزرگ اور دوستوں تک تقسیم ہونے
 سے پہلے ہم لوگ جو کھانا کھاتے تھے۔ ہمارے امرار بھی۔ میں اکثر مفلول میں جاتا
 رہتا تھا مجھے یاد ہے اکثر امیروں کے ہاں قالین کچھ جاتے تھے۔ قالین پر دسترخوان
 لگ جاتا تھا۔ ہاتھ دھوئے جاتے تھے اور انانوں کی طرح سب بیٹھ کر کھانا کھاتے
 تھے۔ اور اب کیا ہے؟ ایک ٹیبل لگا دیا جاتا ہے۔ اس پر جناب چھری کاتے

رکھ دیتے ہیں۔ (مجھ جیسا ناواقف سمجھتا ہے کسی کا آپریشن کرنے ہیں) چھری
 کانٹے پڑے ہوتے ہیں اور جناب آگے جی۔ پہلے کرسیاں ہوتی تھیں اب
 وہ بھی نہیں رکھتے کھڑے ہو کر کھاتے ہیں۔ ایک ٹی ہوتی ہے چلو جی شروع
 ہو جاؤ۔ کڑا پکڑا پ، گڑا پکڑا پ، ڈونگے پر ڈونگا لگا رہا ہے بائیں ہاتھ سے
 کھانا ہے میں۔ اور منہ ہی ہورہی ہے۔ مذاق ہورہا ہے۔ نہ کوئی لہجہ اللہ ہے۔
 تو انگریز چلا گیا ہے یا انگریز ابھی یہاں ہے؟ کون کہتا ہے چلا گیا ہے؟ کھانا
 گیا ہمیں۔ اور دوسری جو بائیں ہیں وہ تو مجھ سے بہتر آپ جانتے ہیں۔ خنزیر
 کا گوشت پہلے زیادہ بکتا تھا یا اب زیادہ بکتا ہے؟ شراب پہلے زیادہ پیتے
 تھے یا اب زیادہ پیتے ہیں؟ کہاں گیا انگریز؟ مجھے بتاؤ تو سہی کہاں چلا گیا ہے؟
 اِنَّا مَعَكُمْ كَرِيْمًا ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ دو لیل! ہم تمہارے
 ساتھ ہیں۔ ہم تمہیں کہاں چھوڑتے ہیں۔ تم نے ویسے ہی دوسری اختیار کر لی۔
 ہمارا تو روح تم ساتھ لے کر چلے گئے ہو۔ ہم تمہیں کہاں چھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
 مسلمانوں کو تو فسق عطا فرمائے۔ کہ وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی غلامی اختیار کریں۔ اور ان سے اپنا پیچھا چھڑائیں۔

اِنَّا مَعَكُمْ كَرِيْمًا بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اچھا بھائی تم
 ہمارے ساتھ ہو تو مسلمانوں کے پاس پھر کیوں بیٹھتے ہو۔ اِنَّا مَعَكُمْ
 كَرِيْمًا ہستہنی وقت ہم تو وہاں پہنچا کرتے ہیں۔ منہ مذاق کرتے
 ہیں۔ استہزاء باللہین۔ کہاں کہاں کا رونا رو یا جائے؟ حقیقت یہ
 ہے میرے دوستو میرے بھائیو اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کو سب گردین پر چلنے
 کی توفیق عطا فرمائے۔ کیا کیا جائے؟ بھائی سے آپ یہ کہہ دیں کہ چل بھائی آج نماز

لیں تو منسی منسی میں ٹال دے گا۔ یہ مذاق ہے کہ نہیں؟ کسی بے غار مہمان
 نے کہا کہ چل بھائی آج نماز پڑھ لے بہت اچھا جی۔ السلام علیکم
 اجازت دیجئے پڑھیں گے۔ یہ ٹھٹھا نہیں ہے؟ مذاق نہیں ہے؟ اور کہو
 بھائی ایک پیالی چائے پی لو۔ اچھا جی؟ تھینک یو! اما تہقہہ رہنوسومت
 ونے کی باتیں ہیں، پیالی تو کھینچتا ہے۔ پیالی پی لیتا ہے۔ سگریٹ کاکش لگا
 ہے۔ شراب کا گلاس چڑھا لیتا ہے۔ سینا کا ٹکٹ لے دو تو سینا دیکھ لیتا
 ہے۔ اس بھائی کو کہو چلو بھائی آج مسجد میں چلتے ہیں۔ چلو درس قرآن سنتے ہیں
 س پڑتا ہے۔ یہ منسی نہیں ہے۔ یہ خدا کے دین کے ساتھ ٹھٹھا اور
 ق ہے کتنے افسوس کی بات ہے کہ کل اخبار میں تھا کہ ایک نیک دل ممبر نے
 لی میں تجویز پیش کی کہ جوڑے سیں ہوتی ہیں۔ ہمارے بچیاں۔ جو ہسپتالوں میں
 تک کا کام کرتی ہیں۔ مجھے کل ہی پتہ چلا ہے۔ شاید قانونی طور پر یہ شادی نہیں کر
 سکتیں، تو اخبار میں تھا کہ ایک ممبر نے ایک نیک دل انسان نے یہ تجویز پیش
 کہ نہ رسول کو بھی شادی کی اجازت دی جائے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 حکم ہے، اسلام کا حکم ہے۔ تو اس پر بڑا تہقہہ ہوا۔ کل کا جنگ پڑھ لیں۔
 نے جنگ میں پڑھا ہے۔ بڑا تہقہہ ہوا۔ اور تہقہوں کی گونج میں
 کی جو آواز تھی وہ دب کر رہ گئی۔ یہ تہقہ لگانے والے کون ہیں؟ جنہوں
 نے کل کہا تھا کہ ہمیں ووٹ دو۔ ہم اسلامی نظام رائج کریں گے۔ ہم محمد رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چلائیں گے۔ قرآن کو نافذ کریں گے۔ اسی طرح

روزنامہ جنگ راولپنڈی ۲۲ جولائی ۱۹۹۵ء

ایک نئے تجویز پیش کی کہ شراب کی درآمد پر جو رقم روپیہ خرچ کرتے ہوئے
 تم ایک پیسہ بیچ کی شکل میں محفوظ رکھو تاکہ لوگ حج کے لئے زیادہ جائیں تو بڑا
 ہوا اسمبلی میں۔ بڑے سینے اور قمقمے کی گونجا میں ان کی آواز بھی دسب گئی
 اِنَّمَا نَحْنُ مُسْلِمُونَ میں یا نہیں؟ کسے کہتے ہیں استہزاء بالذین؟
 اِنَّمَا نَحْنُ مُسْلِمُونَ ہم تو جی ٹھٹھا کرتے ہیں۔ یہ جو
 کا نام لیتے رہتے ہیں۔ یہ باتیں سب کفار کے حق میں ہیں۔ لیکن بھائی
 ہم بھی نہیں ہیں۔ یہ دل کو تسلی دین قرآن تو عالمگیر کتاب ہے۔ ان کے
 تھا وہ ہمارے لئے بھی ہے ان کے متعلق جو بات تھی وہ ہمارے لئے بھی ہے
 تعالیٰ ہم سب کو استہزاء بالذین سے بچائے۔

میرے دوستو فقہار نے لکھا ہے شامی کو اٹھا کے دیکھ لیجئے کہ
 وہ نہیں ہو سکتی ہیں۔ اَلَا نَكَارُ وَالِاسْتِخْفَافُ - التَّكْذُوبُ
 وَالِاسْتِخْفَافُ۔ کوئی آدمی جب اسلام سے نکلتا ہے تو وہ وہاں
 نکلتا ہے۔ التَّكْذِيبُ یا تو جھٹلا سے اللہ تعالیٰ کے دین کو کہتا ہے
 مانا خداوند تعالیٰ کو (لعوذ باللہ من ذالک) میں نہیں ماننا امام الانبیاء صلی
 وسلم کو (لعوذ باللہ) میں نہیں ماننا قرآن کو (لعوذ باللہ)۔ کافر ہو گیا
 اس نے تکذیب کر دی اللہ تعالیٰ کی باتوں کی۔ اور ایک ہے الاستخفاف
 بلکہ سمجھنا دین کی بات کو جسے ہماری زبان میں کہتے ہیں لوہکا سمجھنا۔ ہر لاش
 ٹھٹھا کرنا۔ مذاق کرنا دین کی باتوں سے۔ اس سے مسلمان اسلام سے
 ہر سکتا ہے۔ استہزاء بالذین کوئی مذاق ٹھوڑا ہی ہے۔ قرآن کو اٹھا
 لو۔ کافروں کے متعلق اللہ کیا فرماتے ہیں؟ وَإِذَا مَا دَعَيْتُمْ

صَلَاةٍ اتَّخَذُوهَا هُزُؤًا وَعِيبًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ
 نَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ (المائدہ ۵۵) فرمایا یہ کافر تمہارے دین کے
 نمن کیا کرتے ہیں؟ اِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ حَبِطَتْ أَذَانُ
 تَبِيعِهِمْ۔ لوگوں کو نماز کے لئے بلا تے ہو جو تمہارے دین کا ایک شعار ہے
 کیا کرتے ہیں؟ اتَّخَذُوهَا هُزُؤًا وَعِيبًا۔ یہ اذان کو ٹھٹھا سمجھ
 تے ہیں۔ کھیل تماشا سمجھ لیتے ہیں۔ یہ کافروں کی علامت ہے۔ اذان کہتی سنت
 زکوٰۃ ہے۔ نماز فرض ہے۔ اذان کے ساتھ استہزار کہ قرآن نے کفر بیان کیا۔
 کیا جائے کہاں کہاں کا ردنا دیا جائے۔

تن ہمہ داغ داغ شد۔ پنبہ کجا کجا نہم،

م نہیں کرتے استہزاء بالاذان؟ یہاں راہ کیسٹ کا ترجمہ پتہ نہیں۔ اگر شہر
 بچے کے دین حجب اذان کا وقت ہوتا ہے یعنی آپ سمجھتے کہ جہاں سے آبادی
 شروع ہوتی ہے وہاں سے لے کر مسجد تک۔ تقریباً گھر میں ریڈیو بجاتا ہے۔
 ریڈیو اور سٹی آواز ہوتی ہے۔ باہر پردے لٹکے ہوتے ہیں۔ چھتیں لگی ہیں۔
 ریڈیو ریڈیو بج رہا ہے۔ موزن کی اذان جمعے کے دن بھی محلے والے نہیں سن سکتے
 کیڑی کا بچہ پتہ نہیں ہے۔ جہاں پر ریڈیو پہنچ گیا ہے۔ وہاں تک جمعے کے
 دن بھی اذان نہیں سنی جاسکتی۔ ہماری بچیاں۔ ہماری مائیں اور بہنیں کھیل کود
 میں اس حد تک متفرق ہیں کہ خاوند گھر نہیں بچے گھر نہیں۔ بھائی گھر نہیں۔
 اور یہ بھی اپنا کام کر رہی ہیں۔ برتن دھو رہی ہیں۔ یا سلائی کر رہی ہیں۔ میکین
 میں خبیث کو بھی لگا دیا ہے۔ تاکہ کچھ برکت پیدا ہو۔ وہ بھی ٹول ٹال
 ٹول ٹال کر رہا ہے۔ بس وہ "وید گھوڑی پڑھیا اور وید گھوڑی لٹھا ہوا"

ہے اور مسلمان بچے اور بچیاں اپنے دماغ کھد رہے ہیں۔ ہنسنے کی بات نہیں۔ دوسرے کی بات ہے۔

قرآن فرماتا ہے۔ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤْنَ وہ کہتے ہیں تم تر ٹھٹھا کرتے ہیں دین کے ساتھ۔ دیکھو یہ مذاق نہیں؟ ناول اٹھا دیکھو بچے۔ اکثر ناولوں میں صنمنا دین کی بات آجاتی ہے اور اس کے مذاق مہتا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں ٹائم نے یہ لکھا ہے اور لائف نے یہ تم کیا کم کرتے ہو؟ ہم مسلمان حقوڑا ہی کم کرتے ہیں؟ مسلمان میں لیکن سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حملے کرتے ہیں۔

اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهٖمُ اللَّهُ تَعَالَى سزا دے گا کہ ان کے اس مذاق کی۔ وَ يَمْسُهُمْ اُورَان کو اس وقت مہل دے رہا ہے۔ رَحِي طُغْيَانًا بِهٖمُ ان کی گمراہی میں۔ لَعِبَهُمْ سُرُوت۔ وہ حیران و سرگرداں ہیں۔ فرمایا میں صحیح سزا تو کے دن دوں گا۔ لیکن اس وقت میں ان کو اور ڈھیل دے رہا ہوں۔ اور گمراہ ہو جائیں۔ چونکہ انہوں نے میرے دین کے ساتھ ٹھٹھا کیا ہوا ہے لئے میں ان کو سزا دیتا ہوں۔ کہ وہ اور گمراہ ہو جائیں۔ اس لئے جو دین کے ساتھ مذاق کرتے ہیں وہ کبھی ہدایت کی طرف نہیں آسکتے۔ بد عمل آسکتے۔ ایک آدمی بے نماز تھا۔ کسی نیک بندے کی مجلس میں گیا۔ یا اللہ تعالیٰ نے خود کو توفیق کر دی۔ ہدایت دل میں ڈال دی۔ نمازی بن گیا۔ لیکن جس نے نماز کے مذاق کیا۔ وہ نمازی نہیں بن سکتا۔ اللہ نے اس کے دل کو مسخ کر دیا۔ کہ وہ مذاق

رہا ہے اس لئے فرمایا یَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ
 مَكْرُونًا اللہ ان کو بہت دے رہا ہے۔ وہ اپنی گمراہی میں حیران اور
 حیران ہیں۔ کبھی یوں جاتے ہیں۔ کبھی یوں جاتے ہیں۔ لیکن ہیں گمراہ۔ نتیجہ قرآن
 ہے۔ اُولَئِكَ الَّذِينَ يَسِيَ وَيَسِيَ وَيَسِيَ۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ اِسْتَشْرَ
 صَلَاةً بِالْهُدَى جنہوں نے حاصل کر لیا گمراہی کو ہدایت کے بدلے
 کیا مطلب؟ ہدایت ان کے پاس آپہنچی۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 تَمَّ سِرًا جَانِبًا ہو کر تشریف لائے۔ ان بد بختوں نے اس
 بیت کو چھوڑ کر گمراہی کر لے لیا ایک سو دا کیا۔ یہ دنیا کی زندگی خوشی کی تھی گزر
 نے۔ قیامت کا دیکھا جائے گا۔ فَمَا وَجَدْتُمْ پس نہ نفع دیا۔ ان کو
 جَا وَتَهُمْ ان کی سو دا گری نے وَا مَا كَانُوا مَهْتَدِينَ
 یہ راہ پانے والے نہ بنے۔ انہوں نے سو دا گری کی مگر سو دا گری میں نہیں
 گئے۔

ہم سب سو دا گری کرتے ہیں۔ حدیث ہے صحیح۔ امام الاتباع صلی اللہ علیہ وسلم
 ارشاد فرمایا۔ كُلُّ النَّاسِ يَفْعُدُ وَرِئَانًا حَبِيبًا صَبِيحًا كَرِيمًا۔ مرد
 رت۔ چھوٹا۔ بڑا۔ فَبَايَعُ لِنَفْسِهِ وہ اپنی جان کی سو دا گری کرتا ہے
 زینچنے والا اور نہیں بیچ رہا۔ وہ اپنی زندگی بیچ رہا ہے۔ دفتر کا کلرک دفتر کا کام
 میں کر رہا۔ وہ اپنی زندگی بیچ رہا ہے۔ زمیندار کھیت میں ہل نہیں چلا رہا
 زندگی بیچ رہا ہے۔ بھائی دیکھو اب گھڑی میں ہو رہے ہیں تقریباً پونے دس
 اپنے پونے دس ہو رہے ہیں کیا زینچے کا وقت اب واپس آسکتا ہے؟
 تم ہو گیا۔ اگر میں یہ کہہ دوں کہ جی میں نے واہ کلینٹ میں درس قرآن دیا ہے

اللہ قبول فرمائے، یہ بات یوں نہیں ہے۔ میں نے بھی آپ نے بھی ایک گناہ
 اللہ تعالیٰ کے نام پر بیچ دیا ہے۔ ہم نے تو سوداگری کی ہے اللہ ہم کو
 دے، ہم نے درس قرآن نہیں دیا۔ نہ درس قرآن سنا ہے بلکہ ایک گناہ
 اپنی زندگی کا میں نے اس درس میں بیچ ڈالا ہے۔ آپ تو جان کا سودا
 بیٹھے ہیں۔ سبھی ہم نہیں ہیں۔ آلو بیٹھے والا۔ چائے بیچنے والا۔ وہ سبھی
 نہیں۔ وہ تو جان بیچ رہا ہے۔ جو وقت گزر گیا۔ وہ تو واپس نہیں آسکتا۔
 اپنی زندگی بیچ رہا ہے۔

اس لئے امام الانبیاء فرماتے ہیں۔ كُلُّ النَّاسِ يَخْدُوا وُنْيَا كَاهِرَانِ
 جب صبح کرتا ہے۔ فَبَايَعُ نَفْسَهُ وہ اپنی جان کر بیچتا ہے۔ وہ غلام
 سمجھتا ہے کہ میں مال بیچ رہا ہوں۔ وہ جان بیچ رہا ہے۔ نتیجہ کیا نکلتا ہے
 فَهَوَّيْتُهَا أَوْ مَعَتَيْتُهَا داد کمال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم پس
 شام کو یا جان کو جہنم میں دھکیل آتا ہے۔ اور یا جہنم سے بیچ کر جنت میں جا
 جاتا ہے۔ اگر دن بھر تجارت دین کے طریقے پر کی، اللہ کے حکم کے ماتحت
 دن بھر ملازمت کی اپنا جو فرض منصبی تھا۔ ڈیوٹی پوری ادا کی کھیت میں ہل
 طریقے پر چلایا۔ کسی بیگانے کا فضل ضائع نہیں کیا۔ یا جتنی ڈیوٹی تھی اس کے
 بھر جو کام کرنے کی، صحیح کئے۔ فَهَوَّيْتُهَا اس نے شام کو اپنے آپ
 کو جہنم سے بیچ لیا۔ اللہ کے حق بھی ادا کرتا رہا۔ بال بچوں کے لئے رزق بھی پیدا کر
 لیا۔ اس کا پورا جو دن تھا۔ یہ جنت کے بیک میں اس کے لئے جمع ہو گیا۔
 اور جس نے صبح سے بے ایمانی شروع کی۔ رات تک بے ایمانی کرتا رہا۔ بلکہ
 کرتا رہا۔ رشوت لیتا رہا۔ جھوٹ بکتا رہا۔ قری مفاد کو نقصان پہنچاتا رہا۔ دین

لا ف بکواس کرتا رہا۔ شام ہو گئی۔ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے آج شام
کے فلاں فلاں کام کیا ہے۔ کہتے دو کہتا ہے۔۔۔ وہ اپنے آپ کو جہنم تک
یا ہے۔

تو ہم تاجر ہیں۔۔۔ سووا گریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سووا گری میں نفع
ب فرمائے۔ فَتَمَّارٌ وَمَجْتَرٌ رَجَّارٌ تَهْمُ لَيْسَ نَفْعٌ دِيَانٌ كُوَانٌ كِي
گری نے وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ اور وہ نہ بنے ہدایت

واللہ اعلم
صلى الله عليه وسلم

دسواں درس قرآن مجید

ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ اگست ۱۹۶۵ء

یہ درس مقدس مندرجہ ذیل آیات کی تفسیر پر مشتمل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . مَثَلَهُمْ كَمَثَلِ
الَّذِی اسْتَوْفَدَ نَارًا . فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَہَا
ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِہِمُ تَرَکَهُمْ فِی ظُلُمٰتٍ لَّا
یُبْصِرُوْنَ کَہُمْ . بِکُمْ عَمِیٌّ فَہُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ
اَوْ کَصِیْبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْہِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعًا
وَبَرْقًا . یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِی اَافَانِہِم مِّنَ
الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ . وَاللّٰهُ عَظِیْمٌ
بِالْکٰفِرِیْنَ .

اس درس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد مذکور ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کی مثالیں بیان فرمانے کی حکمت۔

۲۔ اعتقادی منافق و دوہتم ہیں۔ قابل اصلاح اور ناقابل اصلاح

- ۳۔ دل کا دروازہ آنکھ اور کان ہیں۔
- ۴۔ علوم نبوت وہی اور علوم غیر نبی کسی ہیں۔
- ۵۔ قرآن کا علم سمعی بصری نہیں بلکہ قلبی ہے (اصلاح قلب ہی سے حاصل ہو سکتی ہے)۔
- ۶۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا عذاب بے حیا، ہو جانے میں ہے۔
- ۷۔ دین میں سستی کرنے والوں کے لئے خطرہ۔
- ۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین دعائیں۔
- ۹۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کا تقویٰ

واللہ الموفق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے دوستوں اور بزرگوں اچھی آیاتِ گرامیہ میں اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے ایک گروہ کا بیان فرمایا۔ جسے قرآنی اصطلاح میں منافق کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی چند ایک علامات بیان فرمائیں کہ وہ زبانی طور پر کلمہ توحید اور رسالت کا اقرار تو کرتے تھے۔ لیکن دلی طور پر وہ اسلام کے خلاف تھے۔ اور اسی بات کا اعتراف وہ اپنے شیاطین کے پاس جا کر بھی کرتے تھے۔ کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں مسلمانوں کے ساتھ ہمارا بیٹھنا اٹھنا صرف استہزاء کے طور پر ہے۔ ہنسی اور مذاق کے طور پر ہے۔

قرآن کریم کے نتیجہ یہ نکالا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالضَّلٰلَةُ
بِالْهُدٰی فَمَا رَجَبَتْ تِجَارَتُهُمْ وَا مَا كَانُوْا
مُهْتَدِیْنَ، جس بات کے لئے انہوں نے یہ سب رسوائی اور ذلت اٹھائی۔
اس بات میں وہ ناکام رہے۔ اتفاق و حقیقت اس لئے پیدا ہوا کہ مدینہ منورہ
کے جو لوگ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھل کر مخالفت نہ کر سکتے تھے۔ وہ یہ چاہتے
تھے کہ ہم ایسی کارروائی کریں جس کی بناء پر اسلام کو نقصان پہنچے چنانچہ اس کے
لئے انہوں نے بہت زیادہ کوشش کی۔ مختلف قسم کی سکیمیں سوچیں اور شرارتیں
کیں۔ لیکن انجام ہی ہوا کہ منافقوں کو کامیابی نہ ہو سکی۔ اسلام چمکا اور جناب محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی ہوئی۔

آج کی جو آیات تلاوت کی گئی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کو بیان فرمایا کہ انسان مثال کے طور پر مشکل بات کو جلدی سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے قرآن شریف میں امثال بڑی کافی آئی ہیں۔ قرآن کریم نے عالم بے عمل کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ كَمَثَلِ الْجَهَّارِ كَهَيْلِ اَسْفَارًا (المجتہد) ایسے انسان کے متعلق جو اپنی زندگی صرف خرامشاتِ نفسانی کے مطابق گزارے۔ فرمایا۔ فَتَمَثَّلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ وَالْاَعْرَابِ (۱۷۹) اور بھی بہت سی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ تو یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی مثال دے کر ہمیں سمجھایا کہ منافقوں کی زندگی اپنے مقصد میں حصول کے لئے ناکام ہے اور وہ نفاق کا بڑا و جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے ہیں یہاں پر دو مثالیں دیں ہیں۔ پہلی مثال بھی منافقوں کے متعلق ہے اور دوسری مثال بھی منافقوں کے متعلق ہے مگر ان دونوں میں فرق ہے جیسا کہ۔

پہلے تمہید میں بھی یہ عرض کر چکا ہوں کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نفاق اعتقادی اور ایک ہے نفاق عملی۔ نفاق اعتقادی تو وہ ہے کہ عقیدے کا متفق ہو۔ زبان سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتا ہے لیکن دلی طور پر اسلام کا مخالف ہو۔ اور یہ منافق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدس میں موجود تھے۔ بلکہ یہی موجود تھے۔ اور دوسرے ہیں منافق عملی جن کے اعمال منافقوں جیسے ہیں۔ دلی طور پر وہ اسلام کو پسند کرتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر وہ اسلامی تعلیم کو چھوڑ دیتے ہیں۔

یہ آیتیں جو پہلے پڑھی جا چکی ہیں۔ یا اب پڑھی جا رہی ہیں۔ ان میں منافقین

اعتقاد یہ کا بیان ہے۔ کہ جو اعتقادی طور پر منافق ہیں۔ ان کی مثالیں یہ ہیں۔ تو
 پھر اعتقادی منافق دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو نفاق میں گڑھ چکے ہیں۔ ان
 کی اصلاح ناممکن ہے۔ ان کا خاتمہ کفر پر ہوگا۔ اور کفر کی بھی وہ آخری حد تک
 پہنچے ہوئے ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا۔ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِيْ
 الدَّرَكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء، ۱۴۵) منافق جہنم کے سب سے
 نیچے درجے میں ہوں گے۔ دوسری قسم منافقین اعتقادیہ کی ہے جو قابل اصلاح نہیں
 ہو سکتا ہے کل وہ بات کو قبول کر لیں۔ ابھی لپدی طرح ان کی استعداد سلب
 نہیں ہوئی۔ یہاں پر دونوں کی مثالیں قرآن کریم نے بیان فرمائیں۔ جتنا بچہ پہلی مثال
 کو ارشاد فرمایا۔ مَثَلَهُمْ اَنْ اَنْزَلْنَا مِنْ سَمٰوٰتِنَا مِطْرًا فَاصْبٰرًا
 اس انسان کی طرح ہے اَسْتَوٰا قَدْ فَاٰرَاطُ جو آگ کو جلائے۔ یہاں ذرا بات
 تھوڑی سی تشریح کے طور پر لیمن زیادہ کہنی پڑے گی۔ کہ ان کی مثال اس انسان کی
 طرح ہے جو اندھیرے میں ہوا اور وہ روشنی حاصل کرنے کے لئے آگ جلائے
 تاکہ مجھے روشنی حاصل ہو۔ فَلَمَّا اَصْبٰرَتْ لِسِ جِبِ رُوشن کر دیا اس آگ
 نے مَا حَوَّلَهُ۔ اس کے اور کو ذہبِ اللّٰهِ بِنُورِهِمْ لے گیا
 اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو و تَرَ كَهُمْ اَوْرَاجًا مَّوَدَّعَةً
 ظُلُمٰتٍ كٰتِبٰتٍ اَنْدھیروں میں لَا يُبْصِرُوْنَ وہ اب کچھ بھی نہیں
 دیکھتے حٰصِمٌ وہ بہرے ہیں۔ بٰكُمُ وہ گونگے ہیں۔
 عَمٰی وہ اندھے ہیں۔ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ لِسِ وہ اب
 اسلام کی طرف نہ لوٹیں گے۔

اسلام کا اقرار کرنا۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں بیٹھنا۔ اور ظاہری طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور تعظیم کرنا۔ یہ سارے کام کہ کے درحقیقت یہ چاہتے ہیں کہ اپنے خست باطن پر پردہ ڈالیں۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔ درحقیقت یہ دین کے لئے نہیں کر رہے بلکہ آگے قرآن شریف میں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا۔ وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ (المائدہ ۶۱) جب آئے تھے تب بھی کافر تھے اور جب گئے تب بھی کافر۔ آنا جو تھا وہ بھی خباثت کے لئے تھا اور جانا بھی خباثت کے لئے تھا۔

مثال دے کر سمجھایا قرآن شریف نے کہ یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح ایک آدمی سفر پر ہو۔ اندھیرے میں ہو۔ راستہ نظر نہ آتا ہو۔ اپنی جان کا بھی پتہ نہ ہو۔ اپنے پوش و حواس کا بھی پتہ نہ ہو۔ تو وہ اندھیرے کو دور کرنے کے لئے آگ روشن کرے۔ آگ جلانے جو ہی آگ جلے اور اسے اپنا ماحول نظر آئے تو یوں بات بن جائے کہ روشنی سلب کر لی جائے تو اب یہ پہلے سے بھی زیادہ اندھیرے میں ہو جائے گا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی سورج غروب ہونے وقت باہر ٹہلتا ہو۔ باہر پھر رہا ہو تو اسے اندھیرا کم نظر آتا ہے۔ لیکن جو آدمی غروب شمس کے وقت یا مغرب کے وقت کسی روشنی کے نیچے بیٹھا ہو۔ روشنی کے سامنے بیٹھا ہو۔ اور پھر وہ روشنی کو گل کر دے۔ یا باہر نکل جائے تو اسے اندھیرا زیادہ نظر آتا ہے۔ اندھیرا طرہ جاتا ہے۔

قرآن کریم نے یہاں پر منافقین اعتقاد یہ کی مثال دے کر سمجھایا کہ یہ آگ روشن کرتے ہیں۔ اتنی روشنی کرتے ہیں کہ ان کو اپنا ماحول۔ اور گرد نظر آجائے۔ لیکن

چہرہ آگ کے روشن کرنے میں یہ نیک نہیں ہیں۔ ان کی نیت میں خیر نہیں
 ہے۔ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں شرارت کے لئے کہہ رہے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ
 ان کے اس نذر ہدایت کو سلب کر لیتے ہیں۔ اور یہ پہلے سے بھی زیادہ گمراہ ہو
 جاتے ہیں۔ وہ آگ کیا ہے؟ اندھیرا کیا ہے؟ میرے بزرگوار! وہ کفر کا اندھیرا
 ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عرب اور ساری دنیا میں موجود
 تھا۔ منافق کلمہ پڑھتے ہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
 تو اس سے کچھ روشنی لگ جاتی ہے۔ وہ اپنا ماحول دیکھ لیتے ہیں۔ اہم الانبیاء
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بیٹھتے ہیں سنتے ہیں۔ دل کچھ نیکی کی طرف مائل ہونے
 لگ جاتا ہے۔ لیکن وہ دل سے چاہتے نہیں نیکی کو۔ اطاعت کو۔ اسلام کو اس
 لئے رب العالمین اس نذر کو سلب کر لیتے ہیں۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے
 بھی زیادہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ہدایت کے بعد گمراہی سے پناہ مانگنے کی امت کو ترغیب دی۔ ویسے بھی تو
 گمراہی سے پناہ مانگی ہی جائے۔ لیکن جو گمراہی ہدایت کے بعد ہو وہ بڑی شدید
 خطرناک ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک آدمی تندرست ہو۔ اس کے بعد وہ بیمار ہو۔
 بیماری کے بعد تندرست ہو۔ اور پھر اسے بیماری چھٹ جائے جسے ہماری بیماری
 میں "سپارڈ" کہتے ہیں۔ تو پھر اس کا تندرست ہونا ناممکن سا ہو جاتا ہے اس لئے
 قرآن کریم نے مسلمانوں کی جو علامات بیان فرمائی ہیں۔ سورہ آل عمران میں آتا ہے
 رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ
 لَنَا مِن لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ دال عمران
 اے ہمارے اللہ لا تُزِغْ قُلُوبَنَا۔ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ

کرنا۔ بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا۔ جب کہ تو نے ہمیں راستے پر چلا دیا۔ اب ہمارے
 دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا۔ اگر ہمارے دل ٹیڑھے ہو گئے تو جو ہم نے ہدایت حاصل
 کی ہے یہ ہمارے لئے مفید نہیں۔ بلکہ مضر ہوگی۔ یہاں پر منافقوں کے متعلق
 فرمایا۔ کہ جب وہ کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں مسلمانوں کے ساتھ آکر ناز پڑھتے ہیں۔ میل
 جمل رکھتے ہیں۔ تو کچھ تھوڑا سا راہ ہدایت ان کو معلوم ہو جاتا ہے۔ لیکن قلبی
 طیر پر چونکہ وہ راہ حق کے متلاشی نہیں ہیں۔ اس لئے اس نوز کو سلب کر لیا جاتا
 ہے اور پھر تَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ وہ پہلے سے بھی
 زیادہ اندھیروں میں پڑ جاتے ہیں۔ جیسے کہ پہلی آیت آپ ملاحظہ فرمائیں گزر چکا
 ہے کہ وہ مسلمانوں کے پاس آکر کیا کہتے ہیں؟ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ
 آمَنَّا بِاللَّهِ وَ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ مسلمانوں کے پاس آکر کہتے ہیں
 کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں۔ ہم قیامت کو مانتے ہیں۔ ہم جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کو مانتے ہیں۔ اب یہ روشنی ہوئی۔ آگ جلائی انہوں نے۔ کچھ تھوڑی سی روشنی
 ہوئی۔ جب اپنے شیطانوں کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کہا تم جا کر مسلمان بن گئے
 ہو؟ وہ کہتے ہیں۔ نہ جی اِنَّا مَعَكُمْ۔ ہم تو بھائی تمہارے ساتھ ہیں۔ ہمارا
 اسلام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ تو پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تم
 کیوں گئے؟ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤْنَ۔ وہاں تو ہم ٹھٹھے کے لئے گئے تھے جسو
 صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جاتے ہیں۔ ان کے پاس جا کر کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا
 ہوں۔ تم نے تو مذاق کیا مسلمانوں کے ساتھ۔
 جس آگ کو خود روشن کیا اس کے نور سے بھاگنے کی کوشش کی۔ تو
 اندھیل پہلے سے اور بڑھ گیا۔ اس لئے بعض کتابوں میں موجود ہے۔ ان منافقین

میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لایا۔ ان کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ اور قرآن نے گواہی دی
 کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوگا۔ کیونکہ وہ دل سے ہدایت کو قبول ہی نہیں کرتے۔ یہ
 پہلے قسم کے منافق ہیں۔ اور نتیجہ قرآن نے نکالا۔ **صُمٌّ بُكْمٌ عُمْهُنَّ فَهُمْ
 لَا يَسْمَعُونَ**۔ یہ نہیں سونگے۔ کفر سے لوٹ کر اسلام کی طرف
 آئیں؟ یہ نہیں ہوگا۔ قرآن نے فیصلہ کر دیا۔ اور وجہ کیا بیان فرمائی؟ وہ تم
 بہرے ہیں، **صُمٌّ** بہرے ہیں (یہ تنوین للتوسیع ہوتی ہے۔ نوع کے
 لئے)۔ وہ خاص قسم کے بہرے ہیں جن کا علاج آپ کے سپیناروں میں نہیں
 ہو سکتا۔ **صُمٌّ**۔ خاص قسم کے بہرے ہیں۔ **بُكْمٌ** خاص قسم
 کے گونگے ہیں۔ **عُمُهُنَّ** خاص قسم کے اندھے ہیں۔ آپ کی عینکیں ان کی نظر
 کو تیز نہیں کر سکتیں۔ اور نہ آپ کی ادویات سے ان کی زبان چل سکتی ہے۔ بلکہ
 ان میں خاص قسم کی بیماریاں ہیں۔ خاص قسم کا بہرہ ہوتا۔ خاص قسم کا گونگا ہونا۔ اور
 خاص قسم کا اندھا ہونا۔ وہ کیا ہے یعنی حق کے قبول کرنے سے وہ اپنے آپ کو
 عاجز سمجھتے ہیں۔ دین حق کے قبول کرنے سے وہ اپنے آپ کو سچی دامن سمجھتے
 ہیں۔ درحقیقت وہ اس بات کے عادی نہیں جیب بھائی کا نل سے بات سنیں
 نہ زبان سے بات پوچھیں اور دل سے بات کو یقین نہ کریں۔ آنکھوں سے راستہ
 نہ دیکھیں تو پھر تباہ۔ وہ ہدایت کس طرح حاصل کریں۔ یہ تو راستے میں بات
 سنا۔ راستہ ہے۔ بات پوچھنا۔ راستہ ہے۔ نظر سے دیکھنا یہ راستہ ہے
 (دل کا) دل کے چند راہ ہیں۔ دل درحقیقت ایک مخزن ہے۔ جس میں کہ باہر
 سے اشیاء کا دخول ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن نے نعمتیں گنوائے ہوئے
 فرمایا۔ **وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ**

قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (الملك ۲۳) اللہ نے تمہارے لئے قوتِ
 سماع کو بنایا۔ اللہ نے تمہارے لئے قوتِ بصر کو بنایا۔ اور اللہ نے تمہارے لئے
 دل کو بنایا۔ دل کا لفظ قرآن شریف جہاں تک میرا مطالعہ ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ
 نے اس قسم کی نعمتوں کا بیان فرمایا۔ لفظ دل بعد میں آتا ہے۔ جَعَلَ لَكُمْ
 السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ کَانَ مِنَ النَّاسِ سَمًّا هَمًّا۔
 تب دل پر جا کر بات لگتی ہے۔ آنکھ سے کوئی چیز دیکھتا ہے تو دل پر جا کر
 بات لگتی ہے۔ آنکھ سے کوئی چیز دیکھتا ہے تو دل پر جا کر اثر منقش ہوتا ہے
 اس لئے اللہ تعالیٰ نے دل کا حاکم، دل کا دروازہ کان کو قرار دیا۔ آنکھ کو قرار دیا۔
 غیبت کے سننے کو، غیبت کے کہنے کو دونوں کو جرم قرار دیا۔ آنکھوں کے ساتھ
 کسی گناہ کی چیز کو دیکھنے کو جرم قرار دیا۔ اور آنکھ کو اور دل کو پھر دونوں کو بلایا
 قرآن شریف میں آگے آتا ہے۔ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا
 تُخْفِي الصُّدُورُ (المومن ۱۹) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ آنکھوں کی
 خیانت کو بھی جانتا ہوں۔ اور ان باتوں کو بھی جانتا ہوں جو تمہارے سینوں
 میں پوشیدہ ہیں یعنی جو بات تم نے آنکھ سے دیکھی وہ تمہارے دل پر جا کر
 منقش ہو گئی۔ مرتسم ہو گئی۔ اگر آنکھ سے تم نہ دیکھتے تو دل پر مرتسم نہ ہوتی۔
 دل کا دروازہ ہے تمہاری آنکھ۔ اسی لئے میرے بھائیو قرآن کریم نے غرض
 بصر کا حکم دیا۔ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ لِيَغُضُّوا مِنْ الْأَبْصَارِ
 وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ لِيَغُضُّوا
 مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ۔ (النور ۳۰-۳۱)
 قرآن کریم میں دیکھ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ

اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! یَغْضُوتُوا مِنْ الْبَصَارِ
 جب راتے پر چلیں تو اپنی نظریں نیچے رکھا کریں اپنی آنکھوں کو نیچا کر کریں
 نتیجہ کیا نکلے گا۔ وَ يَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ اس سے ان کی عصمت
 محفوظ رہے گی۔ نظروں کو نیچے رکھا۔ عصمت محفوظ رہے گی۔ وَ قُلْ
 لِلّٰہِ مِیْنَتٌ یَّغْضُضُ مِنْ الْبَصَارِ هِیْ وَ یَحْفَظُنَّ
 فُرُوجَهُنَّ۔ مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیجئے اپنی نظریں نیچی رکھیں۔
 اس سے ان کی عصمت محفوظ رہے گی۔ یعنی نظر سے کسی چیز کو دیکھا ہی نہیں اور
 دل میں اس کا تصور نہیں ہوا۔ تو پھر اقدام کیسے ہوگا؟

دل حاکم ہے۔ لیکن حاکم از خود نہیں ہے۔ دل پر کسی چیز کا اتنا ہوتا ہے
 ہمارے علوم جاننے ہیں انسانوں کے علوم، یہ سب علوم سمعی، بصری ہیں۔ یعنی
 ہمارے سب علوم۔ علوم حصولی ہیں حصولی نہیں ہیں۔ ہم کسی بات کو حاصل کرتے
 ہیں۔ وہ ہمارے دل پر جا کر بیٹھتی ہے۔ پھر اس کے بعد ہمارا دل ایک حکم کرتا
 ہے۔ ہمارے علوم سمعی بصری ہیں۔ آنکھوں سے ہم دیکھتے ہیں۔ کانوں سے ہم
 سنتے ہیں۔ زبان سے ہم پوچھتے ہیں۔ ان علوم کو شریعت کی اصطلاح میں علوم
 کسی کہا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے جو علوم ہوتے ہیں۔ یہ علوم وہی ہیں۔
 وہ علوم کسی نہیں ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے متعلق فرمایا۔ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِیْلِ فَإِنَّہٗ نَزَّلَہٗ
 عَلٰی قَلْبِکَ بِإِذْنِ اللّٰہِ (سورہ بقرہ ۹۷) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 قرآن نازل کیا جبریل نے کس پر؟ علی قلبک۔ آپ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے دل پر۔ بِإِذْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ تو قرآن کیا ہے

ان حیات ہے۔ قرآن تو زندگی ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا
 لِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا
 أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ (الانفال ۳۳) اے
 مومنو! جب تم کو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بلائے
 تم ان کی طرف جاؤ۔ تمہیں وہ کیوں بلائے ہیں؟ لِمَا يُحْيِيكُمْ۔ ان چیزوں
 لئے۔ ان باتوں کے لئے۔ ان اصولوں کے لئے۔ جن سے تمہاری زندگی وابستہ
 ہے۔ قرآن کریم تو حیات ہے۔ تو جس قلب منور پر قرآن کریم کا نزول ہوا ہے
 ان اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ تو جس دل پر اللہ تعالیٰ کے کلام کا نزول ہوا ہے
 دل کبھی غافل نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے میرے دوستو! اور بھائیو! حدیثوں
 دیکھ لیجئے۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ آپ سوتے تھے
 ان آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر اٹھیں بھی ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے اٹھے ہیں۔ اور اتنی گہری نیند آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی کہ آپ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے خراٹے سننے گئے۔ سننے والوں نے حسیوس کیا ہے کہ حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم گہری نیند سو چکے ہیں۔ لیکن امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم جب اٹھے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو نہیں کیا، اور نماز پڑھ لی
 ہے۔ پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھ سوتی ہے۔ میرا دل
 میں سوتا۔ تو جس دل پر قرآن کا نزول ہو وہ کیسے غافل ہو کر نیند کر سکتا ہے؟
 ان اللہ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام جس دل پر نازل ہو۔ جو دل قرآن مجید

۱۔ بخاری۔ باب التخفيف في الوضوء

کا حزن ہو اسی لئے قرآن شریف میں حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق آتا ہے
 عَلَّمْنَاهُ مِمَّا لَدُنَّا عِلْمًا اس کریم نے اپنی طرف سے علم دیا۔ وہ کہ
 کالج میں نہیں گئے۔ وہ کسی سکول میں نہیں گئے۔ امام الابدیاء صلی اللہ علیہ وسلم
 متعلق بھی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنی اُمّی ہیں یعنی کسی سے پڑھا تھا
 کسی سے لکھا نہیں سیکھا۔ لیکن نبوت کے اس مقام پر فائز ہیں کہ وہ مقام کسی
 کو نہیں ملا۔ فرمایا۔ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (النار)

بات دوسری طرف نکل گئی۔ اگرچہ یہ سب قرآن ہے۔ میں یہ عرض کر رہا
 کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی آنکھوں کو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے کانوں کو اور
 تعالیٰ نے انسان کی زبان کو دل کے دروازے قرار دیئے ہیں۔ میرے بھائی
 یہ بڑا شوق ہے۔ کہ اصلاح معاشرہ نہیں ہے۔ جسے پوچھو کہ جی معاشرے
 اصلاح کرو۔ بھائی کون کسے معاشرے کی اصلاح؟ اللہ تعالیٰ ہم سب
 سمجھ نصیب فرمائے۔ بات تو یوں بن جاتی ہے۔ کہ ایک آدمی بُت بناتا ہے
 اور دوسرے کو کہے کہ تم بُت توڑتے رہو۔ بھائی تم یہ مہربانی کرو۔ بُت بنانا
 ہی نہیں۔ اچھی بات ہے۔ کیوں خواہ مخواہ ہمیں محنت میں ڈالتے ہو ایک
 بُت بناتا ہے۔ اور سڑک پر بُت کھڑے کر دے اور کہے کہ تم بتوں کو توڑ
 تاکہ لوگوں میں بُت پرستی پیدا نہ ہو۔ اللہ کے بندے تو بُت بتاتے ہی نہیں
 تاکہ بات چھوٹی ہو جائے۔ بہر کیف ہے

ہر کے را بہر کار ساختند

کہتے ہیں کہ اصلاح معاشرہ کرو۔ بھائی معاشرہ کس طرح سے اصلاح پاسکتا
 میرے دوستو! ہمارے کان اللہ تعالیٰ کے کلام کو نہیں سنتے۔ ہماری آ

اللہ تعالیٰ کے دین کی باتیں کو نہیں دیکھتیں۔ ہماری زبانیں اللہ تعالیٰ کے دین کے
 نہیں چلتیں۔ تو ہمارے دل میں پھر کیا آئے گا؟ اللہ کا دین یا اللہ تعالیٰ کی مخالفت؟
 سچی بات ہے ہمارے کانوں نے ہماری زبان سے اور ہماری آنکھوں سے وہ
 نازہ ہی بند کر دیا۔ وہ راستہ ہی روک دیا۔ جس سے دل منور ہو سکتا ہے۔ خدا
 ذکر کے ساتھ تو پھر فرمائے اصلاح معاشرہ کیسے ہو؟ اگر آج ہماری آنکھیں
 بند ہیں۔ تو فلموں پر لگتی ہیں۔ ہماری آنکھیں اگر لگتی ہیں تو فلمی رسالوں پر لگتی ہیں۔
 اسے کان لگتے ہیں تو ریڈیو کے کانوں پر لگتے ہیں۔ ہماری زبان چلتی ہے تو
 سنانے پڑھنے پر۔ لغو اشعار پڑھنے پر۔ ہماری زبانیں بھی رب العالمین کے
 سے کٹ گئیں تو پھر تباہ کیے دل بچا رہے ہیں کیا جائے گا؟ ہدایت
 لگ رہی جائے گی؟ وہ تو گمراہی ہی جائے گی۔ اس لئے اسلام نے اعضاء کو
 بست رکھنے کا حکم فرمایا۔ قرآن کریم کی میں نے ابھی آیت آپ کے سامنے پڑھی
 ان کریم نے فرمایا۔ **يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ**۔ اللہ تعالیٰ آنکھوں
 کی خیانت کو جانتا ہے۔ اور پھر قرآن کریم نے دوسری جگہ حکم دیا ہے۔ کہ
 مومنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی آنکھیں نیچا رکھیں۔ مومن مورتوں سے کہہ دیجئے
 کہ وہ اپنی آنکھوں کو نیچا رکھیں۔

میرے بھائی اور عزیزو! فقہ اسلام میں پہلی نظر مباح ہے۔ آپ ساتھی
 پر جارہے ہیں۔ دوسری طرف سے کوئی بہن۔ بچی۔ ماٹی آرہی ہے نظر اچانک
 چمکے پر پڑ گئی یا ان کی آپ کے چہرے پر پڑ گئی یہ نظر ہے مباح یعنی اس
 میں گناہ نہیں ہے۔ لیکن دوبارہ پھر کشش کی گئی کہ اس کو دیکھ لیا جائے کہ یہ
 کون ہے اس کی چال کو دیکھا جائے۔ اس کے خدو خال کو دیکھا جائے۔ یہ

نظر میں جائے گی، مگر وہ تحریمی جرمِ حرام کے قریب ہے۔ اور بعض روایتوں میں
 جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ بات ٹھیک ہے۔ تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے
 غلط ہے تو اس کی اصلاح ہو جائے۔ بعض روایتوں میں لیل آتا ہے کہ
 آدمی کسی غیر حرم کو۔ مرد کسی عورت کو اور عورت کسی مرد کو شہوت کی نظر
 دیکھ لے گا۔ اس کی ستر سال کی عبادت قبول نہ ہوگی۔ یَسْمُو حَائِثَاتِ
 الْأَعْدَانِ آج کیا بن رہا ہے؟ ستر سال کی عبادت چلی گئی۔ اس نے وہ آنکھ
 سے نہ قرآن پڑھا رہا۔ وہ آنکھ جو جمالِ الہی کے دیکھنے کی مشاقق تھی اس آنکھ
 رات کو گوشت پرست کی ایک چیز کو دیکھا جو مٹی سے بنی ہے۔ تھوڑے زمانے
 بعد وہ مٹی میں مل جائے گی۔ بنی بھی مٹی سے ہے مٹی کی شکل میں چلی بھی مٹی میں جا
 گی۔ ہم سب مٹی کے ہیں۔ یہ جو دیکھتے ہیں۔ آپ وہ ڈرنے والے چلنے والے۔ بیٹے
 والے بیرنگے والے۔ یہ سب مٹی کے ڈھیلے ہیں۔ **مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ**
وَمِنْهَا نُعِيدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى
 اگر اس مٹی میں اللہ کا ذکر آگیا تو یہ مٹی کیا بن جائے گی؟ کتوری بن جائے گی
 عین بن جائے گی۔ اس سے پھر خوشبو نہیں آئیں گی۔

آج حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو آتی ہے۔ امام بخاری
 کی قبر سے خوشبو آتی ہے۔ یہ مٹی نہیں ہے۔ اب وہ مٹی عین اور کتوری بن گئی
 اور اگر مٹی چلی گئی غلاظت کی طرف تو یہ غلاظت میں تبدیل ہو جائے گی۔ بدن
 گندگی کی بدبو آئے گی۔ کراہیت آئے گی۔ نقشہ بدل جائے گا۔ صحیح حدیث
 ہے میرے دوستو یہ سب قرآن ہے۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔ روح المعانی میں موجود ہے کہ قیامت کے دن سانس
 قَسْنُ اُمَّتِي کچھ لوگ میری امت کے اپنی قبروں میں سے نکلیں گے۔ ان کی
 شکلیں خنزیر کی ہوں گی، ان کی شکلیں بندروں کی ہوں گی۔ صحیح حدیث ہے۔
 کیوں؟ اس لئے کہ وہ دین میں مدافعت تھے۔ مدافعت کرتے تھے۔ پکا دین کو
 نہیں پکڑتے تھے۔ پس مطلب کی بات لے لی۔ اور دوسری باتوں کو چھوڑ دیا۔ تو
 چونکہ دنیا میں انہوں نے اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی۔ آج خواہشات
 نفسانی کی پیروی کرنے کے لئے خنزیر کی شکل ہے۔ اور دنیا میں اپنا مطلب پورا
 کیا۔ جیسا کہ بندوں کا حال ہے۔ تو اس لئے دنیا میں تو ان کی شکل مسخ نہ ہوگی۔
 کیونکہ جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ
 تعالیٰ سے تین دعائیں مانگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری تیسوں دعاؤں کو
 قبول فرمایا۔

میں پہلی دعا یہ تھی کہ یا اللہ میری امت مجموعی طور پر گمراہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ
 نے قبول فرمائی۔ اگر ایک جگہ امت گمراہ ہوگی۔ تو دوسری جگہ سے دین پیدا ہوگا۔
 اگر کچھ لوگ بے دین ہوں گے تو کچھ لوگ دیندار ہوں گے۔ دیکھئے یہ حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر ہے۔ الحمد للہ بارش میں اس آرام کے دن میں۔ چھٹی
 کے دن میں آپ بھائی اپنے گھروں سے تشریف لائے یہاں قرآن سننے کے لئے بیٹھے
 ہیں۔ کچھ لوگ سو رہے ہیں۔ کچھ لوگ کہیں مار رہے ہوں گے۔ کچھ لوگ سیڑھی
 میں مصروف ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق بخشی کہ آپ قرآن سننے کے

۱۰ روح المعانی المائدہ آیت ۷۹ ۷۸ مشکوٰۃ

کے لئے آگئے۔ اگر آپ نہ بلا تے اگر آپ یہ کلام نہ کرتے آپ یہ برکت نہ بناتے،
 تو جیسا سُست آدمی، میں تو سویا ہوا تھا۔ یہ ہمارے شاہ صاحب موڑ لے
 کر خود تشریف لائے کہ چلو بھائی واہ چلنا ہے۔ تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ
 اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے اور
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا اثر ہے۔ کہ امت مجبوتی طور پر گمراہ نہ ہوگی
 ایسے لوگ بھی ہیں جو کھیتے ہوئے گئے۔ سیر کرتے ہوئے گئے اور کسی شغل میں ہوں
 گئے۔ لیکن لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ پڑھنے والے کو ایسے
 بھی میں جو یہاں جامن سٹریٹ میں اب قرآن سن رہے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کی دعا کا اثر ہے۔

دوسری دعا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ یا اللہ میری امت
 کی شکل مسخ نہ ہو۔ کیونکہ پہلی امتیں جب گناہوں میں پڑھ جاتی تھیں۔ تو ان کی
 شکلیں مسخ ہو جاتی تھیں۔ شکل بدل جاتی تھی۔ اور پھر وہ رنگ رنگ کر تیرے
 دن مردار ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو قبول
 فرمایا۔ ورنہ بھائی سوچو میرے دوستو اور میرے بھائیو! وہ کون سا گناہ ہے
 جو ہم نہیں کر رہے؟ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمد رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی گزرے ہیں۔ قرآن اٹھا کر دیکھ لو۔ تاریخ انبیاء
 اٹھا کر دیکھ لو۔ ہر نبی کی امت نے کوئی کوئی گناہ کیا۔ مثلاً قوم شعیب علیہ السلام
 کم پاپتی تھی کم تولتی تھی۔ یا قوم لوط علیہ السلام، بے فعل کی ترکیب تھی یا اور
 قوموں کے حالات قرآن میں ہیں۔ ان میں تو انفرادی طور پر برائیاں تھیں، ہم سب ان
 میں اکٹھے طور پر موجود ہیں۔ تو ایک گناہ کرنے والوں کی شکل مسخ ہو گئی۔ دس

گناہ کرنے والوں کی شکل کیوں مسخ نہیں ہو سکتی؟ یہ دعا ہے جناب محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اور تیسری دعا امام الالبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے حق
دے کہ میں قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کر دوں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
مجھے وہ بھی دیا۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن قبروں سے جب
مردے نکلیں گے تو دنیا میں تو ان کا پردہ پڑ گیا لیکن قیامت کے دن وہ اپنی قبروں
سے نکلیں گے۔ مَا سِئِمْنُ مِنْهُمُ امَّتِي مِیرِی امَّتِ كَیْ كَیْ لُكُنْ كِیْ كِیْ
ختریر کی ہول کی یا ان کی شکلیں بندروں کی ہول کی کہ دنیا میں وہ مدامین تھے اللہ تم
تجھے اور آپ سب کو ربے خانے سے بچائے۔ میرے بھائی ہمارا حال نہ جو ہے وہ
ہم جانتے ہی ہیں۔ میں اپنے آپ کو جانتا ہوں۔ آپ اپنے آپ کو جانتے ہیں۔
بِئْسَ الْاِنْسَانُ عَلٰی لَفْسِهِٗٓ كَبِيْرَةٌ ۙ وَلَوْ اَلْفِیْ مَعَادِیْرَةً
(القیامہ ۱۴-۱۵) ہر شخص اپنے نفس کی حالت سے بخوبی باخبر ہے۔ اگر یہ غدر کو
چھوڑ دے تو صحیح سمجھتا ہے۔ آج ہم اس رنگ میں بھی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی
کی طرف قدم اٹھاتے جا رہے ہیں۔ کسی کو بھی آپ لے لیں۔ بھائی لاکھ میں سے
کسی ایک کو یا دو کو تھوڑے دیکھئے۔ کر وڑوں میں سے چند کو مستثنیٰ کر دیئے۔ اکثریت
آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ اخبارات پڑھتے ہیں۔ رسالے پڑھتے ہیں اور آپ
آنکھوں سے تو دیکھتے ہیں۔ میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ ہم کہہ جا رہے ہیں۔ بھاری
زندگی کا رخ کہہ رہے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا اللہ تعالیٰ کے نبی
کی مخالفت کی طرف ہے؟ کوئی بھی ہو، کسے بائند۔ مولوی سید پیر ہوشیار

ہو۔ کارخانہ دار ہو۔ ملازم ہو۔ چھوٹا ہو۔ بڑا ہو۔ مرد ہو۔ عورت ہو۔ کوئی بھی
 ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف تقریباً سب دوڑ رہے ہیں۔ (اللہ ماشا اللہ) کچھ
 نیک وجود ہیں وہ بہت تھوڑے ہیں۔ شاید میں نے پہلے ہی کسی روز کہا ہو۔ ایک
 مشہور شعر ہے۔ امد مجھے بہت پسند ہے۔ داغ کا ایک شعر ہے۔ داغ
 قرماتے ہیں۔

ڈھانپا کفن نے داغ غیوب ہنسکی

ورنہ میں ہر لباس میں تنگ وجود تھا

داغ تخلص بھی ہے۔ داغ کہتے ہیں کہ میرا اگر کفن نہ ہوتا۔ تو اللہ اعلم

میرے بدن کا کیا حال ہوتا کیونکہ دنیا میں جتنے لباس میں پہن کر آیا وہ سب لباس
 مجھ پر لعنت بھیجتے تھے۔ کہ تو کس لباس میں اپنے آپ کو شریف بنا رہا ہے۔

حالانکہ تو اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا نافرمان اور بہت ہی کمینہ انسان ہے۔

تو میں عرض کر رہا ہوں میرے بھائیو! **حُصْرٌ** **بِكُمْ عُنُقِي** آج

دیکھ لیجئے۔ کہ **حُصْرٌ** کتنے ہیں؟ کتنے ہیں جو اذان سن کر مسجد میں جاتے ہیں۔

حُصْرٌ کتنے گرتے ہیں؟ کتنے ہیں جو صبح قرآن کی تلاوت کرتے ہیں؟ انہیں

نہیں پڑھتے۔ قرآن پڑھتے ہیں؟ **عُنُقِي** کتنے ہیں جو آنکھوں والے ہیں؟ حضرت

لاہوری فرمایا کرتے تھے کہ تم کہتے ہو سارا جہاں دیکھنے والا ہے۔ اندھا کوئی ہے

میں کہتا ہوں سارے اندھے ہیں دیکھنے والا کوئی ہے۔ اللہ کے ولیوں کی باتیں بھی

بڑی عجیب ہوتی ہیں۔ تم کہتے ہو سارے لوگ سنے والے ہیں۔ بہرہ کوئی ہے۔

میں کہتا ہوں بہرے سارے ہیں سنے والا کوئی ہے۔ اور بات کھیک ہے۔

جسے تلاش حتیٰ بود وہ تو ہر شے میں پاسکتا ہے۔ میں پہلے بھی اپنے کسی درس

میں کہہ چکا ہوں ہے
فَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهٗ آيَةٌ تَدُلُّ عَلَىٰ أَنَّهُ وَاحِدٌ

ہر چیز خداوند تعالیٰ کے جمال پر خداوند تعالیٰ کی ربوبیت پر خداوند تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ ملاشی اور طلب کرنے والا کوئی ہو تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی واحدیت کے دلائل موجود ہیں بشرطیکہ اس کے دل میں طلب ہو۔ آخر بھائی دیکھئے کسی شہر میں تمہارے بھائی جاتے ہیں وہ سینما پہنچ جاتے ہیں۔ وہ تانگے سے یا بس سے اترتے ہی پوچھتے ہیں کہ بھائی یہاں سینما کس طرف ہے؟ آج کوئی فلم لگی ہوئی ہے۔ اب تو احباب دل میں پرچوں کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں قلمی اعلانات کے ساتھ کہتے ہیں۔ جی اصلاح کرو۔ ہوسہی ہے اصلاح۔ تھوڑی سی کسر باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے کسی رسالے کو اٹھا کر آپ دیکھ لیں کسی اخبار کو آپ اٹھا کر دیکھ لیں۔ کسی کتاب کو اٹھا کر دیکھ لیں۔ کسی فحش نگاری کو آپ دیکھ لیں۔ فحش نگاری کا تو اب کوئی معیار نہیں رہا۔ اللہ کے ساتھ مذاق اللہ کے نبی کے ساتھ مذاق۔ دین کے ساتھ مذاق۔ اسلامی شعائر کے ساتھ مذاق۔ یہ نام "ادریہ لائف" رسالے آپ دیکھتے ہی رہتے ہیں۔ اب ان میں خداوند تعالیٰ کی تصویریں۔ انبیاء علیہم السلام کی تصویریں۔ ہمارے مسلمان بھائی کیا کم کرتے ہیں؟ یہ بھی تو اتنا ہی زور لگاتے ہیں۔ آج کے اس دور میں سب سے سمجھار وہ انسان ہے سب سے بڑا صاحب قلم وہ ہے جو مذہب کے خلاف لکھے جس نے مذہب کے خلاف لکھا۔ وہ بہت بڑا صاحب قلم اور صاحب دانش ہے۔ جس نے کہ مذہب کی دھجیاں بکھیریں۔ خود باللہ تعالیٰ من والک۔ آج تیسے ہم صحت و عافیت کے ہیں یا نہیں؟ ہماری نگاہ ہی نہیں اٹھتی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی طرف

ورنہ ہر ذرہ ذرہ خداوند تعالیٰ کے وجود پر گواہ ہے۔ اور یہ کائنات کے سارے
 انقلابات صبح و شام، عشاء و مغرب یہ سارے کے سارے دعوت دیتے ہیں
 کہ اے انسان تو فانی ہے۔ تو رب العالمین کے سامنے سر بسجود ہو جا۔ اسی
 لئے قرآن میں فرمایا۔ **اقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِ السَّمِيسِ اِطِ
 غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ
 كَانَ مَشْهُودًا** (اسراء ۷۸) کون پڑھے قرآن کر؟ کون سنتے قرآن
 کر؟ یہ تو وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پسند کر لیا۔ واللہ تعالیٰ اس میں برکت
 پیدا فرمائے کہ وہ قرآن کی طرف راغب ہیں ورنہ ہماری اکثریت سمع، بصر اور
 اپنے دل کو اور اپنی زبان کو غیر اللہ کی طرف لگا چکی ہے۔ ذرا بھی توجہ کی جائے تو
 سب کچھ معاملات پھر سے ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ یہ کوئی اتنی بڑی باتیں نہیں ہوتیں
 جیسی بھی آسان بدی بھی آسان — اور آج کل جیسا کہ صحیح حدیث ہے۔ **اِہْمِ الْاَبْنِيَا
 نِي قِيَامَتِ كِي چنڈ علامت بیان فرمائیں۔** کہ قیامت کے قریب یہ ہو گا کہ بعض لوگ
 صبح کو کافر ہو گا۔ اور شام کو وہ مومن ہوں گے۔ شام کو وہ مومن ہوں گے اور صبح
 کو وہ کافر ہوں گے۔ اور اسی کی مثال آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ ایک
 آدمی راستے پر جا رہا ہے۔ دیکھتا ہے کہ میری بچی امیری ہیں بے پردہ ہی سہی اللہ
 تعالیٰ ہماری بچیوں کو شرم و حیا نصیب فرمائے۔ کہ آج یہ ایک عجیب عذاب ہیں
 مبتلا ہیں۔ میرے بھائیو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مختلف قسمیں ہیں سب سے بڑا
 جو عذاب ہے وہ بے حیا کر دینا ہے۔ یاد رکھو۔ رزق نہ دینا بھی عذاب ہے بیماری
 بھی عذاب ہے۔ آپس میں لڑا دینا بھی عذاب ہے لیکن سب سے بڑا جو عذاب

ہے۔ وہ بے حیا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ امام الانبیاء نے فرمایا۔ **الْإِيمَانُ بِضْعٌ**
وَسَبْعُونَ شُعْبَةً ایمان کی کچھ اور پتر شاخیں ہیں۔ اور ان شاخوں
 کو گنتے ہوئے فرمایا۔ **أَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** اس کی بڑی شاخ
 کوئی ہے۔ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ** پڑھنا و اذنیہا
أَمَانَةٌ **الَّذِي عَنِ الطَّرِيقِ** اور اس کی ادنیٰ شاخ راستے سے دکھ
 دینے والی چیزوں کو روک دینا۔ **وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ**
 اور حیا؟ یہ ایمان کا بہت بڑا شعبہ ہے۔ کچھ دیکھ لیجئے یہ شعبہ ہم گرا رہے ہیں۔
 یا ہم نے یہ تھا ماہو ہے۔ ہمارے شجرہ ایمانی سے یہ ٹہنی کاٹ دی گئی یہ ٹہنی
 کٹ چکی ہے۔ زمین پر گر چکی ہے۔ پڑنے پڑنے ہمارے ہاتھوں سے چکی ہے
 مسلمانوں سے حیا سلب ہو چکا ہے۔ مردوں میں کچھ بھڑا سا ہو گا۔ ہماری بچیوں
 میں سے تو حیا بالکل مکمل چکا ہے۔ ایک وقت تھا۔ کہ ہماری بچیاں شرماتی تھیں۔
 باپ کے سامنے بھی آنے سے۔ بھائی کے سامنے بھی آنے سے۔ میری بہنیں اور
 بچیاں ناراض نہ ہوں۔ یہ بڑے دکھ کی باتیں ہیں اور حقیقت ہے یہ۔
 ہماری بچیاں شرماتی تھیں سامنے آنے سے۔ ہماری بچیاں شرماتی تھیں باپ
 کے ساتھ بات کرنے سے۔ اب ہماری بچیوں کو ٹینگ دی جاتی ہے۔ کہ وہ غیر
 محرموں کے ساتھ کس طرح بات کریں۔ اپنی ہنسی کس طرح کریں۔ ان کے ساتھ وہ
 کس طرح میل جول رکھیں۔ تاکہ وہ اپنے آپ کو مقبول بنا سکیں۔ کس طرح وہ دوسرے
 کے ساتھ ملیں۔ صحیح واقعہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ
 سے مکہ مکرمہ فاتحانہ طور پر تشریف لائے۔ مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ تو ابو جہل کا بیٹا

عکرمہ بھاگ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ میرے باپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 خلاف جو کچھ کر سکتا تھا کیا تھا۔ اگرچہ وہ جنگ بدر میں مارا گیا۔ مگر عکرمہ یہ جانتا
 تھا کہ آج اہم الانبیا کی فتح ہو چکی ہے۔ اور میری خیر نہیں ہے۔ عکرمہ بھاگ کر
 بدر پہنچا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف لا
 کر معافی کا اعلان فرمادیا۔ کہ سب کے لئے معافی ہے۔ صرف دو آدمیوں کو حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم نے قتل کیا باقی سب کو معاف کر دیا۔ فرمایا۔ لَا تَشْرِيْبَ عَلَيْكُمْ
 الْيَوْمَ - تم پر آج کے دن کوئی مواخذہ نہیں ہے تم سب آزاد ہو۔ میں
 رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ سب کو معاف کرو یا جائے۔ دو آدمیوں کو
 حضور نے دست مبارک سے قتل کیا باقی سب کو معاف کر دیا۔ عکرمہ بھاگ کر چلا گیا
 کی طرف کہ میری خیر نہیں۔ عکرمہ کی بیوی حاضر خدمت ہوئی۔ آپ نے اسلام قبول کیا اور
 عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ اجازت دیں تو میں عکرمہ کو پناہ دیتی ہوں۔
 خاوند تھا۔ فرمایا جاؤ میرے خاوند کو پناہ ہے۔ اسے تلاش کر کے لاؤ۔ محمد رحمت اللعالمین
 ہیں۔ جو کچھ کیا انہوں نے اپنے لئے کیا میرا کیا بگاڑا۔

چنانچہ بیوی نکلتی ہے خاوند کی تلاش میں۔ سننے کی باتیں ہیں۔ سیرت
 کے جلسے ہم کرتے ہیں سیرت کے جلسے سنتے ہیں۔ اور ہمارا کردار؟ سراسر
 سیرت کے خلاف۔ لِسَانٌ يُدْبِحُ وَ قَلْبٌ يُدْبِحُ زَبَانُ كَ
 ساتھ تسبیح پڑھ رہا ہے۔ اور دل کے ساتھ ذبح کر رہا ہے۔ زبان کے ساتھ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ اور بڑے بڑے نعرے مگر
 دل میں بلامت ہے (نعوذ باللہ من ذالک) تو کیا کل اللہ تعالیٰ کے ہاں
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری شفاعتیں کریں گے۔ کیا ہمارا کردار اس قابل ہے۔

کہ ہمارے اہل اللہ، اولیاء اللہ، صحابہ کرام، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوں گے ہمارے گرد سے جو ہم کر رہے ہیں؟
 ہمارا باطن خراب، ہمارا ظاہر خراب، ہماری زندگی کا اڑھنا بچھونا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ہے۔ نعروں سے کیا بنتا ہے؟
 کچھ نہیں بنتا۔ یہ تو ایک فریب نفس ہے۔ یا لئذ ذہبہ۔ اللہ تعالیٰ اس میں حقیقت پیدا فرمادے۔ آمین!

تو عکرمہ کی بیوی تلاش کے لئے نکلی اپنے خاوند کی، حدیہ کی طرف وہ جا رہی تھی۔ تو عکرمہ وہاں سے واپس آ رہے تھے۔ سنا ہو گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معاف کر دیا ہے۔ تو عکرمہ حدیہ سے واپس آ رہے تھے۔ میاں بیوی دونوں کی ملاقات وہاں راستے میں ہو گئی۔ عکرمہ کی بیوی نے کہا اللہ کے بندے تو خواہ مخواہ گھر سے بھاگ آیا۔ یہ محمد رسول اللہ تو رحمتہ للعالمین ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عام معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ اور میں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اور تیرے لئے میں نے پناہ چاہی ہے۔ میں اپنی کفالت میں تجھے لے کر جاتی ہوں۔ عکرمہ تو بالکل نہ گھبرا عکرمہ نے کہا یہ بالکل ٹھیک ہے۔ جب چلنے لگے تو آتش بیوی تھی، وہ نہایت تھے عکرمہ نے اپنی بیوی کے ہاتھ پر ہاتھ ڈالنا چاہا۔ تاکہ میں اس کا ہاتھ چوم کر چلوں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو عکرمہ کی بیوی پیچھے ہٹ گئی۔ اور فرمایا کہ خبردار میرے بدن کے ساتھ اپنے ہاتھ کو رچ مت کرنا۔ میں اب مسلمان ہو چکی ہوں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ چکی ہوں۔ تیرا میرا فیصلہ و برابر نبوت میں ہو گا۔ میں نے امن کے لئے تیری شناخت

دی کہ تو میرا پہلا خاوند ہے اب تو میں اسلام لا چکی ہوں۔ تیرا میرے ساتھ کیا تعلق ہے؟ پٹھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں گے۔ وہاں چل کر تم اپنی صفائی پیش کر دو گے۔ اسلام قبول کر دو گے۔ پھر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فیصلہ ہو گا وہ مجھے منظور ہو گا۔

آج بتائیے ہماری بچیوں کا کیا حال ہے؟ خود ہمارا کیا حال ہے؟ مرد جو ہے وہ کوشش کرتا ہے کہ غیر عورت کے ہاتھ میں میرا ہاتھ آجائے۔ بیوی کوشش کرتی ہے عورت کوشش کرتی ہے۔ کہ غیر مرد کا ہاتھ میرے ہاتھ میں آجائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ نصیب فرمائے بھائی۔ ہماری زندگی بڑی سبک زنجی جا رہی ہے۔ اخباروں میں آپ فریڈ دیکھتے ہی رہتے ہیں۔ پردہ کلب میں عورتوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ ہماری بہنیں بیٹھی ہیں سوچتی ہیں۔ چلو کچھ بھی ہو۔ وہاں ہوتا ہے پردہ۔ تپائیں لگی ہیں۔ باہر باقاعدہ پہرہ ہے۔ کوئی مرد اندر جانے نہ پائے۔ ٹھیک ہے۔ بڑی اچھی بات ہے۔ خوشی کی بات ہے لیکن کیا وہ پردہ پردہ رہتا ہے؟ دوسرے دن وہ فوٹو اخبار میں آجاتا ہے۔ یہ پردہ کلب ہو رہا ہے۔ یعنی کراچی میں اگر ایک میٹنگ ہوئی ہے یا لاہور میں پردہ کلب میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں پردہ کلب میں ہماری بچیاں۔ ہماری بہنیں بیٹھیں۔ انہوں نے کچھ بھی کیا۔ سوچو و بچاؤ کیا۔ انہوں نے کسی پردہ گرام کی تکمیل کی۔ کسی مرد کو دیکھنے کی اجازت نہیں۔ باہر پہرہ لگا ہے۔ لیکن وہ پورے کا پورا فوٹو۔ دوسرے دن اخبار میں آتا ہے۔ جو ہزاروں کی تعداد میں چھپتا ہے اور سارے لوگ اسے دیکھتے ہیں تو یہ پردہ ہوا یا بے پردگی؟ یعنی پردہ کلب کی یہ بے پردگی ہے۔ تو بے پردہ کلب کا کیا حال ہو گا؟ اگرچہ محمد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں مگر ہمارے اعمال اور کردار تو ایسے ہی ہیں، قرآن فرماتا ہے کہ **صَلُّوا لَكُمْ وَتُعْجِزْ** یہ بہرے میں حق بات سنتے ہی نہیں۔ **بِكُمْ** یہ گونگے ہیں۔ حق بات کو یہ پڑھتے ہی نہیں **عُجِزْ** یہ اندھے ہیں۔ حق بات کو یہ دیکھتے ہی نہیں۔ جب تینوں دروازے بند کر دیئے تو پھر اصلاح کیسے ہو؟ **فَلَمْ لَا يَرْجِعُونَ**۔ پس یہ بالکل نہیں لڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے۔ اے میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ناقابل اصلاح ہیں۔ یہ کافر ہی ہو کر مریں گے۔ جو منافق زبان سے بھی نہیں بولتے۔ حق بات جو منافق کان سے بھی حق بات نہیں سنتے۔ جو منافق کان سے بھی حق بات نہیں سنتے جو منافق آنکھ سے بھی حق بات نہیں دیکھتے۔ اور دل تو پہلے ہی **فِي قُلُوبِهِمْ سُرْحُورٌ** وہ پہلے بات آچکی ہے تینوں راستے بند ہیں۔ اور دل تو ایک بترن ہے۔ تو پھر وہ لڑیں کیسے؟ اگر یہ چاہتے تو ہدایت بالکل آسان تھی۔

ایک واقعہ ہے۔ مشہور واقعات ہوتے ہیں اہل اللہ کے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے کوئی ولی جا رہے تھے اپنے مریدوں کے ساتھ۔ راستے میں ایک آدمی منگرتے بیچ رہا تھا۔ تو اس نے کہا کہ بھائی "اپھے منگرتے" تو حضرت صاحب کو غصہ آگیا۔ اللہ والے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ آج کل تو ہمارا حال ہی اور ہے اس نے کہا۔ "اپھے منگرتے" حضرت صاحب بے ہوش ہو کر گر گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو مریدوں نے پوچھا وہ جو مجلس مرید تھے۔ خلفاء ساتھ کہ حضرت یہ کیا بات تھی۔ کہ اس نے قرآن نہیں پڑھا۔ کوئی نعت نہیں پڑھی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ نہ کوئی مشنری مولانا روم کی ہے۔ نہ دیوانِ حافظ

کے اشارہ میں۔ یہ تو سنگترے بیچ رہا ہے۔ یہ تو یہ کہہ رہا ہے "اچھے سنگترے
 تو آپ وجد ہیں کیوں آگئے؟ فرمایا کہ تم اس کی بات نہیں سمجھے یہ کچھ اور
 رہا تھا۔ یہ کہہ رہا تھا۔ "اچھے سنگ ترے یہ تو کہتا ہے جن کے سنگ اچھے
 میں وہ تر جائیں گے۔ اور جن کے بڑے سنگ ہیں وہ ڈوب جائیں گے
 ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یعنی بات اور تھی سمجھنے والے نے اور طریقے پر سمجھ لیا
 تو ہر چیز میں نصیحتیں ہیں ہمارے لئے۔ ہر چیز میں عبرتیں ہیں ہمارے لئے
 یہ پتے۔ یہ پودے یہ دیواریں یہ زمین و آسمان۔ سب ہمارے یہ ساری کی ساری
 چیزیں۔ میرے بھائی میرے عزیز و اللہ تعالیٰ کی طرف داعی ہیں اگر ہم
 کے ساتھ ذرا بھی سمجھیں تو اللہ تعالیٰ کو ہم پاسکتے ہیں۔ **وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ
 اِلَّا لِيُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَ لٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُ**
 (بنی اسرائیل ۷۲)

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سحری کو اٹھے اور
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ابدی معمول تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اٹھے
 تو آسمان پر تارے جگمگا رہے تھے۔ چاند اپنی پوری چاندنی بکھیر رہا تھا
 وضا بڑی صاف تھی۔ اہم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کو دیکھ کر فرمایا
**اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاٰخِثٰتِ
 السَّلٰوٰتِ وَاَنْتَ اَرْءَا لَآيٰتِ الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ
 يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قَعُوْدًا وَّ عَلٰى جَنُوْبِهِمْ
 وَّ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا
 مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ**

اَلنَّارِ اٰخِرَتِكَ اٰتِيْنَ پڑھنے کے بعد امام الانبياء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
 جو آدمی قرآن کی ان آیتوں کو پڑھے اور پھر ان میں غور و فکر نہ کرے وَ نِيلٌ
 لَّهُ وَ اَدْمٰی تَبَاهُ وَ رِيَادٌ سُوْجَاۗءٌ گاہ یعنی زمین میں آسمان میں کائنات
 کے چتے چتے میں بلکہ وَ فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تَبْصُرُوْنَ
 فرمایا تم اپنے آپ کو ہی دیکھ لو مجھے پا لو گے۔ کون دیکھے؟ جب کانوں
 میں وہ قوت نہیں۔ جب آنکھوں میں وہ قوت نہیں جب زبان میں وہ
 قوت نہیں۔ قوت تو ہے۔ ہم اس کو استعمال نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ہمیں
 ایسے بُرے خاتمے سے بچائے۔ یہ منافقوں کے بارے میں بات آ رہی ہے
 مگر بھائی عمل ہمارے بھی تو کچھ ٹھیک نہیں ہیں۔ اس لئے فرمایا۔ فَهَمْ
 لَا يَرْجِعُوْنَ اِلَيْهِ وَ اَبْصُرُوْا لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُوْنَ
 جو منافق اعتقاد کی ہیں۔ اور ان کا لوٹنا ناممکن ہے۔ وہ کفر پہ ہی
 رہیں گے۔

اب دوسروں کی مثال سن لیجئے۔ ترجمہ میں کر دیتا ہوں۔ اَوْ كَهَيْتِ
 بِالنَّارِ اٰخِرَتِكَ اٰتِيْنَ اس بارش کی طرح ہے۔ مِنَ السَّمَاءِ جِوَا سَمَانٍ سے برس رہی ہو۔
 فَتَنْهٰهُمْ عَنْ اٰتِيْنِ السَّمَاءِ اِذْ هُمْ يُسْرِعُونَ اس بارش میں انہیں روک دے ہوں۔ وَ
 اِذْ هُمْ يُسْرِعُونَ اور یہی کی کڑک ہو۔ وَ سَبْرٌ لِّمَنْ يَّجْعَلُ
 صَالِحًا يَّجْعَلُ كَرِيْمًا اَوْ كَرِيْمًا اَوْ كَرِيْمًا اَوْ كَرِيْمًا
 اَنْفِلْ مِنْ مِّنَ الصَّوَابِقِ بجلی کے کڑکتے وقت حَذَرَ الْمَوْتِ
 موت سے بچنے کے لئے۔ موت کے ڈر سے وَاللّٰهُ حَيُّۢمٌ بِالْكَافِرِيْنَ
 حالانکہ اللہ تعالیٰ کافروں کو اپنے گھیرے میں لینے والا ہے۔ نَبَاۗءُ

الْبَرَقُ يَخْطَفُ الْبَصَارَ هُمْ بِاللَّيْلِ قَرِيبٌ هِيَ كَمَا كَلِمَةُ أَنْ
 آنکھوں کو اچکے۔ کَلِمًا أَضَاءَ لَهُمْ فَكَشَرُوا فِيهِ
 کبھی روشنی ہوتی ہے۔ ان کے لئے یہ چلتے ہیں۔ اُس روشنی میں وَاِذَا
 اَظْلَمَ عَلَيْهِمُ قَامُوا حَبِيبًا اَنْدِھِرًا یُوجِبَانَا هُوَ تَرَوُهُمْ كَمَا
 رہ جاتے ہیں۔ وَكَلِمًا اَشَاءَ اللهُ اِذَا اُجِبْتُمْ بِهِنَّ اَللّٰهُ لَذٰلِكَ
 لِيَسْمَعَهُمْ لے جاتے اللہ تعالیٰ ان کے کانوں کو وَالْبَصَارُ هِيَ
 اور ان کی آنکھوں کو۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
 اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ دوسری مثال ہے۔ اس آیت کا خلاصہ میں آج عرض کرتا ہوں
 تفصیل پھر عرض کروں گا۔ خلاصہ دوسری آیت کا یہ ہے اللہ تعالیٰ بیاں
 فرماتے ہیں جیسا کہ ایک آدمی راستے پر جا رہا ہو۔ رات کا وقت ہو۔ آسمان
 پر کھرا بادل ہو۔ بادل برس رہا ہو۔ اس آدمی کو راستہ نظر نہ آتا ہو۔ اب
 اس کے سامنے تین چیزیں ہیں۔ ۱۔ بادل کا اندھیرا۔ ۲۔ اور بادل میں
 بھی چمک رہی ہے۔ اس کا چمکنا ۳۔ اور وہ کڑک بھی رہی ہے۔ اُس
 کڑکنا۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ میں راہ پالوں۔ اپنے گھر تک پہنچ جائوں۔
 مقصود تک پہنچ جاؤں۔ اب اس کے سامنے دو باتیں ہیں۔ ۱۔ بجلی کی کڑک
 سے یہ ڈرتا ہے۔ ۲۔ بجلی کی چمک سے یہ فائدہ اٹھانا چاہتا ہے جب
 بجلی کڑکتی ہے۔ کانوں میں انگلیاں ڈال لیتا ہے۔ کوشش کرتا ہے۔
 میں بجلی کی کڑک کو نہ سن سکوں۔ حالانکہ وہ بجلی کی کڑک کو سننے یا نہ سننے
 اگر بجلی لے کرنا ہے۔ تو گر کر ہی ہے گی۔ اور جب کبھی بجلی کی روشنی ہوتی ہے۔

تو یہ دو چار قدم اٹھالیتا ہے لیکن جب سحلی کی چمک بس ہو جاتی ہے۔ یا یہ اپنے آپ کو اس سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو وہیں کھڑے کھڑا رہ جاتا ہے۔ فرمایا کہ ابھی تک میں نے اس کی پوری قوتوں کو سلب نہیں کیا۔ وَ كَوْشَاءَ اِنَّهٗ لَذٰهَبٌ لِّسِنۡعِہِمۡ وَ اَبۡصَارِہِمۡ اِگر میں چاہوں تو اس کی ساری قوتوں کو سلب کر لوں لیکن ابھی تک چونکہ یہ چل رہا ہے۔ ابھی یہ رکا نہیں ہے۔ اگر میں چاہتا تو اس کی اس قوت کو بھی سلب کر لیتا۔ اور اس کی وضاحت یوں ہے۔

میرے بزرگوار اور بھائیو! کہ بارش سے مراد ہے وحی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ رات سے مراد ہے کفر۔ وہ زمانہ سارے کا سارا کافرانہ زمانہ تھا۔ اس میں ایک بارش نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کو قرآن کریم نے بارش کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح بارش کے بعد مردہ زمینیں زندہ ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح قرآن کے ساتھ مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں۔ تو آسمان کا اندھیرا یہ کفر ہے۔ اور وہ بارش کیا ہے؟ وحی ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور اس وحی میں دو چیزیں ہیں۔ پہلی بشارت اور اللہ تعالیٰ کا ڈرانا بھی ہے۔ ڈرانا ان کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کو نہیں مانتے۔ بشارت ان کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کو مانتے ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ منافق جو کلہ پڑھتے ہیں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو تھوڑی سی چمک ہو جاتی ہے۔ یہ دو چار قدم اٹھالیتے ہیں۔ لیکن پھر چونکہ باطن کے یہ خمیشت ہیں پھر ان پر وہ اندھیرا چھا جاتا ہے۔ تو

وہیں ایک کے رہ جاتے ہیں۔ اور یہ یوں کیوں کرتے ہیں؟ حدیث
 الْمَوْتِ بِجِلْبَانِ كِرْكُورٍ سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ سے
 علی الاعلان کہہ دیا کہ یہ کافر ہیں۔ تو جیسا کہ انجام ہوا بدر کے کافروں
 وہی انجام ہر گامدینے کے منافقوں کا۔ اس لئے چلو ہم کہہ دیں کہ جی ہم
 مسلمان ہیں اور اس روشنی سے حضورؐ اسانہ آٹھائیں تاکہ بجلی کی کڑک
 سے ہم بچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ ابھی میں ان کو کچھ مہلت
 دے رہا ہوں۔ اگر ان کی اصلاح ہوگی۔ انہوں نے اصلاح اپنی کر لی
 تو بہتر ورنہ پھر ان کا خاتمہ بھی اسی طرح برباد ہوگا جیسا کہ پہلوں کا
 خاتمہ برباد ہوا۔

اس میں کچھ مزید تفصیل ہے۔ انشاء اللہ آئندہ درس میں اگر
 اللہ تعالیٰ نے زندگی عطا فرمائی تو تفصیل عرض کر دی جائے گی۔ آج
 بھی ہم نے کوشش کی۔ مگر ایک تو بارش تھی۔ ایبٹ آباد تو موسم
 بہت اچھا تھا۔ الحمد للہ یہاں بھی موسم اچھا ہے۔ وہاں بڑی
 گہری بارش تھی اور یہ میرے بزرگ بھائی سوریہ کے ہی آگئے تھے۔ مگر
 سنتی مجھ سے ہوئی۔ اس اجتماع میں ہم دیر سے پہنچے۔ انشاء اللہ
 آئندہ اس کی تلافی کر دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق
 عطا فرمائے۔

نوٹ: حضرت قاضی صاحب کا پچھلے موسم گرما کی تعطیلات
 میں برسہا برس ایبٹ آباد تشریف لے جایا کرتے ہیں۔ جہاں

ذکر فی اجاب کو حضرت قاضی صاحب سے اخذ فیض کا موقع مل جاتا
ہے۔ حضرت کی خاص کرم نوازی ہے کہ ایبٹ آباد سے بھی واہ
پنٹ تشریف لاتے رہے۔ اور درس میں ناغذ نہ ہونے دیا۔

جزاء ہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

شرف

گیارہواں درس قرآن مجید

جمادی الاول ۱۳۸۵ھ بمطابق ستمبر ۱۹۶۵ء

قرآن مجید نے آیات خداوندی کو صدقِ دل سے سننے والوں کی یہ نشانی بتائی ہے کہ جب ان یہ آیات خداوندی کی تلاوت کی جاتی ہے۔ تو ان کا ایمان بڑھادیتی ہیں۔ الحمد للہ واہ کینٹ کے دستوں کا ایمان اس طرح بڑھا کہ اب وہ ہر انگریزی ماہ کے آخری اوار کو درس قرآن کے لئے بے چین اور مضطرب رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ذوق اور شوق میں برکت دے اور ہم سب کو عمل کی ترقیق سے بھی نوازے۔

انستمبر کا آخری اوار پاکستان کے لئے ذہنی اور عملی مصروفیت کا اوار تھا۔ اس شدید دفاعی مصروفیت کے پیش نظر واہ کینٹ پہنچنا اور ہر حلقہ احباب کا جمع ہونا مشکل ترین امر تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ منتظم صاحب شکر اور عطا فرمائیں کہ وہ ۲۳ ستمبر ہی کو اپنا ٹیمپ ریکارڈر لے کر کیمپل اپورٹ شریف لئے اور درس ریکارڈ کر کے لے گئے جو حلقہ احباب میں سنا دیا گیا۔

اسی طرح یہ پاکیزہ اور بابرکت سلسلہ باقوا تر رہا۔
 قرآن مجید ابدی اور دوامی ہدایات کا سرچشمہ ہے۔ ایک مسلمان اپنی زندگی
 کا ہر ایک راہ عمل اس کو دیکھ کر اور سمجھ کر مقرر کر سکتا ہے۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کا مہینہ
 پاکستانی مسلمانوں کے لئے ان کے ہزار سالہ بھولے ہوئے سبق الجہاد کو یاد کرنے
 اور یاد کرانے کا مہینہ تھا۔ اس مناسبت سے اس اتوار کو سورہ الصف
 کی آیات کا درس دیکھا گیا۔

اس درس مقدس میں مندرجہ ذیل تعلیمات قرآنی کا ذکر ہے۔

۱۔ ہر انسان اپنی زندگی کی تجارت کرتا ہے۔

۲۔ کامیاب تجارت جہاد ہے۔

۳۔ ایمان کا پہلا اثر موت سے نڈر ہو جانا ہے۔

۴۔ جہاد بالمال بڑا جہاد ہے۔

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ معاش

۶۔ اسلام کی تاریخ میں جہاد کا مقام۔

۷۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شوق شہادت۔

نوٹ:

برکات جہاد اور دفاع کے اثرات پر احقر کا مرتبہ رسالہ

رحمتوں کا خزانہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

دائمہ الموفق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا
 نبي بعده

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله
 الرحمن الرحيم يا أيها الذين آمنوا هل أدلكم
 على تجارة تنجيكم من عذاب اليم تؤمنون
 بالله ورسوله وجاهلوا في سبيل الله
 بأموالكم و أنفسكم ذلك خير لكم
 إن كنتم تعلمون يفتقر لكم ذنوبكم و
 يدخلكم جنت تجري من تحتها الأنهار
 و مسكن طيبة في جنت عدن ذلك النور
 العظيم و آخرى حبوا لها لخصر من الله
 وفتح قريب و كتبنا المؤمنين (الصف ۱۲۱)

یہ آیات سورہ الصف کی ہیں جس میں جہاد کے متعلق کئی احکام
 بیان کر کے اس کو مسلمانوں کا طرہ امتیاز بتایا گیا ہے۔ یہ سورہ و نصاریٰ کے
 ساتھ تقابل ان پختہ کے اسباب اور بشارت و غیرہ کئی امور اس

سورہ میں مذکور ہیں۔ جن کی تفسیر اور تفصیل کے لئے کافی وقت و رکاز ہے۔
اس لئے تلاوت کردہ آیات کا ترجمہ اور ضروری تفسیر پیش کی جاتی ہے۔
ارشاد فرمایا۔ اے ایمان والو! میری بات کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے
والو۔ اے مسلمانو! تم تو میری راہنمائی کے طالب۔ تمہارا وظیفہ تو یہ
رہتا ہے۔ هَيَّا لَنَا مِنْ اَمْرِنَا وَرَشْدًا (الکہف ع) اگر
تم پسند کرو اور ضرور کرو گے۔ اس لئے کہ تم تو مسلمان ہو اور مسلمان کی نشانی یہ
ہے کہ جب وہ کسی آیت کو سنتا ہے۔ میری طرف سے نازل ہونے والی وحی
اس تک پہنچتی ہے۔ تو اس کا دل تنگ نہیں ہوتا۔ بلکہ اِذَا مَثَلْتُمْ
مَلٰٓئِكُمْ اٰیٰتِهٖ زَادَتْهُمْ اٰمٰنًا وَاٰلًا نٰفٰلًا ع (اس لئے تم
میری بات کو ضرور پسند کرو گے۔ سن لو! اس کا رگاہِ عالم میں تم سب سوداگری
کرتے ہو۔ شب و روز اسی دھن میں بسپتے ہو کہ انسانی ضروریات پر ری طرح
حاصل کر سکیں یہ عارضی زندگی آرام سے کئے اور یہ سوداگری تمہاری رہنمائی جمع
سے شام تک جاری رہتی ہے۔ جیسا کہ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
كُلُّ النَّاسِ لِيْجَادُوْا وِيَبٰٓئِعُوْا نَفْسِهٖمْ بِرِئٰسَانِ جَمِيْعٍ يُّوْتُوْنَ بِهٖ
تجارت شروع کر دیتا ہے۔ بظاہر وہ کسی مال کی تجارت کرتا ہے۔ مگر
درحقیقت وہ تو اپنی زندگی بیچتا ہے۔ مگر وہ سودا کرتے وقت کبھی کبھی
اس قدر غلطی کر جاتا ہے کہ اپنی جان جیسی عزیز متاع کو کھوٹے کئے اور گلی
مٹری چیزوں کے عوض بیچ ڈالتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا
ہے۔ فَتَوَدَّعٰهَا۔ اور اگر وہ سوچ سمجھ سے کام لے۔ میری وی سوتی
زندگی میری ہی ہدایت پر پہنچے تو اس میں سراسر فائدہ اور نفع ہی ہے۔

اور مُصْتَقِهَا اُوْج میں تم کو ایسی تجارت اور سوداگری بتاؤں جو تم کو
 ورنہ انکے عذاب سے نجات بخشنے کی اس کے لئے چند آداب اور شرائط ہیں جیسا
 کہ ہر تجارت کے شروط اور آداب ہوتے ہیں۔ وہ شروط یہ ہیں کہ :-

اللہ پر یقین رکھو۔ جو زبان سے اقرار کیا ہے اس کو دل کی گہرائی سے تسلیم
 کرو۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا۔ اللہ
 تعالیٰ کی خوشنودی تم اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ اس کے
 فرستادہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانو۔ کہ آپ کو اسی لئے تو
 بھیجا گیا ہے۔ جو تجارت تم کرنا چاہتے ہو۔ ان ہی کی تعلیم کی روشنی میں سمجھ سکو گے
 جیسا کہ اسی سورۃ میں ان آیات سے پہلی آیت میں موجود ہے۔ جب تم نے
 صحت دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لی۔ تو
 سن رکھو وہ تجارت کون سی تجارت ہے۔ تم نے اس تجارت کو آٹا، وال کی تجارت
 سمجھا۔ زمین سے نکلی ہوئی دھاتوں کا حصول سمجھا۔ حالانکہ تمہاری یہ سودگاری تو اس
 قدر عظیم ہے۔ کہ تمہارا خالق اور مالک حقیقی عز اسمہ و علی جلالہ خود اس زندگی اور
 حیات کا خریدار ہے۔ جو اسی کا عطیہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا :-

اِنَّ اللّٰهَ اَمْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسِهِمْ
 وَ اَسْاَلَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (توبہ عالا)

اسی سلسلہ تجارت کا دوسرا نام جہاد ہے۔ جس کو یہاں ارشاد فرمایا :-
 اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد تم میں
 ایک انقلاب پیدا ہونا ضروری ہے اور اس انقلاب کا اولین نتیجہ یہ ہو کہ
 تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضامندی

ہر چیز سے مقدم اور بہتر محسوس ہونے لگے گی۔ آخر تم مسلمان ہو کیا تم ان جادوگروں سے بھی کمزور ہو جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کرنے آئے۔ مگر اسلام اور ایمان کی دولت سے حقیقتاً مالا مال ہو گئے۔ اس ایمان اور یقین کا اولین اثر جو ان میں نمودار ہوا وہ کیا تھا؟ جب فرعون نے ان کو دھمکی دی کہ میں تم کو صلیب لگا کر ہمیشہ کے لئے ختم کر ڈالوں گا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ :-

حذاکے دشمن تو اسلام اور ایمان کی لذت کو کیا جانے؟ یہ تو ہم سے پوچھ کہ مٹے تو حید کا پیالہ نوش کرنے کے بعد ہمارے نشہ کی کیفیت کیا ہے؟ عذت سے سُن لے تیرے دستِ اختیار میں ہماری جو سب سے بڑی سزا ہے وہ یہی تو ہے کہ تو ہم کو اس دنیا سے ختم کر ڈالے گا۔ تیرے نزدیک موت کوئی خطرناک اور ڈرناک والی چیز ہو سکتی ہے۔ مگر ہمارے ہاں تو یہ ہے

کہ
**اِنَّمَا نَقْضِي هَذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اِمَّا اَمْسًا
 يَرْبِنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا (طہ ۷۷، ۷۸)**

ہم تو اب زندہ رہنے کے لئے ایمان نہیں لائے بلکہ اب تو زندگی اسی کے نام پر مٹے گی۔ اور اسی کے نام پر کٹے گی۔ جو اس کا خالق ہے۔ ہمارا سب سے بڑا مدعا تو یہ ہے کہ ہماری غلطیوں کو معاف کر دیا جائے۔ اس عبادت کے پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ ایمان صادق کا پہلا اثر مسلمان پر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی جیسی محبوب چیز کو اپنے آقاؐ مولیٰ کے نام پر نثار کر دینا سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہے۔ جب یہ بات ہے تو اسے مسلمان تو تم کو لازم ہے کہ

اس دعویٰ ایمانی کی تصدیق کرتے ہوئے اپنے اموال کو اور اپنی جانوں کو جہاد
 فی سبیل اللہ پر لگا دو۔ قرآن کریم میں عمومی طور پر جہاں جہاں جہاد کا حکم دیا
 ہے وہاں جہاد مالی کہ جہاد بالنفس پر مقدم فرمایا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا
 ہے کہ انسان کی نظروں میں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز انسان کا مال ہے۔ انسان
 مال کے حصول کے لئے رات دن مصروف عمل رہتا ہے آخر آج ہمارے
 مزدور بھائی کانوں میں کام کرتے ہیں۔ سرنگیں لگا کر نمک اور کوئلہ نکالتے ہیں
 سمندروں کی تہ میں پہنچ کر ہر خطرے کا مقابلہ کرتے ہوئے سر دھڑکی بازی
 اسی لئے تو لگاتے ہیں کہ ان کو مال مل جائے۔ دولت حاصل ہو۔ پہرے بھوک
 پیاس برداشت کرتے ہیں۔ بلکہ ہمارے دیہاتی محاذ سے میں تو ہمارے
 زمیندار بھائی رات کو اپنی چار پائی اس جگہ بچھا کر سوتے ہیں جہاں وہ ڈولی دفن
 کرتے ہیں۔ پہلے زمانے میں بنیک و عجزہ تو نہ تھے۔ اور نہ ہی لوزٹ تھے بلکہ
 سونے کے پاؤنڈ یا چاندی کے روپے ہوتے تھے۔ اور ان کو مٹی کی ڈولوں
 میں ڈال کر زمین میں دفن کر دیتے تھے۔ اور رات کو اپنی چار پائی اوپر ڈالتے
 تاکہ اگر چور آئیں تو مال نکلنے سے پہلے مال والے کا مقابلہ کریں۔ اس کو قتل
 کر کے پھر مال لے جائیں۔ اسلام نے اسی لئے مال کی محبت دلوں سے نکالنے
 کی تعلیم دی۔ جس کے پاس چالیس روپے ہوں وہ اب لینے والا نہیں بلکہ دینے
 والا ہے۔ وہ زکوٰۃ ادا کرے وراصل مال ہی کی محبت سب نافرمانیوں کی جڑ
 اور بنیاد ہے۔ فرمایا۔

حُبُّ الدُّنْيَا وَاِسْ كُلِّ خَطِيئَةٍ مَوْتٌ كَيْفَ يَمُوتُ

پر انسان صرف ایک ہی بات کی خواہش اور تمنا کرتا ہے اور وہ یہ ہے۔۔۔
 مَا صَدَقَ وَأَكْنَ مِنَ الصَّالِحِينَ (المنافقون ۱۰۱) جو مال
 چھوڑ کر آیا ہے۔ جس کے لئے حرام و حلال میں تمیز نہ کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی
 بات اور دن کا آرام قربان کیا۔ اب وہی تو حسن خاتمہ کے لئے رکاوٹ بنا
 ہوا ہے۔ خاتمہ عذاب نظر آرہا ہے تب ہی تو خواہش کرتا ہے کہ اگر تجھے
 ٹھوڑی دیر کے لئے مہلت دی جائے تو میں اپنا سارا مال نیک کاموں میں خرچ
 کر آؤں۔ تاکہ اس لئے کہ اس عذاب الیم سے بچ جاؤں۔ فرمایا۔۔۔
 لَقَالَ رَبِّ ارْحَمْنِي لَقَدْ أَتَمَلْتُ مَا كُنْتُ أَتَمَلُّهُ وَمَا كُنْتُ
 أَتَمَلُّهُ شَرِكْتُ۔ چنانچہ یہاں بھی فرمایا کہ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں بچھا کر دو
 وفاقی نڈ اور حجابہ فسط میں ناپ تول کر چندہ نہ دو بلکہ سب دے دو۔ اگر
 ملک باقی ہے۔ وطن باقی ہے تو تم بھی باقی۔ تمہاری عزت و عصمت محفوظ
 تمہاری مسجدیں خالصتاً ہیں محفوظ اگر تم نے مال کو سینے سے چٹائے رکھا۔ سامان
 جہاد تیار نہ کیا۔ حجابہ اول کی امداد نہ کی۔ زخمیوں کی مرہم پٹی نہ کی حجابہ اول کے
 بال بچوں کی خبر گیری نہ کی تو پھر انجام پھر دیکھ لو گے؟ شاید یہی راز ہو کہ جناب رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رزق کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا جھیل
 رزقی تحت ظل رحمی۔ نبی اور رسول کا رزق نیزے کے
 سائے میں ہے۔ آج کی حالت بھی اسی بات کی شدید متقاضی ہے کہ تمام
 انفرادی اور اجتماعی مضر بی ملتوی کر کے جہاد پر رقم خرچ کی جائے سب
 سے بڑی نیکی سب سے بڑا راہ تقرب یہی ہے۔ کہ وفاقی منصوبوں کو مکمل

کیا جائے۔ سیرت اور تاریخ اسلامی جاننے والے احباب سے پرشیدہ
 نہیں کہ مسجد نبوی جہاں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب حقیقی کے سامنے
 جبیں نیاز رکھا کرتے تھے۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی
 کبھی تھی۔ حتیٰ کہ بارش کے دنوں میں صحابہؓ فرماتے ہیں کہ جبہ امام الانبیا
 صلی اللہ علیہ وسلم اسی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ تو اثر المساء
 والظہیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبیں اطہر سے ظاہر ہوا کرتا تھا
 وہ مسجد مقدسہ زمانہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بھی کبھی رہی۔ ایام عمر فاروق
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی اسی حالت میں تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کے زمانے میں اس کی وسعت ہوئی جب کہ اسلامی مملکت نصف ایشیا
 پر چھا چکی تھی۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے اپنے اموال کو جہاد فی
 سبیل اللہ میں خرچ کرنا اس تجارت کی پہلی سیڑھی ہے۔ جب مال کی پرہ
 نہ کی تو جہان کی بازی لگانے سے کب رکو گے۔ اپنی جانوں کو یہ وادہ وار
 جہاد فی سبیل اللہ کے لئے بچھا کر دو۔ موت تو ضرور ایک دن آتی ہے۔
 جب آئے گی کوئی روک نہ سکے گا۔ اور اگر نہیں آئی کوئی لا نہیں سکتا یہ
 تو مقام شکر ہے کہ ہوے والی بات رائیگاں نہ جائے بلکہ کسی کے حوالے
 ہو کر کسی کے نام پر ہو جائے۔ اور کس قدر خوش مقام ہے وہ انسان جس کی
 زندگی اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان ہو جائے۔ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ
 کو جب سولی لگایا گیا تو آپ نے مندرجہ ذیل رباعی پڑھی۔ جو بخاری شریف
 میں موجود ہے۔

لَسْتُ اِيَالِي حِينَ اُقْتَلُ هَسَلِيًّا

عَلَىٰ آتَىٰ شَيْقَ كَانَ لِلَّهِ مَصْرَعِي
 وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَالْإِشَاءِ
 يَبَارِكُ عَلَىٰ أَوْصَالِ شَلُومِ مِصْرَعِي

واقعی خوش نصیب ہیں وہ حج آقا کے حضور قبول ہو جائیں۔ بھائیو اور
 بزرگوں یہ بلند مقام اور بڑا مقدس درجہ ہے جس کی قربانی وہ قبول کرے۔ وہ
 کتنا خوش بخت ہے بعض صحابہ کرام سے ثابت ہے کہ حیب ان کو اپنی شہادت
 کا یقین ہو گیا۔ تو انہوں نے یہ فرمایا۔ فَنَزَتْ وَرَبُّ الْكَعْبَةِ
 اس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی ہو سکتی ہے۔ کہ جان اس کی راہ میں قبول ہو
 جائے۔ یہ خاک و خون کا بدن اس قدر محترم ہو جاتے کہ اس کو مٹی نہ کھا سکے
 اور محشر میں اس کے بدن سے خون بہتا ہو مگر اس کی خوشبو غیر سے بھی
 زیادہ معطر ہو۔

جب تم نے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ مال اور اسی کی عطا کردہ جان اس
 کے راستے میں پیش کر دی تو اب تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ آخر تم انسان ہی تو
 ہو۔ خواہشات نفسانی اور خواہشات انسانی تم میں پائی جاتی ہیں۔ تم نے
 کتنی غلطیاں کی ہوں گی۔ تم سے کس قدر گناہ سرزد ہوئے ہوں گے۔ مگر اس
 تجارت پر تمہیں بشارت دی جاتی ہے۔ کہ اب تمہارے سارے گزشتہ گناہ
 معاف ہو جائیں گے۔ تم نے ایسی تجارت بھی کی ہوگی جس کے لئے ارادہ بھی
 رب العالمین کی نافرمانی کا موجب ہو سکتا ہے۔ اور جس کے لئے ساری تگ و

لے مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم

دو حسب ارشاد قرآن و حُبُّهُ كَيْتُ حَبِيبٍ عَامِلَةٍ نَاصِبَةٍ
 تَصِلِي مَنَارًا حَامِيَةً (الفاتحہ ۲۲) داخلہ ابدی عذاب کا موجب
 ہو سکتی ہے۔ تم نے ایسے مال کے لئے دور دراز کے سفر کئے ہوں گے۔ جو
 سب العالمین کی ناراضگی کا باعث ہو سکتا ہے۔ مگر اس تجارت میں تمہارے
 لئے اتنی بڑی بشارت ہے کہ جو اگر کسی تجارت پر نہیں مل سکتی۔ جناب رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

جو قدم جہاد کے لئے اٹھائے گئے ان پر پڑنے والی گرد
 و غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھا نہیں ہو سکتا۔ جو آنکھ اللہ
 تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے کھلی رہے وہ جہنم میں نہیں
 جا سکتی۔

اور اس سے بڑھ کر کیا نفع ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ امام محمد نے السیر البکیر
 میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے کہ لے
 جہرات ملکی دناع کے لئے لیسری جاٹے اس کا ثواب اس عبادت
 سے بھی زیادہ ہے جو حجر اسود کے قریب لیلة القدر کو کی جائے۔
 شرکار بدر کو تو فرمایا بھی دیا عملوا ما شئتم انی قد
 غفرت لکم جب گناہ بخش دیئے گئے تو اب داخلہ جنت میں کیا
 رکاوٹ ہو سکتی ہے۔ جنت کی رکاوٹ تو صرف گناہوں کی وجہ سے تھی اور
 گناہ تو سب مٹ گئے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ یہ صرف وعدہ فرمایا ہی نہیں بلکہ
 جس کا مرانی اور سر بلندی کے لئے تم اس وقت بے تاب ہو وہ بھی تم کو دی

لے السیر البکیر جلد اول ص ۹

جاتی ہے۔ یہ درست ہے کہ تمہارے پاس اسباب کی کمی ہے۔ تعداد کم ہے
 ذرائع وہ میسر نہیں جو دشمنان دین کو میسر ہیں۔ مگر تمہارے لئے نصرت
 میں اللہ موجود ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت حاصل ہو۔
 وہ کیونکر دل شکستہ ہو۔ فرمایا اِنَّ يَنْصُرُكُمْ اللّٰهُ فَلاَ
 غَالِبَ لَكُمْ جب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو پھر فتح میں کیا دیر ہے
 فتح و تریف اور یہ بات معموری نہیں بلکہ اسے حبیب صلی اللہ علیہ
 وسلم یہ آپ کے ذمے لگایا جاتا ہے کہ آپ ان کو خوش خبری سنادیں۔ اللہ
 تعالیٰ ہم سب کو قرآن تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ مجاہدین پاکستان
 کی نصرت و مدد فرمائے۔ پاکستانی عظمت کا سگرا قوام عالم پر بھجوا دے۔
 اللهم انصر الاسلام والمسلمين واخذل
 الكفرة واطشركين اللهم ارحمنا بالقرآن
 العظيم واجعله لنا اماما وهدى ورحمة و
 ذكرنا منه ما نسينا وعلينا منه ما جعلنا و
 اذقنا تلاوته اثناء الليل والنهار واجعله لنا
 حجة يا رب العالمين۔

۱۔ آل عمران عنہ

بارہواں درس قرآن مجید

جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۶۵ء

- ۱۔ اس درس مقدس میں قرآن کریم کی سورہ الکہف کی تفسیر اور تشریح ہے۔
- ۲۔ یہ درس مندرجہ ذیل معارف اور دینی علمی نکات پر مشتمل ہے۔
- ۱۔ مسلمانوں کا نظام عمل اور دستور حیات تعلیمات قرآنی میں ہے۔
- ۲۔ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات اور فیوضات
- ۳۔ مسلمانوں کے نام اسلامی کیسے ہو سکتے ہیں۔
- ۴۔ سید و در عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت اور امت کے مخالفوں پر غضب
- ۵۔ جہاد کی عظمت اور شرانت نبی کریم کا ذریعہ معاش۔
- ۶۔ جہاد کی قسمیں اور ان کا باہمی ربط
- ۷۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کثرۃ سجود میں ہے۔

واللہ الموفق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا اعطینک الکوشورۃ فضل لربک و
اخرۃ ائی شانک هو الابترۃ

محترم مجاہد دوست اور بزرگوار! الحمد للہ آج ہم پھر قرآن سننے اور
سنانے کے لئے اکٹھے ہو بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ اور عمل کی
توفیق عطا فرمائے۔ آج کی ضرورت کے باعث میں نے سورہ کوشورہ کی
تلاوت کی قرآن مجید سر دور ہر زمانے اور ہر اس چیز کے لئے جو دنیا کی
طرف لے جانے والی ہے۔ رہنا ہے۔ اس لئے مسلمان کے لئے ضروری ہے
کہ وہ اپنے کسی بھی مشکل وقت اگر صحیح رہنمائی چاہتا ہے۔ تو وہ قرآن مجید سے
معاصل کرے۔ آج جس دور سے ہمارا ملک گزر رہا ہے۔ ہماری قوم جن حالات
سے دوچار ہے۔ ہمیں اس دور کا کیا کرنا چاہیے۔ اس کے لئے بھی قرآن
مجید ہمارا رہنما ہے۔ اور وہ ہمارا ابدی اور عالمگیر رہنما ہے۔ جو حالات آج
کل ہمارے ملک اور ہماری ملت کے ہیں وہ آپ سب جانتے ہی ہیں۔ ایسے
دور میں بھی قرآن مجید کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ بلکہ اور دوروں سے
زیادہ ہمیں اس وقت قرآن مجید کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ سقوط ترکیہ کے
انور پاشا مرحوم ایک جاگت شریف فرماتے تھے۔ ایک پورے کعبے تھے ان کے

پاس ایک دوست پہنچا انہوں نے پوچھا کہ اب تو ترہ کی گرفتاری ہو گئی
 اس کے بعد ہمارا پروگرام کیا ہوگا؟ انہوں نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی
 کتاب نکالی اور فرمایا کہ میں اپنا پروگرام اس کتاب میں دیکھوں گا۔
 کتاب قرآن مجید تھی۔ تو آج کے ان حالات میں بھی ہمیں سوچنا چاہیے
 ہمارا طرز عمل اس دور میں کیا ہوگا؟ اسی مناسبت سے میں نے سوچا کہ قرآن
 مجید کی سورت کو ٹر کڑھا جائے۔ اسی کا ترجمہ کیا جائے اور جو اللہ تعالیٰ
 نے مجھے سکھایا ہے وہ آپ کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور ہم سب ہم
 دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔
 یہ سورہ کوثر قرآن مجید کی دوسری چھوٹی سورت ہے۔ قرآن مجید کی سورتیں
 سورتیں ہیں کوئی طویل ہیں۔ کوئی اوساط میں کوئی قصیدہ ہیں۔ کوئی چھوٹی ہیں
 کوئی بڑی ہیں کوئی درمیانی ہیں یہ سورت دوسری چھوٹی ہے۔ پہلی چھوٹی سورہ
 وَالْعَصْرِ ہے اور یہ سورہ کوثر چھوٹی ہے۔ تلاوت کی یہ بھی قرآن مجید
 کی چھوٹی سورت ہے۔ دوسرے نمبر پر اس کو سمجھ لیجئے۔ اس میں بھی تین آیتیں
 ہیں اور تین آیتوں میں بھی تھوڑے سے الفاظ ہیں۔

اسے کوثر کیوں کہتے ہیں؟ اس کی پہلی آیت ہے: **إِنَّا أَنْعَمْنَا عَلَىٰكَ**
الْحَسْبُ وَنَعْنُكَ اسی مناسبت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام
 کوثر رکھا۔ میرے دوست اور زبردگو! یہ قرآن مجید کی ابتدائی سورتوں میں
 سے ہے۔ علماء نے لکھا ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ یہ پندرہویں نمبر پر نازل
 ہوئی۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے مکی اور مکہ میں سے بھی
 پھر ابتدائی مکی ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال مکہ مکرمہ میں تشریف

فرما رہے۔ کہ مکی سورتیں جو ابتدائی ہیں۔ ان سورتوں میں بھی سورہ الکوشرا کا
 پندرہواں نمبر ہے۔ یعنی جس وقت کہ سورہ کوشرا نازل ہو رہی تھی۔ اس
 وقت کے حالات و گروہوں تھے۔ مگر سورہ کوشرا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کو ایک اطلاع دی۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا والوں کو یہ سورت
 کوشرا سنائی۔ اور اسلام کے نکلنے اور فتوحات کی پیشین گوئی فرمادی۔
 اس سورت میں مضمون تو بہت زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا
 کلام ہے۔ اور اسے جتنا پھیلا یا جائے۔ یہ تو پھیلتا جاتا ہے۔ مگر جو کچھ اللہ تعالیٰ
 نے مجھے اس وقت سمجھایا وہ میں ہی سمجھتا ہوں کہ اس سورت میں رب العالمین
 نے چند مضمون بیان فرمائے ہیں۔ ایک مضمون ہے صداقت نبی کریم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ دوسرا مضمون ہے
 "علیہ اسلام کی بشارت" تیسرا مضمون ہے "قرآن مجید کی صداقت"۔ چوتھا
 مضمون ہے "مسلمانوں کے لئے راہ عمل کیا ہونا چاہیے؟" اور پانچواں
 مضمون ہے "اس راہ عمل کا نتیجہ"۔

میں پہلے لفظی ترجمہ کرتا ہوں پھر تشریح عرض کروں گا۔ اور ساتھ
 ساتھ تفسیر بھی آئی جائے گی۔ ارشاد فرمایا۔ **إِنَّمَا أَنْعَمْتُ عَلَيْكَ أَلَمْ تَشْكُرْ**
 بے شک۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ ہم نے تجھ کو کوشرا۔ میں کسی درس
 میں عرض کر چکا ہوں کہ کلام کے تین درجے ہوتے ہیں۔ تین قسمیں ہیں کلام
 کی۔ ایک سرتی ہے "کلام ابتدائی" جب مخاطب عالی الذہن ہو۔ آپ
 ایک بات کہنا چاہتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں "کلام ابتدائی"۔ آپ نے اپنے
 ایک دوست سے کہا کہ بھائی خالد! کیا اس کو خالد کے آنے سے یا نہ آنے

سے کوئی مطلب نہیں۔ تو بس آپ کا اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ "جی خالد آگیا ہے"
 کہتے ہیں کلام ابتدائی۔ ایک یہ ہے کہ آپ کا مخاطب مشوش ہے کہ خالد آیا
 ہے یا نہیں آیا۔ تو آپ کہتے ہیں "بھائی میں سچ کہتا ہوں کہ خالد آگیا ہے"
 لے سکتے ہیں کلام طلبی اور ایک ہے کہ آپ کا مخاطب بالکل نہیں مانتا۔ آپ
 کہتے ہیں مجھے خدا کی قسم ہے خالد آگیا ہے" بات ایک ہی آپ نے کی۔ لیکن
 درجات مختلف ہو گئے۔ یہاں پر بھی محکمے کے لوگ اس بات کے منکر تھے۔
 وہ یہ کہتے تھے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دفعہ بالذات حضورؐ
 قصہ شروع کیا ہے۔ جو دکان شروع کی ہے۔ یہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی ذات تک ہی ہے۔ جب یہ دنیا سے چلے جائیں گے۔ تو نام ختم ہو جائے
 گا۔ قرآن نے فرمایا یہ غلط کہتے ہیں اسکا بے شک ہم نے۔۔۔ تحقیقی کلام
 بے شک ہم نے اعطینا دجنا، آپ کو کوثر۔ اعطینا دجنا۔
 حطا کیا۔ یعنی اسباب کوئی نہیں ہیں۔ بظاہر فریجہ کوئی نہیں ہے۔ بظاہر
 کوئی لیسے ذرائع نہیں ہیں جن سے کہ یہ بات سچی مان جائے مگر ہم یہ کہتے
 ہیں کہ اعطینا دجنا ہم نے دجنا آپ کو کوثر۔ جیسے آپ کو نبوت بخش
 نبوت کے لئے آپ نے کون سی ہمت کی نہ تو نبوت کیسی چیز ہے؟ نہ
 کوئی کورس پاس کیا؟ عبد محمد بن عبد اللہ سے محمد رسول اللہ بنانے والا
 ہوتا۔ وہ کوثر بھی دے سکتا ہے۔ جس نے محمد بن عبد اللہ سے امام الانبیاء
 بنایا؟ غاتم النبیین بنایا۔ تمام نبیوں کا سردار بنایا۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ
 میں خطاب فرماتے ہیں کہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ

وَ كَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا — وَ رَفَعْنَا لَكَ

ذِكْرَكَ — کیا وہ اللہ تعالیٰ آپ کو کثر نہیں بخش سکتا یقیناً بخش سکتا ہے۔

إِنَّا أَنْعَمْنَا عَلَيْكَ الْكَوْثَرَ بے شک ہم نے تجھ کو کثر

— کثر سے کیا مراد ہے؟ اس میں علماء نے بہت تاویلات فرمائی ہیں۔

اور وہ سب صحیح ہیں — اسے تاویل کہتے ہیں — تاویل کا معنی ہے جو

چیز کلام اللہ کے ساتھ مناسبت رکھے، کلام اللہ کے کسی معنی کے ساتھ متعارض

نہ ہو۔ کلام اللہ اور کلام الرسول سے متعارض نہ ہو۔ اسے کہتے ہیں تاویل

— اور یہ تاویل صحیح ہے۔

فرمایا إِنَّا أَنْعَمْنَا عَلَيْكَ الْكَوْثَرَ بے شک ہم نے آپ کو کثر

بخشا۔ کثر سے مراد علمائے تفسیر نے "حوض کثر" بھی لیا۔ "کثر" سے مراد

علمائے تفسیر نے "خیر کثیر" بھی لی۔ کثر سے مراد علمائے تفسیر نے "قرآن مجید"

بھی لیا۔ کثر سے مراد علمائے تفسیر نے امت کی کثرت بھی لی۔ اور یہ سب

مرادیں صحیح ہیں۔ فرمایا کہ ہم نے آپ کو امت کثیرہ عطا کی۔ یہ جو کہتے ہیں کہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مٹ جائے گا۔ ان کے چلے جانے کے

بعد جب یہ دنیا سے چلے جائیں گے۔ دس سال، بائیس سال اور زندہ رہیں

گے۔ آخر انسان میں دنیا سے چلے جائیں گے۔ تو ان کا نام نامی بھی مٹ

جائے گا۔ یہ غلط کہتے ہیں۔ ہم نے آپ کو کثر بخشا ہے۔ اتنی امت بخشی

جتنی کسی نبی کو نہیں بخشی۔ آپ کریم نے اتنی روحانی اولاد دی کہ اتنی کسی نبی

کو نہیں عطا کی۔ جیسا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ

تَنَاجَعُوا وَاَوْلَادُكُمْ مُتَكَثِرًا بِكُمْ الْاُمَّةَ —

تجاج زیادہ کرو۔ واولاد و اولاد پیدا کرو۔ قیامت کے دن میں تمہاری وجہ سے دوسری امتوں پر کثرت کا فخر کروں۔ میری امت سب نبیوں سے زیادہ ہوگی۔ جو یہ کہتے ہیں کہ نام مٹ جائے گا۔ میرا نام گران مٹانے والا ہے؟ اللہ فرماتے ہیں اِنَّا نَحْيَاكَ الْكَوْثَرُ ہم نے آپ کو اتنی امت دی کہ اتنی کسی نبی کی امت نہیں ہوئی۔ اور امت بھلی وہ دی جس کو آپ سے وہ پیار، وہ عشق، وہ محبت ہے جتنا کسی نبی کو نصیب نہیں ہے۔ دیکھ لیں آپ کے سامنے تاریخیں ہیں انبیاء علیہم السلام کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھ لیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لیجئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لیجئے۔ یہ چند نام ہیں نے گنازیے ورنہ جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ ان پر لوگ ایمان لائے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لوگوں نے ان کو قبول کیا۔ ٹھیک ہے لیکن جو عشق اور جو محبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو آپ سے ہے وہ کسی کو نہیں ہے۔ اور یہی نکتہ ہے۔ اسم محمد میں — جس کی ساری دنیا تعریف کرے گی۔ عرب دالے کہتے ہیں۔ قریش مکہ کہتے ہیں یہ مذموم ہے۔ جس کی ساری دنیا تعریف کرے گی۔ اس کی تعریف میں تو فرشتے بھی رطب اللسان ہیں۔ فرشتے بھی کہتے ہیں جیسا کہ قرآن فرما رہا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِيِّؐ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا صَلُّواْ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا (الاحزاب ۵۶) پڑھ لیں درود شریف

کتاب حدیث

ایک دفعہ ثواب ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی سَيِّدِنَا
 اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ
 حَبِيْبٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا
 مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا
 بَارَكْتَ عَلٰی سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی آلِ
 سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَبِيْبٌ مَّجِيْدٌ
 جس پر اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل کرے جس پر فرشتے رحمتیں نازل ہونے کی
 دعا کریں۔ اُس سے بہتر کون محمد ہو سکتا ہے؟ محمد جسے کہا جائے اُس
 کی امت تھوڑی ہو سکتی ہے؟ اور پھر اس کے ساتھ عشق و محبت کیوں نہ ہو؟
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ دیکھ لیجئے۔ ساری دنیا میں امام الانبیاء کا جتنا نام لیا جاتا ہے
 اتنا کسی نبی کا نہیں لیا جاتا۔ کسی اور کا لیا ہی نہیں جاتا۔ کوئی غلام محمد ہے کوئی
 محمد دین ہے۔ کوئی محمد شریف ہے۔ کوئی محمد ایوب ہے۔ کوئی محمد عبد اللہ ہے۔
 نام کے ساتھ "محمد" ویسے بھی زیادہ کر رہے ہیں۔ اور حدیث میں آتا ہے۔
 شفا" میں قاضی عیاض نے نقل کیا ہے۔ اس کو کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں
 کی ایک جماعت مقرر فرمائی ہے۔ جن کا کام یہ ہے کہ ان چہروں کو جا کر دیکھتے
 ہیں۔ شفا میں ہے۔ قاضی عیاض بہت بڑے محدث ہیں اور ان کا
 کہنا سند ہے۔ وہ فرماتے ہیں حدیث نقل فرمائی۔ امام الانبیاء کی حدیث ہے
 کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی ہے۔ جو ان گھروں کو

کتاب الشفا ص ۵۳ مطبوعہ نوکشتور

(۲۶۵)

کو جا کر دیکھتے ہیں۔ جن میں وہ آدمی رہتے ہیں جن کے نام میں "محمد" کا لفظ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) کتنے خوش نصیب ہیں۔ کیوں دیکھتے ہیں؟ ان کا نام محمد کیوں رکھا ہے؟ ماں باپ کو محمد سے پیار ہے تب محمد رکھا ہے۔ آخر جب ہم نام کسی کا رکھتے ہیں تو کیوں رکھتے ہیں؟ اس نام سے ہمیں پیار ہے۔ پہلے ہمارے ناموں میں محمد کا نام زیادہ تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی زیادہ تھا۔ ویسے جتنی بات آگئی۔ میرے دوستوں میرے بھائیوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولاد دے۔ جن کی اولاد میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو نیک کرے۔ جن کی اولاد نہیں اللہ تعالیٰ اولاد نصیب فرمائے۔ دیکھئے نام رکھتے وقت ضرور یہ خیال رکھا کریں (یہ سارا درس ہی ہے) کہ تمہارے بچوں کے ناموں میں وہ نام آئے جو نام اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں جو نام آئے ہیں تو وہ نام آنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ابراہیم علیہ السلام کا نام ہے۔ سَلَامٌ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ (الصفت ۷۹) نوح کا نام ہے۔ سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ مِنْ اٰلِہٖ اَیْمٰنٍ۔ سَلَامٌ عَلٰی مُوْسٰی وَہٰرُوْنَ۔ کیا جن پر اللہ تعالیٰ سلام بھیجا ہے ان کے نام ہمارے گھروں میں نہیں آئے چاہئیں؟ دیکھ لیں سارے ضلع میں بلکہ سارے پاکستان میں شاید نوح کسی کا نام نہیں ہے۔ کیوں نہیں ہے؟ کہتے ہیں اس میں جاؤ بیت نہیں ہے اور خلیو فر اور گلقرین اور جانے کیا کیا۔ "حمی" "شعی" ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو نام اللہ تعالیٰ نے لئے۔ جن ناموں پر اللہ تعالیٰ فرمائیں۔ سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ مِنْ اٰلِہٖ اَیْمٰنٍ۔ مولوی نہیں رکھتے تو تم

کہتے ہوئے رکھو گے؟ پیر نہیں رکھتے؟ ہمارے بچوں میں کسی کا نام نوح نہیں
 ہے۔ کسی مولوی کا نام تباریں۔ کسی مولوی نے اپنے بیٹے کا نام نوح
 نہیں رکھا۔ کیونکہ نوح نام رکھنے سے فائدہ؟ کسی پیر نے اپنے بیٹے کا
 نام نوح نہیں رکھا۔ نوح کہنے سے فائدہ اور پھر اگر یہ نام نہ رکھو تو وہ نام
 رکھو جن میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم پاک آئے۔ اللہ تعالیٰ کا
 نام آئے۔ عبدالرحمن۔ عبدالملک۔ یہ جتنے نام ہیں طیبے
 پیارے نام ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو رہی ہے۔ وہ نام کہ جن
 کے لیتے ہوئے بھی ذکر ہو جائے۔ دیکھو بھائی جس نے اپنے بچے کو بلایا
 عبدالکریم ادھر آؤ۔ کریم کا نام لے لیا۔ کریم قرآن میں آیا ہے۔ حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو آدمی قرآن مجید پڑھتا ہے، ہر حرف پر دس عدد
 نیکیاں ملتی ہیں فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ اسم ایک کلمہ ہے۔ بلکہ فرمایا۔
 اَلْفُ حَرْفٌ وَّلَامٌ حَرْفٌ وَهَيْمٌ حَرْفٌ۔ تو
 الف لام مہم را الہا پڑھنے پر کتنا ثواب مل گیا؟ تمہیں نیکیوں کا ثواب مل گیا
 ۔ عبدالکریم۔ ماں نے بیٹے کو پکارا "عبدالکریم"۔ اس نے یکارا عبدالکریم
 اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے اسماء ناموں میں نیکیاں لکھی جاسکتی ہیں۔ کریم میں
 کتنے حروف ہیں کہ یہی ہم چار چالیس نیکیاں نام لینے میں ملیں۔ کیونکہ
 کریم کلمہ قرآن میں آیا ہے۔ اور ہمارے ہاں جو نام ہم رکھتے ہیں۔ ایک طرف
 کے اور ایک طرف کے اللہ تعالیٰ نے اب تو بڑا فضل و کرم فرمایا۔ یہ جہاد کا مسئلہ
 بھی رحمت ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ وَلَوْ لَا دَفَعْنَا اللَّهُ النَّاسَ
 بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَ لَكِنَّ

اللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ (بقرہ ۲۵۵) مگر
 میں لوگوں کو آپس میں نہ لڑانا چھوڑنا تو دیتا تباہ ہو جاتی یعنی میری بڑی
 مہربانی ہے کہ میں جہاد کا مسئلہ، دفاع کا مسئلہ کھڑا کر دیتا ہوں اور
 اس سے لوگوں میں پھر انا بت الی اللہ پیدا ہو جاتی ہے۔ تو آج کل الحمد للہ
 ہم جیسے گنہگاروں کے دلوں میں بھی کچھ نیکی کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے یہ اللہ
 تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

قومیں عرض یہ کہ رہا تھا کہ امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن
 لوگوں نے یہ کہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی حضور (صلی اللہ علیہ
 وسلم) کے ساتھ ہی رہے گا۔ پھر مٹ جائیگا۔ قرآن نے اُس وقت اعلان فرمایا
 إِنَّا أَنْعَمْنَا بِكَ الْكُوفِرُ أَهْلُ مِثْلِهِمْ لَمْ يَكُنْ لَكَ
 عِزٌّ أُمَّتٌ دِي هِيَ جَوْ كَبِي نَهِي مِثْلُ سَكِي كِي۔ تو جو نبی سکے میں بھیجے کہ،
 جب لوگ بات ہی نہیں سنتے یہ اعلان فرماتا ہو (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہ
 میری امت سب امتوں سے زیادہ ہوگی۔ قیامت تک میرا نام نہیں مٹے گا۔
 قیامت میں میرا نام نہیں مٹے گا۔ قیامت کے بعد بھی میرا نام نہیں مٹے گا۔ تو
 کیا وہ نبی حبیب یہ اعلان کرتا ہو اور یہ بات پھر ثابت بھی ہو جائے۔ تو نبی کی
 صداقت ثابت ہوئی یا نہ ہوئی؟ کہ جس نبی نے چودہ سو سال پہلے بات کہی
 تھی اس کے آثار اب بھی ظاہر ہیں اور ظاہر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح پھر قرآن کی صداقت۔ جس قرآن نے یہ اعلان
 کیا تھا۔ إِنَّا أَنْعَمْنَا بِكَ الْكُوفِرُ أَهْلُ مِثْلِهِمْ لَمْ يَكُنْ لَكَ
 عِزٌّ أُمَّتٌ دِي هِيَ جَوْ كَبِي نَهِي مِثْلُ سَكِي كِي۔ جو اعلان ہوا تھا۔ وہ اعلان سچا

نکلا۔ قرآن کی صداقت۔ اسلام کی صداقت بھی ثابت ہو گئی کہ جب قرآن اور قرآن لانے والے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے ہیں۔ تو جو دین وہ پیش کر رہے ہیں وہ سچا ہے۔ یعنی اس ایک آیت نے سارے اسلام کو سچا ثابت کر دیا۔ دنیا میں کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ چودہ سو سال پہلے ایک بات کرے اور وہ سچی ثابت ہو جائے۔

ارشاد فرمایا۔ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا كَثِيرًا ۗ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُ ۗ
 کو نبی امت کثیر اور جب امت کثیر بخش تو امت کثیر کی ہدایت کے لئے خیر کثیر (قرآن) بھی بخش دیا۔ بالکل ٹھیک ہے۔ امت کی لئے تو ہدایت کی ضرورت ہے۔ اور ہدایت کون دے گا؟ قرآن دے گا۔ لَا رَطْبَ وَ لَا اَیْبَ لَیْسَ الْاِحْزَابِ ۗ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ ۗ (الانعام ۵۶) اِنَّہٗ عِنْدَنَا حِجَّتٌ اُمَّ الْکِتَابِ لَدُنَّا لَعَلَّی الْحٰکِمِیْمِ ۗ (الزحرف ۱۰) وَ هٰذَا کِتَابٌ مُّبٰرَکٌ ۗ (الانعام ۹۳)
 برکت والی کتاب۔ حکمت والی کتاب۔ علم والی کتاب۔ بلندی پر لے جانے والی کتاب۔ کتنی قرآن کی صفات قرآن میں آتی ہیں۔ تو جب امت کثیر دیکھو تو خیر کثیر بھی دے دو۔ اور پھر جب امت کثیر دی تو پھر امت کثیر کے لئے قیامت کے کچھ انعامات و اکرامات بھی تو ہوں گے! وہ بھی دے دیے۔ جن لوگوں نے دنیا میں آپ کی اطاعت کی آپ کی فرمانبرداری کی۔ آپ کی ہدایت کو قبول کیا۔ ان کو خوش کرنے کیلئے۔ ان کی عزت افزائی کے لئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے میری امت! میں حوض کوثر پر تمہارا منتظر ہوں گا۔ سبحان اللہ! امت کا منتظر ہوں گا!۔

کون منتظر ہوں گے؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کس جگہ؟ حوض
کوثر پر۔

اے انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا! اے اللہ کے نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیک وسلم میں قیامت کے دن آپؐ کو کہاں تلاش کریں؟ یہ حضورؐ
کے خادم تھے۔ دس سال خدمت کی بلا کسی پلے کے۔ بڑے خوش نصیب
تھے۔ عرض کی حضورؐ میں قیامت کے دن آپؐ کو کہاں تلاش کریں؟۔
خدمت تو پڑے گی۔ سب کو پڑے گی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی قیامت کے دن خدمت۔۔۔ سب کو پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کریا
کہ وہ ہم سے راضی ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپؐ سب کو حضور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ تو فرمایا مجھے دیکھنا میں
پل صراط کے کنارے پر کھڑا ہوں گا۔ (حدیث میں آتا ہے) میں پل صراط کے
کنارے پر کھڑا ہوں گا۔ اپنی امت کو گرنے سے بچاؤں گا۔ اور اگر
مجھے وہاں بھی نہ پایا تو پھر میران کے پاس آنا جہاں میری امت کے اعمال
ترے جائیں گے۔ وہاں میں کھڑا ہوں گا۔ دیکھوں گا کہ میری امت کے
اعمال میں خرابی پیدا نہ ہو۔ اگر وہاں بھی نہ پایا۔ تو مجھے حوض کوثر پر دیکھنا میں
امت کا منتظر ہوں گا۔ فرمایا کہ اس پر اتنے کوڑے ہیں کہ جن کی تعداد اللہ
تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ کمزورے ہیں۔ تو کوڑے
اس لئے زیادہ ہیں کہ امت زیادہ ہے۔

اے مشکوٰۃ باب المحض و الشفاعة

اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ ۗ بے شک ہم نے آپ کو کثیر عطا
 مایا۔ بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا کیا۔ بے شک ہم نے آپ کو کرامت
 کثیر عطا کی۔ یہ تو ہولی حضور کی صداقت۔ قرآن کی صداقت۔

اب میرے لئے نظام عمل کیا ہے؟ میں تو مکے میں ہوں۔۔۔ صلی
 اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں تو مکے میں ہوں۔۔۔ کیا کروں اب؟
 کہ مجھے حوض کوثر بھی مل جائے خیر کثیر بھی مل جائے۔ امت کثیر بھی مل
 جائے۔ جو لوگ مجھے پتھر مارنے والے ہیں۔ یہ میرے مطیع بن جائیں۔ فرمایا
 میں بتاتا ہوں۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۗ پس آپ عبادت
 کریں اپنے رب کی۔ نماز پڑھیں اپنے پالنے والے کی۔ وَانْحَرْ ۗ اور
 قربانی دیجئے اپنے پالنے والے کے نام پر۔ نتیجہ کیا نکلے گا؟ اِنَّا
 اَعْطَيْنَاكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۗ بے شک تیرے بدخواہ ہی بے
 نام و نشان ہوں گے۔ تیرا نام باقی رہے گا۔

تین باتیں آگئیں قرآن کی سمجھ میں ایک تو آگیا قرآن کی صداقت
 اور پھر نظام عمل جو بتایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۗ اپنے
 رب کی عبادت کریں اور قربانی دیں۔ اسی پر میں نے آج کچھ عرض کرنا ہے۔
 آپ اپنے رب کی عبادت کریں۔ اور قربانی دیں۔ دو باتیں جہاں قرآن
 بیان کر گیا۔ عبادت۔ آپ اپنے رب کی عبادت کریں۔ اور عبادت کے
 لئے کسی ایسی جگہ کا تحفظ۔ کسی ایسی جگہ کا حصول جس میں عبادت کی جاسکے۔ اس
 کے لئے آپ قربانی دیں۔ عبادت کہاں ہوگی؟ مسجد میں۔ مسجد نہیں تو
 عبادت کہاں کرو گے؟ قرآن میں دو مسئلے ہیں میرے دوستو اور میرے بزرگو!

ایک ہے وطن کا مسئلہ۔ ایک ہے دین کا مسئلہ۔ یاد رکھیں۔ دین
 اس وقت تک نہیں پتپ سکتا۔ باقی رہ نہیں سکتا۔ جب تک ملک موجود
 نہ ہو۔ ملک ہے تو دین پھیل سکتا ہے۔ ملک نہیں ہے، دین کبھی آپ نہیں
 پھیلا سکتے۔ کبھی اشاعت نہیں ہو سکتی۔ ملک ہو تو اس میں دین پھیلا
 تحفظ دین کے لئے تحفظ وطن کی شدید ضرورت ہے اور میں خود نہیں کہتا
 قرآن مجید اٹھا کر دیکھ لیں۔ آپ سب لکھے پڑھے دست ہیں۔ دیکھی
 قرآن مجید میں قرآن کی آخری آیت کون سی ہے؟ **الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ**
لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيَتْ
لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ ۳)۔ آج میں نے تمہارے
 تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔ اور میں
 نے تمہارے لئے اسلام کو دین پسندیدہ قرار دیا۔ یہ آیت سب سے آخر
 آیت ہے۔ علمائے تفسیر فرماتے ہیں کہ اس کے اسٹی دن بعد یا اکاسٹی دن
 بعد نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس آخری آیت
 کو قرآن مجید نے کب نازل کیا؟ **الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ**
 آج کے دن۔ وہ دن کون سا تھا؟ مکہ فتح ہو چکا تھا۔ دس لاکھ مربع
 میل کے ملک ہو چکے تھے۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا آج میں
 اعلان کرتا ہوں تمہارا دین کامل ہے۔ اب جہاں نمازیں پڑھو، پڑھو جہاں
 ذکر کرو، کرو، جہاں اللہ کا دین پھیلاؤ۔ دس لاکھ مربع میل سرنگوں ہیں
 تمہارے سامنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغم کے سامنے ہیں دس
 لاکھ مربع میل رے دیا۔ زمین پیدا کر دی۔ اب اس میں اللہ تعالیٰ کے

نام کا بیچ بڑا دل پہلے نہیں فرمایا۔ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ
 پہلے کیوں نہیں فرمایا؟ آخر میں فرمایا جب مکہ فتح ہو چکا۔ مدینہ فتح ہو
 چکا۔ سارے عرب میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا جانے لگا
 تو فرمایا۔ آج تمہارا دین کامل ہو گیا۔ اب تمہارے لئے زمین ہموار ہو گئی۔
 اب تم اللہ کا نام لو گے تو دیکھو پھر کیا بتاتا ہے۔ سورہ نصر کو دیکھ لیں۔
 فرمایا۔ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ
 النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَنْفُسًا
 میرے نبی! جب میری مدد آپہنچے گی اور مکہ فتح ہو جائیگا پھر کیا ہو
 گا؟ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَنْفُسًا
 پھر وہ پتھر مارنے والے فوجوں کی فوجیں دین میں داخل ہو جائیں گے۔ مکہ
 فتح ہو گیا۔ ملک مل گیا۔ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ملک نہ ہو میرے
 دوستوں میرے بزرگو! تو دین کہاں پھیل سکتا ہے؟ کیا بھارت میں ہماری
 مسجدیں نہیں تھیں؟ کیا بھارت میں ہمارے قومی اور ملی ادارے نہیں
 ہیں؟ لیکن ان پر جو گز رہی ہے وہ وہ جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی
 تکلیفوں کو دور فرمائے۔ اپنی نمازوں میں بھارت کے مظلوم مسلمانوں کے
 لئے دل سے دعا کیا کریں۔ وہ بھارت کے بڑی مصیبتوں میں اس وقت مبتلا
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تکلیفوں کو دور فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو حریت
 اور آزادی نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری افواج کو جیت دے کہ
 وہ ان مسلمانوں کو آزاد کر لیں تاکہ وہ بھی آرام کا سانس لے سکیں۔ کشمیر میں
 مسلمانوں کی خانقاہیں اور گاہیں تھوڑی ہیں؟ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ معلوم

پہنچتا ہے۔ کہ دین وہاں پہنچ سکے گا۔ جہاں پر ملک ہو گا۔ ملک کی حفاظت
 دین کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی مختلف جہتیں ہیں۔ ہم نے آج تک امت کو۔ قوم کو اور دنیا والوں کو یہی
 سمجھایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ رحمة للعالمین۔ ٹھیک ہے لیکن
 رحمت کا تقاضا کیا ہے موزی چیزوں کو راہ سے ہٹانے۔ یہ بھی تو رحمت
 ہے۔ سانپ آجاتے تو کیا کہیں گے؟ کہ ہمارے نبی رحمة للعالمین
 ہیں اس لئے سانپ کو مت چھڑو۔ باؤ لا کتا آجاتے تو کیا کہیں گے کہ
 ہمارے نبی رحمة للعالمین ہیں اس لئے اس کو مت چھڑو؟ پھر آجاتے
 بچھو آجاتے۔ نہیں رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ موزی چیزوں کو ختم کر دو۔
 یہ بھی رحمت ہے۔ امام الالبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام جہاں
 گنوائے دیکھ لیجئے۔ وہاں پر کیا فرمایا؟ اَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ
 میں رحمت کا نبی ہوں (سبحان اللہ) نَبِيُّ الرَّحْمَةِ میں رحمت
 کا نبی ہوں۔ اور آگے چل کر فرمایا اَنَا نَبِيُّ الْمَلْحَمِ
 میں تو جنگوں کا بھی نبی ہوں۔ اسی جگہ آتا ہے۔ اُسی حدیث میں۔ اَنَا
 نَبِيُّ الرَّحْمَةِ میں رحمت کا نبی ہوں۔ ہر ابا جمال، ہر ابا رحمت۔
 لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا۔ کہ اَنَا نَبِيُّ الْمَلْحَمِ مَلْحَمٌ جَمْعُ
 لحم کی ملاحمہ مشتق ہے لحم سے لحم کہتے ہیں گوشت
 کہ۔ میں ان جنگوں کا نبی ہوں جو گوشت کے پڑے اڑانے والی ہوں گی میں
 ان جنگوں کا نبی ہوں جو کھسان کی جنگیں ہوں گی۔ میں بدر میں لڑوں گا۔ میں احد
 میں لڑوں گا۔ میں خنین میں لڑوں گا۔ میں خندق کھودوں گا۔ اور آپ کیا فرماتے

ہیں؟ جَعَلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُحِّي - دنیا والرسول کو۔

میری رزق بھی کہاں ہے؟ میرے نیر کے نیچے ہے۔ میری رزق میرے
مُصَدِّق پر نہیں ہے۔ میری رزق میری تسبیح میں نہیں ہے۔ میری رزق میرے
محراب میں نہیں ہے۔ میرا رزق کہاں ہے؟ جَعَلَ رِزْقِي تَحْتَ
ظِلِّ رُحِّي میرا رزق کہاں ہے؟ میرا رزق تو میرے نیر کے سائے
میں ہے۔ میں تو وہ نبی ہوں۔ نَبِيِّ الْمَلَأَحْمَرِ۔

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو درسِ محبت دیا اور اس شفقت
دیا۔ درسِ رحمت دیا لیکن وہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرد کو جب

وہ کانپتا ہوا پیشِ خدمت ہوتا ہے۔ فرمایا۔ اَنَا اِمْرٌ اِسْرَاقٌ
تَاكُلُ الْقَدِيدَ بِمَكَّةَ ادھر آ میری امت کی ایک فردا میرے

قریب آجا۔ کیوں کانپ رہا ہے؟ میں تو اس ایک عورت کا بیٹا
ہوں جو مجھے سوکھا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔ منظر کو رحم کے لئے بلایا تاکہ

دل میں آس پیدا ہو جائے۔ کہاں تو یہ فرمایا۔ اَنَا اِمْرٌ اِسْرَاقٌ
تَاكُلُ الْقَدِيدَ بِمَكَّةَ۔ میں تو اس عورت کا بیٹا ہوں۔ جو سوکھا ہوا گوشت

کھایا کرتی تھی۔ مجھ سے تم کیوں ڈرتے ہو؟ میرے قریب آجا جو فریاد کرنی
ہے کر؟ لیکن جنگِ حنین میں جب دیکھا کہ حنین اودھ ہواندن کے کافر

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آگے تو وہاں کیا فرمایا؟ آپ
اپنے سفید چہرے پر سوار تھے۔ بغلہ جسے تم کہتے ہیں۔ خچر پر سوار تھے آپ فرماتے

میں وہی ابوسفیان اب تو رضی اللہ عنہم ہو گئے۔ وہی ابوسفیان جس نے
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سکیمیں سوچی تھیں۔ جب مکہ فتح ہوتا

ہے تو وہی ابوسفیان پاؤں میں پڑتا ہے۔ اور اس مکہ مکرمہ میں سوائے
 آٹھ یا نو آدمیوں کے باقی سب نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ
 رَسُولُ اللَّهِ پڑھا۔ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ مکہ فتح ہو گیا
 مکہ کے فتح ہو جانے کے بعد جنگ حنین شروع ہو جاتی ہے۔ حدیثوں
 میں آتا ہے۔ بخاری میں ہے۔ اب حدیثوں کی قدر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ
 ہمیں ان کی قدر دے۔ اچھا ہی ہے کہ ہم سمجھیں ان باتوں کو۔ ہمارے پاس
 تو ذخیرہ حیات ہی حدیثیں ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال
 اور قرآن کریم۔ اور مسلمان کے پاس ہے ہی کیا؟ قرآن شریف ہے اور
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ اور کیا ہے مسلمان کے
 پاس؟ اور یہی وہ خزانہ ہے جو کسی اور نبی کی امت کے پاس نہیں۔ والحمد للہ
 علیٰ ذلک، اسی طرح غزوہ احزاب کے بعد امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم لباس
 جنگ اتارنے والے ہیں۔ نبی نے بھی لباس جنگ پہنا ہے۔ اگالی
 تسبیحوں سے کام نہیں چلتا۔ ایک ہاتھ میں تسبیح ہو۔ ایک ہاتھ میں تلوار ہو۔
 تب کلم چلے گا ویسے نہیں چلے گا۔ ایک ہاتھ میں تلوار ہو۔ ایک ہاتھ میں
 قرآن ہو۔ پھر آج مسلمان باقی رہ سکتا ہے دنیا میں۔ ورنہ اس کے باقی رہنے
 کا کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ امام الانبیاء لباس جنگ اتار رہے ہیں۔ جبریل امین
 حاضر ہوتے ہیں۔ اے اللہ کے نبی! آپ نے جنگ کا لباس اتار
 دیا۔؟ فرمایا میں نے تو غسل بھی کر لیا۔ کپڑے اتار دیئے جنگ کے۔ دوسرے
 کپڑے پہن رہا ہوں۔ غرض کیا اللہ کے نبی! بنو قریظہ کا معاملہ تو مانی
 ہے اور دیکھئے میں نے تو ابھی لباس جنگ نہیں اتارا۔ جبریل امین بھی ساتھ

تھے۔ میکائیل بھی ساتھ تھے۔ فرشتے بھی ساتھ تھے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ
 نہیں؟ مسلمانوں کی مدد کی کہ نہیں مانگے؟ اور سیا لکھٹ کی سرحد
 پر فرشتوں نے مدد کی یا نہیں؟ مسلمان مسلمان ہو جائے! صحیح طور پر
 مسلمان بن جائے۔ ان فریبوں کو اور ان چار سو بیس کی چالوں کو چھوڑ
 دے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں۔ یہ پتے بھی مسلمان کی مدد کریں گے۔ جنگلی بھی مسلمان
 کی مدد کریں گے۔ یہ لپیٹو اور چھڑ بھی مدد کریں گے۔ انشاء اللہ۔ مسلمان اگر
 مسلمان ہو جائے۔ **وَ أَنتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ**
 (آل عمران ۱۳۹) ابھی تو تم نقلی مسلمان تھے۔ اتنی مدد ہوئی۔ سچے مسلمان بن
 جائیں پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے؟ **سَسْئَلُنِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ**
كَفَرُوا وَالرَّعِبِ يَمَّا أَشْرَكُوا (آل عمران ۱۳۹) فرمایا
 میں تمہارے دشمنوں کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دوں گا۔ تمہارے لہرے تیرے
 سے ان کے چھکے چھوٹ جائیں گے۔

تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل امین عرض کرتے
 ہیں کہ اے اللہ کے نبی! میں نے تو کہا جس جنگ نہیں اتارا۔ چنانچہ آپ صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم نورانیہ کے مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے۔ جہاد کے لئے
 اور وہ ابوسفیان جو سب سے بڑا سکیم تھا۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
 کے خلاف۔ حدیثوں میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کی
 لکام تھامے ہوئے تھا۔ آگے آگے جا رہا تھا علاموں کی طرح۔ تھا بھی غلام
 صحابی پھر بن گیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ اور امام الانبیاء صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم اپنے سفید چہرے پر سیاہی کیا فرماتے ہیں؟ وہی نبی جو ایک

مرد کے سامنے فرماتے ہیں: "میں ایک عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا گوسھن
 کھاتی تھی مکے میں۔" وہی نبی جب دیکھتا ہے کہ اب عجز کا وقت نہیں ہے
 وہ نبی اپنے خچر پر سوار کیا فرماتے ہیں؟ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ
 اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَلِبِ — سزا کا فرماؤ! میں سچا نبی ہوں
 اور میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں — یہ نہیں فرمایا کہ میں مسکین ہوں، میں
 عاجز ہوں — نہیں یہ تریات اللہ تعالیٰ کے سامنے کی ہے۔ جب
 دیکھا کہ کافر میں تو پھر؟ رَحْمًا بَيْنَهُمْ وَمَسْلَمَانِ اَيْسَ فِي
 بَيْتِ مَهْرَبَانَ — بڑے شفیق۔ لیکن اَمِّشْدَاعُ عَلِيٍّ الْكَفَّارِ كَافِرُونَ
 کے مقابلے میں اکرٹنے والے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے بلال رضی اللہ
 عنہ آیا کرتے تھے تو آپ احترام کرتے تھے۔ ایک دفعہ پوچھا کسی نے کہ
 جی بلال تو غلام ہے۔ یہ تو جلتی ہے۔ فرمایا سِبْلَانٌ مَسْلُومٌ اَعْتَقَهُ
 مَسِيْدًا — یہ بلال ہمارا سردار ہے۔ اس کو ہمارے سردار نے آزاد
 کیا ہے۔ بلال ہمارا سردار ہے تم کیا سمجھتے ہو بلال کو۔ اس کو آزاد کرنے
 والا ابو بکر بھی ہمارا سردار ہے۔ لیکن جب کافروں کے مقابلے میں آتے تھے
 تو غیر ملکی سفیر دیکھ کر کالتے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر رزہ براندلم سرتے
 تھے۔ اَمِّشْدَاعُ عَلِيٍّ الْكَفَّارِ اَمِّشْدَاعُ رَحْمًا بَيْنَهُمْ
 کافروں کے مقابلے میں اکرٹ کر چلنے والا۔ میں کیا عرض کروں۔ آج کل تو میں جہاد
 پر ہی لکھتا رہتا ہوں۔ اور کہتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ میں
 تو سمجھتا ہوں مہارادین ہی جہاد ہے۔ جب عمرہ کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی

تشریف لے گئے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ تھے۔ مکے کے کافروں نے طعنہ دیا کہ یہ دیکھو دین کے لئے گئے تھے۔ مکہ چھوڑا تھا، دینے گئے تھے۔ سب کے رنگ زرد ہو چکے ہیں۔ بڑیاں نکل آئی ہیں۔ سٹخنے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ چل نہیں سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک بات پہنچی۔ فرمایا۔ سنو میرے صحابہ! گھر تو واقعی یہ خدا کا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ مگر ان کو پتہ چل جائے کہ مسلمان مردہ نہیں ہیں۔ — مٹے ہیں — خانے کعبہ میں — فرمایا کہ رطل کرو۔ — حاجی صاحب اب دیکھ کر آتے ہیں۔ یہ بھی کر کے آتے ہیں۔ — سب کو کرنا پڑتا ہے۔ — سب کہتے ہیں۔ — اب تک رطل باقی ہے۔ قیامت تک باقی رہے گی۔ اس یادگار کو باقی رکھو کہ مسلمان کی عبادت کس کے لئے ہے؟ دین کے غلبے کے لئے۔

اسلام اس فقر کو پسند نہیں کرتا جو فقر کے نظام حیات سے جھگڑتا ہے جو فقر دنیا کے مقابلے سے پیچھے ہٹا دے۔ میرے سامنے علامہ اقبالؒ کا شعر ہے —

اک فقر سکھاتا ہے صیبا کو پنچری !
اور اک فقر سے کھلتے ہیں اسرارِ جہانگیری

یہ فقر تھا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ لاہوری کا۔ یہ فقر تھا حسین احمد مدنیؒ کا۔ یہ فقر تھا جمال الدین اتقانیؒ کا فقر تھا شیخ الہند محمود حسن کا۔ یہ سب فقیر لوگ تھے۔ لیکن فقر میں کیا کیا؟ آنگریزوں کو یہاں سے نکلنے پر مجبور کیا اور آنگریزوں نے یہاں سے بے بد یا بستر یا باندھا اور کھسک کر چلے گئے۔ یہ سب فقیر لوگ ہیں۔ آج بھی فقراء ہیں۔ پاکستان میں بھی ایسے فقراء ہیں۔ پاکستان

میں بھی ایسے فخرائے محمدی موجود ہیں۔ جن کی دور رس نگاہیں انشاء اللہ
 پاکستان کو یام عروج پر پہنچادیں گی اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو پاکستان بھارت
 کے خلاف لمانہ حملوں سے یقیناً محفوظ رہے گا۔ اور وہ دن دور نہیں ہیں۔ کہ
 مسلمان کو فتح نصیب ہوگی۔

تو میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبی الملاحم
 بھی ہیں۔ فرمایا کہ میں ملاحم کا نبی بھی ہوں۔ میری امت میں جہاد ہے ہوتا رہے
 گا۔ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اور اس لئے فرمایا کہ جیسا کہ میں نے
 عرض کیا ہے۔ **بَحَّتْ خَطْلٌ وَ مَحِيٌّ مِيرَ رَنْقِ كِهَالٍ سَهْ؟** میرے نیرے
 کئے سائے میں ہے۔ قرآن نے فرمایا **فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ اَحْسِرْ** آپ
 اپنے رب کی نماز پڑھیں **وَ اَحْسِرْ** تڑپائی بھی دیں۔ اور قربانی کتنی دی
 امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے؟ دیکھ لیجئے حدیثوں میں آتا ہے۔ اپنا دانت
 مبارک شہید کر آیا۔ چہرے پر زخم آئے۔ صحابہ کرام شہید ہوئے۔ جنگ احد
 میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔ ستر صحابہ۔ ایک صحابی کی قیمت بھی اگر
 ساری دنیا کے مسلمان اکٹھے ہو جائیں۔ ایک صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے
 ستر صحابہ جنگ احد میں شہید ہوئے اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
 کے چہرہ مقدس پر زخم آیا۔ غزوہ احد میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
 کی انگلی مبارک پر زخم آیا۔ اس سے خون نکلا۔ ترمذی کی حدیث ہے۔
 امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے انگلی سے خطاب فرماتے تھے **هَلْ
 اَنْتَ اِلَّا اَصْبَعٌ وَ هَيْتَ وَ هِيَ سَبِيلُ اللّٰهِ**

هَاتِيْتِ اَمِيْرِي اَنْكَلِي ! تو تو خالی انگلی ہے۔ تجھے زخم پہنچ گیا۔ تو
 کوئی بڑی بات ہے؟ ابھی تک تو تو نے اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف اٹھائی
 ہی نہیں ہے۔ یعنی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جو بڑی اوجھی ذات ہیں
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کو زخم آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ
 مقدس کو زخم آیا۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت شہید ہوئے۔ امام الانبیاء
 بہ نفس نفیس میدانِ کارزار میں پہنچے اور جتنے لغز و ات سوئے، اکثر لغز و ات
 میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک ہیں۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے
 خود کمان کی ہے۔ امام الانبیاء نے خود لباسِ جنگ پہنا ہے۔ امام الانبیاء صلی
 اللہ علیہ وسلم نے سارے وہ کام کئے ہیں جو مجاہدین اور غازیوں کو کرنے چاہئیں
 کیونکہ قرآن کا حکم تھا **فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ** آپ اپنے رب کی
 عبادت کریں۔ نماز پڑھیں اور اس کے نام پر قربانی دیں۔ **مِنْ دُونِ**۔ جیسے
 وغیرہ کی اور نوبتِ ضرورت جان اور مال کی بھی قربانی دیں تب آپ کے دشمن
 ناکام ہوں گے اور آپ کامیاب ہوں گے۔ در نہ یہ آپ کو چھوڑیں گے نہیں۔
 تاریخ اٹھا کے دیکھ لیجئے۔ جنگِ بدر کیوں ہوئی؟ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 دو سو میل مسکے سے چلی کر شریف لے آئے۔ اپنا گھربار چھوڑ دیا۔ صحابہ کرام نے
 اپنے مال چھوڑ دیئے حتیٰ کہ اپنے تک نہیں لائے۔ اور قرآن کریم فرماتا ہے۔
لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْبُقَرَاءِ
 اللہ کی راہ میں **أُخْرِجُوا** اور **أُحْصِرُوا** بھی آتا ہے، جن کو اللہ
 کے نام پر گھیرا گیا۔ جن کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکالا گیا۔ قرآن نے فقیر کہا
 صحابہ کرام کو۔ ابھی ابھی مدینہ منورہ پہنچتے ہیں اور کچھ دنوں کے بعد مکہ منورہ

سے ایک قافلہ آتا ہے۔ مسلمانوں کے کچھ اونٹ لے کر چلا جاتا ہے۔ دوسرے
 سال ابوسفیان وغیرہ نے کوشش کی شام سے سامان جنگ منگوا یا۔ جو قافلہ پہلے
 گزرا جس کو صحابہ کرام لوٹنا چاہتے تھے۔ وہ قافلہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔
 شام سے سامان آ رہا تھا۔ وہ لے رہے تھے۔ ایک ہزار اونٹوں کا
 وہ قافلہ تھا۔ اور وہ صحابہ کرام کیوں لوٹنا چاہتے تھے۔ صحابہ کو علم تھا کہ اس قافلے
 میں کچھ سامان جنگ ہے۔ کچھ کھانے پینے کا سامان ہے۔ ابوسفیان اور مسکے
 کے دوسرے لوگ اس سامان کو سٹور کر رہے ہیں۔ اور یہ پھر مدینہ پر حملہ کرنے
 والے ہیں اس لئے اس سامان کو ابھی سے لوٹنا لو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ
 کو بٹا دیا۔ تاکہ پات نکھر جائے۔ پھر سلمہ عمر ہیں۔ یعنی ایک سال گزرتا ہے۔
 رمضان کا مہینہ ہے جس میں مسلمان عبادت کرتے ہیں اور مسکے کے کافر مدینہ پر
 چڑھائی کر دیتے ہیں۔ دیکھئے مسلمان مقابلہ کرتے ہیں۔ نتیجہ کیا نکلتا ہے؟
 لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَيْتِي وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا
 میرے محبوب بندو! میں نے تمہاری مدد کی بدرستہ تمہارے ہیں۔ اَسْتَمِرُّ
 اَذَانًا ط اور تم کمزور تھے۔ بدن تمہارے کمزور، سامان جنگ تمہارے پاں
 سے ہی نہیں۔ دو گھوڑے تھے۔ اور ساٹھ اونٹ تھے۔ جنگ بدر میں دو
 گھوڑے تھے اور آٹھ تلواریں اور قرآن نے کیا کہا؟ وَ هَا آتَيْنَا
 عَالِي سَبْعٍ نَا يَوْمَ الْمُرْقَاتِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَيْنِ (الانفال
 ۱۷) فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کے پر بدر کے دن وہ رکعتیں نازل کیں وہ

لے مخاری داندی سے آل عمران ۱۷۳ کے کتبہ سیرت

نعمتیں دیں وہ مدد کی وہ امتیازی نشان پیدا کر دی کہ بدر کا دن کیا بن گیا؟ —
 یَوْمَ الْفُرْقَانِ ط وہ دن جو امتیازی کا دن ہے۔ تمام دنیا کے لئے۔ آج
 مسلمان کہہ سکتا ہے کہ بدر میں کس نے مدد کی ہماری؟ ہمارے پاس تو دو گھوڑے
 تھے۔ ساٹھ اونٹ تھے۔ تین سو تیرہ مسلمان تھے۔ کس نے مدد کی ہماری؟ اگر اسلام
 سچا دین نہیں تو کس نے ہمیں سچایا؟ اور میں تم کہتا ہوں چھ ستمبر پاکستان کا یوم
 الفرقان ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ نہ ہوتی تو کون سے کچھ بچاؤ
 والا ہے۔ ہندوؤں کے مظالم سے اور اتنے ہمہ گیر حملہ سے؟ آپ دوست
 مجھ سے زیادہ اخبارات دیکھتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ وہ حملہ جو بھارتی ورنڈوں
 نے پاکستان پر کیا تھا چھ ستمبر کو۔ اگر خداوند قدوس کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو ہمارے
 بچنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی جس طرح جنگ بدر میں مسلمانوں
 کو اللہ تعالیٰ نے سچایا، ان کی مدد ہوتی جس طرح جنگ بدر میں مسلمانوں کو اللہ
 تعالیٰ نے سچایا۔ ان کی مدد کی فرشتوں کے ساتھ، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے
 چھ ستمبر کو پاکستان کو بھی ان ظالموں سے سچایا۔

تَوَارِثًا وَفَرِيًّا كَمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِنَا وَكَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِنَا
 رب کی نماز پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود سو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے
 سامنے اپنا دامن پھیلائے والے بھی مجاہد ہیں۔ یعنی جہاد کا صرف یہی مقصد نہیں
 ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ امام الانبار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
 مَنْ جَاهَدَ لِبَيْتِنَا فَهُوَ مُجَاهِدٌ وَ مَنْ

مَنْ جَاهَدَ لِبَيْتِنَا فَهُوَ مُجَاهِدٌ وَ مَنْ جَاهَدَ لِبَيْتِنَا فَهُوَ مُجَاهِدٌ

جَاهِدَ بِلِسَانِهِ فَهُوَ جَاهِدٌ وَمَنْ جَاهَدَ بِمَالِهِ
 فَهُوَ جَاهِدٌ رَأَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سنائی کی حدیث ہے آپ ارشاد فرماتے ہیں جو تلوار کے ساتھ جہاد کرے وہ
 بھی مجاہد ہے۔ جس نے مال کے ساتھ جہاد کیا وہ بھی مجاہد ہے۔ جس نے اپنی زبان
 کے ساتھ جہاد کیا وہ بھی مجاہد ہے۔ حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ دور نبوت
 کے شاعر ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کے شاعر ہیں۔ اور کسی جہاد میں
 بھی شریک نہیں ہوئے۔ بلکہ جنگ احزاب میں یہ سوا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے انہیں مصلحت اور مدینہ منورہ کی اور عورتوں کو ایک جگہ ایک کیمپ
 میں منتقل فرما دیا۔ اور حسان ابن ثابتؓ کو فرمایا کہ آپ ان کی نگرانی فرمائیے
 چونکہ آپ کی کہیں حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ایک یہودی کیمپ کی دیوار کو
 چھانڈ کر اندر گیا۔ تو میں نے حسان کو آواز دی کہ اوحسان! پہنچ! اسے مارا
 یہ خبیث تر اندر گیا ہے۔ حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔
 انا صاحب البیان لا صاحب البدان اے محترم! میں لوگوں
 والا شہاد ہوں۔ یہ مارنے والا کام مجھے نہیں آتا چنانچہ حضرت صفیہ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خود ایک بالنس لیا۔ اس کے آگے ایک
 چوب لگی ہوئی تھی کہ میں نے وہ لیا اور یہودی کے پیٹ میں گھسا دیا
 وہ وہیں مر گیا۔ مر وار ہو گیا۔ لیکن امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم حسان کو کیا فرماتے
 ہیں؟ آپ کا لقب ہے "الوالحسام" وہ حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ
 جو تلوار کا باپ ہے۔ تلوار نہیں چلائی لیکن تلوار کا باپ ہے۔ یعنی اپنے
 اشعار سے اپنے کلام سے لوگوں کے دلوں میں جوش جہاد پیدا کیا۔

کیا ہے۔ آج جی علماء کرام نے اپنے وعظوں سے اور جن صحابی بھائیوں نے ہمارے شعراء نے جہنوں نے ہماری قوم میں دلولہ پیدا کیا یقیناً یہ بھی مجاہد ہیں۔ الحمد للہ ہماری قوم نے اس موقع پر بڑی جواہردی کا اور پورے استقلال کا ثبوت دیا ہے اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ اتفاق اولہ یہ استقلال باقی رہے۔ بڑی محنت کی انہوں نے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قَتَلْتَنِي جَاهِدَ لِسَيِّفِهِ فَهُوَ جَاهِدٌ وَمَنْ جَاهَدَ بِنِصَابِهِ بِنِصَابِهِ فَهُوَ جَاهِدٌ۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے جب واپس تشریف لائے۔ غزوہ تبوک میں جنگ تو پھر نہیں ہوئی تھی۔ لیکن چند بڑا اکٹھا کیا گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔ تو مدینہ کے حیب قریب پہنچے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحابہ سے کہ ادریے صحابہ! اس مدینہ میں کچھ ایسے لوگ بھی رہنے والے ہیں۔ جو تمہارے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ لیکن ان کو وہی ثواب ملے گا جو تم کو ملے گا۔ صحابہ عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسا ثواب ان کو ملے گا؟ وہ تو گھر سے باہر نہیں نکلتے فرمایا ان کے دل تمہارے ساتھ تھے۔ عذر کی وجہ سے وہ نہ جاسکے۔ کوئی پورٹھا تھا۔ کوئی لنگڑا ہوگا۔ کوئی اندھا ہوگا۔ کوئی عورت ہوگی کوئی بچہ ہوگا۔ لیکن تم

۱۲۵
۱۲۶

۲۹۵

۲۹۵

کئے تیرک میدان میں اور وہ سجدے میں پڑ کر دعائیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ
 مسلمانوں کی توجہ کو فتح نصیب فرما۔ اس لئے وہ بھی تمہارے ساتھ اجر میں
 شریک ہیں۔ تو آج جو لوگ دعائیں کرتے ہیں یہ بھی مجاہد ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے
 محمد رسول کے ساتھ جہاد کرے وہ بھی مجاہد ہے۔ قوم میں وحدت فکر کا پیدا ہو
 جانا اسی کا نام تو جہاد ہے۔

تو اہم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنحِرْ
 آپ نماز پڑھیں اپنے رب کی عبادت کریں۔ اپنے رب کے لئے لیکن اس
 عبادت کے ساتھ ساتھ کہیں سی بات ہو؟ وَأَنحِرْ خود بھی قربانی دیں
 امنست ہیں قربانی کا جذبہ پیدا کریں۔ یہ جو گھر سے نکالے جا رہے ہیں یا مکہ
 جانے والے ہیں ان سے کہہ دیں کہ ہجرت کی تکلیف سے بھر دہ نہ ہوں۔ گھڑ
 پگھڑی سے جذبات کو بھروسہ نہ سمجھیں۔ پست ہمت نہ بنیں۔ بلکہ ان سے
 یہ کہہ دیجئے کہ تمہاری زندگی کو بھروسہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے
 جہاد کرنے میں ہے۔ اگر یہ جذبہ تم سے اپنے میں پیدا کر لیا۔ تو پیغمبر کونساں گا؟
 اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَسْفَلُ مِنَ الْاَرْضِ آپ کے بھروسہ میں ان کے دم
 کاٹ دیئے جائیں گے۔ وہ مقطوع السلسل ہوں گے۔ تو گویا اس سورہ مقدمہ
 میں جو مہتمم میں نے عرض کئے تھے۔ وہ سانسے اب انشاء اللہ سمجھ میں آ
 چکے ہوں گے۔ اِنَّ اَعْمَلِيْنَكَ الْكُوْثِرُ بے شک تم نے آپ
 کو کوشش کیا۔ حوض کوثر دیا۔ بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر دی۔ قرآن مجید دیا۔
 بے شک ہم نے آپ کو امت کثیر دی۔ یہ اس وقت فرمایا جب محمد رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے چند لوگ تھے۔ انگلیوں پر گنے

جانے والے جیسا کہ میں تمہید میں عرض کر چکا ہوں۔ یہ قرآن کریم کی ہادیں
سورت ہے۔ نزول کے اعتبار سے توحیب اس کا ظہور ہوا جو کچھ امام الانبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بات سچی ثابت ہو گئی۔ تو اس سے قرآن
کی صداقت بھی ثابت ہوئی۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت بھی
ثابت ہوئی۔ اسلام کی صداقت بھی ثابت ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان
کی پختگی بھی ثابت ہو گئی۔

طریق کار کیا ہو؟ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنْخِرْ۔ پس آپ
عبادت کریں۔ اپنے رب کی جس عبادت کا بڑا احمد کیا ہے؟ نماز۔
امام الانبیاء فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ قریب بندہ اللہ تعالیٰ کے کب
ہوتا ہے؟ سجدے میں۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا قریب بندہ زیادہ چاہتا
ہے تو کیا کرے؟ سجدے میں پڑے۔ سجدے سے بڑھ کر ذلت کوئی
نہیں اور سجدے سے بڑھ کر رب العالمین کے قریب کا ذریعہ کوئی
نہیں ہے۔ سعد بن الربیع فرماتے ہیں کہ ایک دن سحری کے وقت
امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کر رہا تھا۔ تو دریا سے رحمت جوش میں
آیا۔ فرمایا کچھ مانگ لے۔ میں کچھ سے بڑا خوش ہوں۔ کچھ مانگ لے۔ کیا مانگیں؟
میں ہوتے کیا مانگتے؟ کار مانگتے، کوٹھی مانگتے۔ ترقی ہو جائے عہدے میں
حقیقت ہے، ہمیں مانگتے کا بھی سلیقہ نہیں آتا۔ یعنی ہم توحیب عبادت
کرتے تھک جاتے ہیں تو کیا؟ اللہ تعالیٰ روزگار دے، لا حول ولا
قوة الا باللہ۔ یہ کوئی بات سپر مانگنے کی اللہ تعالیٰ سے؟ ہاں میں
دَابَّةٌ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَرِزْقَهَا (مومن)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یہ دنیا میں جتنی چیزیں چلتی پھرتی ہیں سب کا میں رب ہوں۔
 ہمیں آج تک کس نے پالا؟ میں تو اپنے بچوں سے کہا کرتا ہوں کہ کبھی
 کبھی دوستوں سے بھی شاید میری عمر پچاس سے زیادہ ہے۔ ابھی تک میں
 کبھی بھوکا نہیں رہا۔ کبھی تنگ نہیں رہا۔ **وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ**
وَدَّ شَقِيًّا (مریم ۷۷) جب اللہ تعالیٰ سے مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے
 مجھ ایسے گنہگار کو دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے کیا اور آئندہ پتہ نہیں سال ہے
 دو سال ہیں۔ گھنٹے لگا گھنٹے میں کیا ہے؟ **مَا تَدْرِي نَفْسٌ**
مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ
أَرْضٍ مَّوَدَّتْ (ہن ۱۳) کسی کو پتہ نہیں کہ کل میرے ساتھ کیا تین
 والا ہے۔ اور اتنی لمبی لمبی دعائیں مانگیں؟ اور خدا سے مانگیں تو چیزیں
 مانگیں۔ اب یہ صحابی سمجھ گئے بات کو؟ یہ امام الابیہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی تعلیم کا اثر تھا۔ فیض کی تعلیم کا اور اثر ہے اور بھائی تعلیم اور چیز سوتل
 ہے۔ ہم حقیقت ہے زندگی کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک
 اللہ والوں کے ساتھ ہمارا تعلق نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی
 اللہ والوں کے ساتھ تعلق کرنے کی دولت نصیب فرمائے۔ عرض کرتے
 ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم **أَسْأَلُكَ مَرَّافَتِكَ فِي**
الْحَيَاةِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم احب آپ ہی نے فرمایا مانگا تو میں
 کچھ مانگتا ہوں۔ کیا مانگتا ہوں؟ حضور میں آپ سے یہ چاہتا ہوں کہ میں
 میں جنت میں بھی آپ کا ساتھی رہوں۔ بڑا سوال کیا۔ حضور میں
 چاہتا ہوں جنت کی مرافقت۔ جنت میں جانا نہیں مانگتا۔ مجھے

ت کی کیا ضرورت جب آپ نہ ہوں؟ محبوب نہ ہو تو باغ کی ضرورت
 ہے؟ بھائی جس کا دوست نہ ہو اسے باغ کی ضرورت کیا ہے؟ مجھے جنت
 لے چاہیے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں۔ **أَسْأَلُكَ هَذَا فِئْتِكَ**
عَنِ الْجَنَّةِ امام الابیہ **رَضِيَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** کیا فرماتے ہیں **أَعِيْنُكَ**
يَا كَثْرَةَ السُّجُودِ فرمایا اچھا ٹھیک ہے۔ تیری دعا قبول ہو
 ۔ فرمایا کچھ تو سجدے کیا کر کچھ میں دعا کروں گا۔ تیرا کام بن جائے گا۔
كَثْرَةَ السُّجُودِ سجدے زیادہ کیا کر خدا کے سامنے اور میں بھی محنت
 دوں گا۔ یعنی دعا کروں گا۔ شفاعت کروں گا تبھی اپنی طرف کھینچوں گا۔ تیری دعا
 ہی ہو جائیگی۔ تیرا مقصد پورا ہو جائے گا۔ تو سجدہ رب العالمین کے قریب
 نہ لے جیے۔ جب سجدے میں انسان ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے بڑا ہی
 یہ ہوتا ہے۔ کیونکہ سجدے سے بڑھ کر کوئی ذلت نہیں۔ انسان کے
 لئے کہ ناک اور پیشانی زمین پر رکھ دیتا ہے۔

تو فرمایا **فَضَّلَ لِرَبِّكَ** آپ عبادت کریں نماز پڑھیں
 اپنے پالنے والے کے لئے۔ کیا کہوں؟ قرآن ہے۔ یہ تو اکا پر
 فیض ہے ورنہ میں تو حقیقت ہے مجرم انسان ہوں۔ **لِرَبِّكَ**
 اللہ اکبر بڑا نکتہ نکل آیا۔ کہ نہیں فرمایا **فَضَّلَ لِرَبِّكَ**
 ہاں۔ یہ نہیں کہا کہ خدا کی نماز پڑھ۔ اپنے پالنے والے
 نماز پڑھ۔ تجھے پالنے والا کون ہے؟ تیری نوکری ہے تبھی تو ہم
 پھوڑ دیتے ہیں نماز جی کام بہت زیادہ ہے۔ اسے تم نے نماز نہیں پڑھی؟
 جی آج بہت کلم تھا میں نے کہا پہلے فائلیں دیکھ لوں اور نماز پھر پڑھ

لوں گا۔ گریبا فائیلین رب تھیں۔ اور بھائی نماز نہیں پڑھی؟ ہمارے
 دیہاتوں میں آج کل لوگ ہل چلا رہے ہیں۔ گمان زمیندار لوگ بیچ بوریے
 یہاں کا بیچ بوریے ہیں۔ اس کی نکر ہے۔ تیاست کا بیچ بوریے کی کوئی نکر
 ہے۔ اور بھائی نماز کے لئے تم نہیں آئے؟ ہمارے دیہاتوں کی مسجدیں
 دیوں میں دیران ہو جاتی ہیں کیونکہ سارے زمیندار لوگ ہل چلاتے ہیں۔ بیچ
 بوریے ہیں۔ پھر جب فصل کاٹتے ہیں۔ اس وقت بھی دیران ہوتی ہیں۔ اور
 جب ہل چلا چکیں گے اور بیچ بوریے لیں گے تو سر دی کے مہینے ہوں گے
 پھر مسجدیں آباد ہو جائیں گی۔ یعنی رب جو تھا وہ اور تھا۔ یہ رب نہیں ہے
 اللہ جانتا ہے کہ یہ مجھے پر پڑوں پر یاد کرتے ہیں انہوں نے میرے
 بنا رکھے ہیں۔ اور جب مانگے لگتے ہیں۔ تو پھر پر پڑ نہیں چھوڑتے۔ پھر
 کہتے ہیں۔ جلدی کر دے جلدی کر دے ایک دن بھی نہ لگے۔ حضرت صاحب
 دعا کر رہے تھے کہ کئی چھوڑ گئی ہے مانگے پر آئے گھنٹہ بھی نہ دے۔ اور جب
 عبادت پر آئے تو خدا کے ساتھ یہ دگرام بنا تا رہے۔ اس لئے فرمایا۔
 فَصَلِّ لِرَبِّكَ اِنَّ رَّبَّكَ لَیْسَ بِرَبِّكَ اِنَّ رَّبَّكَ لَیْسَ بِرَبِّكَ اِنَّ رَّبَّكَ لَیْسَ بِرَبِّكَ
 وہ رب ہے جس نے تجھے ماں کے پیٹ میں پالا۔ جس نے تجھے بات
 لہشت میں پالا۔ رب کون ہے؟ جس نے تیرے پیدا ہونے سے پہلے
 ماں کی چھاتیوں میں دودھ کی نہریں چلا دیں۔ اس رب کی عبادت کر۔ عبادت
 کا وقت جب آئے۔ تو رزق کے مثلے کو چھوڑ دے۔ رزق وہ دے
 سبحان اللہ۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا مجموعہ کلام ہے۔ قرآن شریف
 میں فرمایا۔ بھوکوں کا علاج بتایا۔ ہم سب بھوکے ہیں۔ وَ اَلْمُر

فَلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبْرٍ عَلَيْهَا لَا تَسْئَلُكَ رِزْقًا
مِنْ مَن رَزَقَكَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى ر ط ۱۳۲

مایا روزگار چھوٹ جلتے، زکری چھوٹ جلتے زمینداری بر باد ہو
گئے تو پھر کیا کر؟ وَأَمْسَأَلْنَاكَ اِنہی بیوی کو اپنے بچوں کو اپنی
بیویوں کو اپنے ملازموں کو اپنے متعلقین کو کیا کر؟ وَالصَّلَاةُ نَمَانٌ كَا
لْمَدَى . وَاصْطَبْرٌ عَلَيْهَا اور اس پر پوری پابندی کر۔ لیجیے کیا
ہے گا؟ نَحْنُ نَزِدُّكَ مِم رِزْقِ كے دروازے کھول
یں گے۔ تو میرے سامنے جھک دروازے میں کھول دوں گا، وَالْعَاقِبَةُ

لِلتَّقْوَى انجھم کار پر پیرگاروں ہی کا ہوتا ہے۔

مجھے ایک دوست نے جرگہ پیلہ میں ہے۔ اور غریب آدمی میں۔ مگر
اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں۔ ریوے سٹیشن پر وہ پانی پلانے پر ملازم
ہو گیا۔ بڑے غریب آدمی ہیں۔ اس دن مجھے انہوں نے ایک واقعہ سنایا
کہ جی میں گھرا آیا میری رات کی ڈیوٹی تھی۔ میں جب گھرا آیا کہ کھانا کھا کے جاؤں
دیکھا کہ میرا بیٹا سہت بخار میں مبتلا ہے۔ شدید سے بخار ہے اس لیے آپ یہ
دوا لوزہ فرمالیں۔ جو لوگ سٹیشنوں پر پانی پلاتے ہیں ان کی تنخواہ کیا ہوگی اور یہ
تاریخ ۲۹ یا ۳۰ تاریخ تھی یعنی تنخواہ ختم سر چکی تھی ہماری — ویسے بھی ہمارا
تیسرے حال ہوتا ہے۔ — میری بیوی نے مجھے کہا کہ پاپن رولے کہیں سے پیدا
کر رہے تاکہ اس بچے کا علاج کریں۔ تو میں نے بیوی کو یہ نہیں کہا کہ بیوی سے
پاس تو پانچ دس پانچ بھی نہیں۔ میں نے کہا بہت اچھا رات ہے۔ رات گزرتی
جائے تو صبح انشاء اللہ اسے حکیم کے پاس یا ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے۔

کہہ تاکہ ڈاکٹر صاحب ہوں تو ناراض نہ ہوں بھائی) ڈاکٹر صاحب نے
 بلا فیس ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ پہلے فیس نکالو۔ پھر دیکھوں گا۔ ناک کی فیس
 الگ۔ کان کی فیس الگ، اجی یہ سپیشلسٹ ہے۔ کہاں کا؟ ناک کا۔ دوسرے
 روپے لیتا ہے۔ تو پھر کسی کے نتھنے دیکھتا ہے کہ اندر رسول ہے۔ یا کہ
 اور ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں انسانی ہمدردیوں کی توفیق عطا فرمائے۔ ان
 انسانوں کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ ہم میں پیدا فرمادے۔ ٹھیک ہے کہ
 سب رزق کے متلاشی ہیں۔ مگر کہیں نہ کہیں تو کوئی انسانیت بھی سونی
 چاہیے۔ مردوں کو تم ٹیکے لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم کر
 فرمائے۔ تو کہتے ہیں میں گیارہ سٹیشن پر چلا گیا۔ اور میں دل میں یہ کہہ رہا
 تھا کہ میں نے سیری سے جسے جھوٹ کہا۔ رات کو مجھے کون دے گا؟ اسٹیشن
 پہنچا۔ میری ڈیوٹی تھی۔ اپنی ڈیوٹی پہ پہنچ گیا۔ وہ جہاں پانی کے ٹکے
 پوتے ہیں۔ سحری کا وقت تھا۔ میں نے مصیبت بھجایا (تہجد خواں ہے) اور اللہ
 تعالیٰ کے سامنے سر بسجود ہو گیا۔ اپنی نماز پڑھ لی۔ دعا کی اللہ تعالیٰ تو میرے
 حالات پر رحم کر فرما۔ اتنے میں میں نے دیکھا۔ ریل آئی۔ غالباً تھل ایکسپریس
 اس کے کہا یہ آئی۔ ایک بوڑھا آدمی ریل سے اترتا۔ اس نے گاڑی بدلتی تھی
 تو اس نے مجھے دیکھا تو کہا۔ کہ بھائی یہاں پر کوئی مصیبت ہو تو مجھے دے دو
 میں نے مصیبت بھی دے دیا پانی کا لوتا بھی دے دیا اس نے اپنے اللہ تعالیٰ
 کو یاد کیا۔ دعا کرنے کے بعد جب اٹھا تو مجھے پانچ روپے اس نے دے دیے
 یہ بہت بڑی بات ہے۔ یہ اتفاق نہیں ہے۔ ہمارے دوست کہتے ہیں پتھر
 ہے پتھر۔ پتھر کہاں ہے؟۔ ایک کہاں گیا پتھر؟ بارش کیوں نہیں برتی

اکتوبر۔ نومبر کا مہینہ ہو اور بارش نہ رہے؟ نیچر کہہ رہا گیا ہے۔
 عَزَّ وَجَلَّ مَتَفَرِّحُونَ خَيْرًا أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ
 الْقَهَّارُ وَيُوصَفُ ۳۹ رب ایک ہی ہے یہ نیچر و نیچر کچھ نہیں ہے
 جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ اللہ تعالیٰ
 جو چاہتا ہے۔ وہ کرتا ہے۔ تو صبح میں جب آیا۔ سویرے ہی آگیا۔ تو
 میری بیوی نے کہا مات کونچے کونچے آرام ہو گیا ہے۔ جب میں نے ہاتھ
 لگایا تو بخار ٹوٹ چکا تھا۔ پانچ روپے بھی رہ گئے۔ یہ ہے خدا کی رحمت
 — یہ واقعہ عمومی نہیں ہے۔ بہت بڑا واقعہ ہے۔

تو عرض یہ کر رہا ہوں۔ قرآن فرماتا ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ
 تُوْعْبَادَتِ كِرَآپِنِے رِبِّ كِی جِد كَحْجَہ پاتا ہے۔ اس کے سامنے سر بسجود
 ہو جا۔ وَأَنْخَسْ رُءُوسًا اور اس کا نام بلند کرنے کے لئے قربانی بھی دے
 تو کھاتا اس کا ہے۔ تیرے سامنے دین مٹ جائے تو صبر کرے جب
 دیکھتا ہے کہ میرے رب کا نام مٹ رہا ہے۔ جب دیکھتا ہے کہ میرے
 نبی کا کلمہ مٹ رہا ہے۔ تو تو جان کی بازی لگا دے۔ اپنی جان کو قربان
 کر دے۔ تو نتیجہ کیا نکالے گا؟ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ تیرے
 بدخواہ ہیں۔ اس دنیا سے مٹ جائیں گے۔ تیرا نام باقی رہے گا۔
 وَأُخْرٍ وَعَوْنًا ان الحمد لله رب العالمين

فضائلِ قرآنِ مجید

مسلمانوں کی دونوں جہانوں کی بہتری اور کامیابی چیزوں میں سمجھ لی جائے
اللہ تعالیٰ کا ذکر۔ اللہ تعالیٰ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ
تعالیٰ کے گھر مسجد سے تعلق۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کا پڑھنا۔ اور اس پر عمل
کرنا۔ یہ ساری باتیں اور اس سب تعلیم پر عمل اسی وقت ہو سکتا ہے جب
اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے خداوند قدوس کا ارشاد

گرمی ہے۔
أَنْتَلُّ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ
مِنْ الْكِتَابِ وَعَنْبُوتُ (۵۱)
تو تلاوت کر اس کتاب کی جس کی
تیری طرف وحی کی گئی۔

قرآن مجید کی تلاوت کے فضائل اور ثواب اس قدر زیادہ ہیں کہ اس
سے بڑھ کر شائد ہی کسی عبادت کا اجر و ثواب ہو۔ ذیل میں چند احادیث سے
کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
خَيْرُكُمْ مَنْ كَتَمَ الْقُرْآنَ وَعَلِمَهُ (ترجمہ تم میں
سے بہتر وہ آدمی ہے جو خود بھی قرآن مجید پڑھے اور دوسروں کو بھی پڑھائے
ان اللہ یرفع بہذا الكتاب اقواما ویضع بہ
آخرینہم۔ ترجمہ یہ باتیں جالو کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول کرنے والوں

کو عزت عطا فرماتا ہے۔ اور اس کو چھڑنے والوں کو ذلیل کر دیتا ہے۔
 اَنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ
 كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ (ترجمہ) جس آدمی کو قرآن کا کچھ حصہ یاد نہ ہو وہ
 دیران گھر کی طرح ہے۔

هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تَنْجِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ
 حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے صاف زمین پر خمیہ لگایا اس کو معلم
 ہوا کہ پتھے سے سورہ الملک پڑھنے کی آواز آرہی ہے واپس آکر سید دو عالم صلی
 اللہ علیہ وسلم کے سامنے سارا واقعہ عرض کیا تو یہ جملہ آپ نے فرمایا جس کا ترجمہ
 یہ ہے۔

” یہ سورت حفاظت کرنے والی ہے۔ یہ سورت نجات

دینے والی ہے یعنی مردہ کو عذاب الہی سے (جو قبر میں ہوتا ہے)
 نجات دلاتی ہے۔“

الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ

ترجمہ) جو شخص قرآن میں ماہر ہے وہ تو درجہ میں ان ملائکہ کے ساتھ ہے
 جو قرآن کو ایم کے سفیر اور مکرم اور نیک ہیں۔

قرآن مجید کی تلاوت کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ

اَنْ تَرْزُقْنِیَ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ وَالْعِلْمَ وَاَنْ تَخْلِطَهُ
 بِلِحْمِیْ وَدَمِیْ وَسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ۔

اے اللہ! مجھ کو قرآن مجید کی تلاوت اور اس کا علم عطا فرما۔ اور اس

کو میرے گوشت اور خون اور کان اور آنکھ میں پیوست کر دے۔

علماء کرام آئمہ حضرات اور دیندار بزرگوں کی خدمت میں

پچھدہ تعالیٰ آج بھی ایسے درد مند بزرگ موجود ہیں جو سب سے زیادہ فکر اس بات کا رکھتے ہیں کہ قرآنی تعلیمات گھر گھر پھیل جائیں۔ مگر ان کی یہ دلی خواہش ایک سرد آہ میں اگر کم جاتی ہے۔ اس لئے با ادب درخواست ہے کہ ہر درد مند دیندار بزرگ بہن اور بھائی اپنے اپنے حلقہ اثر میں درس قرآن مجید دے۔ اگر بعد از نماز فجر درس دیا جائے۔ تو زیادہ بہتر ہے۔ کہ فرمایا:۔

إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ هَشِيمًا (یعنی اسواہیل ۷۵)

آئمہ مساجد واقعی اسلام اور مسلمانوں کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمادے۔ مگر ذرا قدم آگے بڑھایا جائے۔

حدی رایتزہ میخراں جو محفل را اگر ان ہستی

اگر صرف سادہ لفظی ترجمہ میں ایک رکوع کر دیا جائے تو بھی مفید ہے مقتدر علماء کرام کی خدمت میں با ادب گزارش ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہما کی تقلید اور پیروی اسی میں ہے کہ وہ قرآن کو عام کیا جائے۔ عام بھائیوں سے درخواست ہے کہ وہ شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا مترجم قرآن مجید تلاوت کریں جو آسانی سے قرآنی مطالب کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ "تنبیہ" آج کل ملک میں بلا عربی متن کے صرف اردو یا انگریزی میں چھپی ہوئی کتاب کو قرآن مجید کا نام دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ قرآن ہی ہے جو عربی زبان میں ہے۔ یہ فتنہ قرآن مجید کے خلاف ایک سازش ہے۔ یہ فتنہ ۱۳۱۰ھ میں مصر میں پھیل کھڑا کیا گیا کہ قرآن کی

عربی عبارت کو آسان عربی عبارت میں لکھا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ علماً
 حق کو جزائے خیر دے گا انہوں نے اس فتنہ کو بڑھنے نہ دیا۔ بدقسمتی سے تقسیم
 برصغیر سے پہلے بعض تاجروں نے عربی متن کے سوا صرف اردو میں چھاپ
 کہ قرآن مجید کے نام سے تجارت شروع کر دی۔ مگر اس وقت مسلمانوں
 کے احتجاج پر اس کی اشاعت ممنوع کر دی گئی تھی۔ اب پھر وہی فتنہ ابھر
 رہا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس ترجمہ کو قرآن کے نام سے نہ پڑھا
 جائے۔ بلکہ ایسی عبارت حرام ہے۔ اور اس سے اجتناب ضروری ہے۔
 اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق سے نوازے۔ آمین

آخری عرض

یہ درس قرآن مجید پورے سال کا درس ہے۔ درس کا مطلب نہ تو صرف علمی تفسیر ہوتا ہے، اور نہ ہی معارف اور احکام کا بیان کرنا۔ بلکہ درس قرآن مجید کا متعارف مطلب وعظ اور نصیحت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے۔

وَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَيَعْلَمُ (رقم ۴۵) اس لئے

درس کو پڑھنے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اس درس کو درس ہی کی شکل میں مطالعہ فرمائیں۔ کسی فتنوی یا شرعی حکم کے لئے علماء اسلام سے رجوع فرمائیں۔ نیز اس کو اگر روزانہ تھوڑی تھوڑی مقدار میں امام مسجد حضرات مسجد میں اور دوسرے جہائی اور بہنیں گھروں میں بچوں کو پڑھ کر سنا یا کریں تو اس سے انشاء اللہ بہت زیادہ علمی اور روحانی فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عمل سے نوازے۔ احباب اور بہنوں کی خواہش سے درس قرآن مجید کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ اس کے اپنے فضل و کرم سے اس درس کو بہت زیادہ قبولیت بخشی۔ الحمد للہ علی ذلک ،

| | | | | | |
|----------------------|------|-----|-----|------|----------|
| مجموعہ درس قرآن مجید | بابت | سال | دوم | بدیہ | تین روپے |
| " | " | " | " | " | تین روپے |
| " | " | " | " | " | تین روپے |

ہاں درس کیجا طلب کرنے پر صرف دس روپیہ میں ویسے جہاں گے۔ کہ ہماری غرض تجارت نہیں بلکہ دین کی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین

مصنف کی دیگر قابل مطالعہ دینی کتابیں

قرآن مجید کی مختصر مگر جامع تفسیر ترجمہ اور
حاشیہ میں ضروری نوٹ ہیں۔ تفسیر کافی
قبول ہوئی، بارہ ہزارم سویرہ لقرہ ۲ روپے ۵ پیسے
قرآن اور حدیث تفسیر اور فقہ کی لغات کا
جامع حل اس سے پہلے اس قدر جامع لغت

تفسیر قرآن

دینی لغات

شائع نہیں ہوا۔ جلد اول ش تک ہدیہ ۵ روپے

سارے فقہ حنفی کا خلاصہ عبادات

خلاصہ فقہ اسلامی معاملات اور احکام طلاق و نکاح

وراثت و شفعہ وغیرہ کا خلاصہ بارہ سووم ہدیہ ایک روپیہ

مسلمانوں کا بنیادی اور اجتماعی عقیدہ ہے

رحمت کا سات کہ سیدو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم روضہ اقدس میں حیات ہیں یہ کتاب اسی عقیدہ پر جامع اور وہ

بارکت کتاب ہے کہ اس کے مطالعہ سے بھی بعض غلطیوں کو سیدو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوگئی۔ بارہ پنجم ہدیہ صرف دو روپے

مسلمانوں کا ملی شعار و اڑھی ہے جس کو آج

سنتہ الانبیاء و نیدار کہلانے والے بھی یہ خصیت کر رہے

ہیں۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ دار طھی سب انبیاء

علیم السلام کی سنت ہے
بارہوم قیمت بچاس پیسے صرف

”یاد فرمائی کا بیتہ“

قاضی محمد رشید الحسنی

دارالارشاد کیمبلیور

”پاکستان عرف“

188

مجموعہ

درس قرآن مجید

بابت سال اول